نبیؐ کی بیٹیؑ

فاطمۃ الزہراء



حجۃ الاسلام علامہ صادق حسن مدظلہ العالی

نبیؐ کی بیٹی

(سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا اور تیاریِ امام زمانہ علیہ السلام)

مجموعہ مقالے

علامہ صادق حسن نجفی صاحب قبلہ

مرتب

مولانا ندیم عباس حیدری علوی

نظرثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

اِدارہ منہاج الصالحینؑ

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون: 5425372

کتاب	:	نبیؐ کی بیٹی
تقاریر	:	علامہ صادق حسن نجفی صاحب قبلہ
مرتب	:	مولانا ندیم عباس حیدری علوی
نظرثانی	:	علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	معصومہ بتول جعفری ایم۔اے، شیر محمد عابد مولائی
فنی تعاون	:	زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری
تزئین	:	محمد عمران حیدر جعفری
کمپوزنگ	:	ایم۔اعجاز احمد، احتشام اعجاز
اشاعت	:	مارچ 2013ء
ہدیہ	:	[redacted] روپے

ملنے کا پتہ

اِدارہ مِنہاجُ الصَّالِحِین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

ترتیب

حرفِ مصحح

لوگو! سہیم نورِ نبوت ہیں فاطمہؑ
یعنی شریکِ کارِ رسالت ہیں فاطمہؑ
کفوِ علیؑ ہیں والدۂ یازدہ امامؑ
یوں پاسبانِ نسلِ امامت ہیں فاطمہؑ
مہدیؑ کے انتظار میں گریاں ہیں آج تک
یعنی ظہورِ شہؑ کی ضمانت ہیں فاطمہؑ
تیاریٔ ظہور میں کی یوں معاونت
کہ اولیں ضرورتِ رجعت ہیں فاطمہؑ
لو انتقام جدہ کا اے بارھویں امامؑ
چودہ صداقتوں کی شہادت ہیں فاطمہؑ

حضرتِ علامہ صادق حسن نجفی قبلہ کے خطبات کے کئی مجموعے نظر سے گزرے۔ بالخصوص "چودہ ستارے" کی تصحیح کا بھی شرف حاصل ہوا' تقریظ بھی تحریر کی اور اب حضرت کے ایک اور مجموعۂ خطبات "سیدۂ کائنات اور تیاریٔ امامِ زمانہؑ" المعروف بہ "نبیؐ کی بیٹی" زیرِ مطالعہ ہے۔ ہم نے حاصلِ مطالعہ کو فقط پانچ شعروں میں سمونے کی کوشش کی ہے گویا:

ع سمٹے تو دلِ مومن[1] پھیلے تو زمانہ ہے

1- عاشق کی مومن سے تعریف کی گئی ہے اور مومن سے ہر مومن مراد ہے۔

خطیب موصوف عالم باالعلم بھی ہیں اور عالم بالمعلومات بھی۔ یعنی فنون پر بھی مہارت رکھتے ہیں اور وسیع المطالعہ ہونے کے سبب سے رطب و یابس کو بھی زیر بحث لاتے ہیں اور خوب لاتے ہیں۔ بال کی کھال نکالنا کوئی اُن سے سیکھے۔ وہ کھال اُتارتے ہرگز نہیں' نکالتے ہیں اور مکھن سے بال نکالنے کی طرح نکالتے ہیں۔ نہایت تدبیر و تدبر کے ساتھ مگر نہایت ملائمت سے' بغیر کسی سے اُلجھے اور تلخی و درشتی سے کام لیے۔ اسی کا نام عالمانہ انداز اور مدبرانہ اُسلوب ہے۔ حضرت چوں کہ عالم باعمل بھی ہیں' لہٰذا ہر بحث میں عمل کی قوت کو اُجاگر کرنے کا بھی اہتمام فرماتے ہیں۔

وہ قرآن و حدیث' تاریخ و فقہ اور روایات و تحقیقات کو ساتھ ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ تذکر میں تفکر اور روایت میں درایت کا یہی تقاضا ہے۔ اگر برمودہ ٹرائی اینگل کا تذکرہ روایت میں نہیں ملتا تو وہ اسے قبول نہیں کرتے اور اگر ایک ہی موضوع پر کئی روایات موجود ہوتی ہیں تو اُن میں تضاد اور عدم تضاد کی کھوج لگانا بھی وہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ گویا فکری لحاظ سے اُن کے خطبات بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ البتہ لسانی اعتبار سے سادگی و سلاست اور دل چسپی و روانی کے باوجود خطابت کی مجبوری سدراہ بنتی ہے' جیسے مظالم سیدہؑ خالی کربلا' مشن امامِ زمانہؑ' سیدہؑ کا شکر' تکیہ کلام کی تکرار (بحوالہ خطبہ اوّل) وغیرہم کی سی قباحتیں درپیش آتی ہیں۔ وضاحتی جملوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ بہت کچھ مصحح کے حصے میں آتا ہے جس کی تصحیح بغیر وقتِ نظر اور وسیع تجربے کے ناممکن ہے۔

ادارہ منہاج الصالحین کے بانی و سرپرست اعلیٰ علامہ ریاض حسین جعفری

فاضل قم نے کئی موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے اور کئی کتب حیطۂ تحریر میں لائے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اُنھوں نے دیگر علمائے اعلام کی تقاریر کو سپردِ قرطاس وقلم کیا ہے، علامہ صادق حسن صاحب کی کوئی بیس مجالس کی کتب زیورِ طباعت سے آراستہ کر چکے ہیں، خطبا وعلما ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ پروردگار بحق محمدؐ وآلِ محمدؐ ان کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمائے اور سیدہ کائناتؑ ان کی اس سعی جمیلہ سے راضی و خوشنود ہوں۔

والسلام!

مظہر عباس چودھری

مجلسِ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

''اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے اُنھیں عن قریب ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے'' (سورۂ مبارکہ شعراء: آیت ۲۲۷)۔

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۹۷)

''اور (راستا کے لیے) زادِ راہ مہیا کر لو اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔''

سامعینِ محترم!

ہر سال جہاں جہاں مجلس پڑھتا ہوں' وہاں وہاں ایک ایسا اعلان کرتا ہوں جس کا تعلق ان لوگوں سے ہوتا ہے جو مجلس کے شروع میں صفِ عزا پر بیٹھے ہوتے ہیں اور یہ اعلان اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ انتظامیہ کی ایک عادت ہے اور وہ عادت بظاہر کوئی غیر مناسب عادت بھی نہیں ہے لیکن میرے لیے چوں کہ اس کی وجہ سے ایک مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض طبی وجوہات کی بنا پر میں بہت زیادہ جھک کر قریب والے مجمعے کو دیکھ نہیں سکتا تو جب تک انتہائی مجبوری نہ ہو اس وقت تک

میری خواہش یہ ہوتی ہے کہ مجمع ذرا فاصلے پر بیٹھا کرے اور چوں کہ ایامِ عزا کے بعد یہ تاریخیں جو ہیں ان میں مومنین کی توجہ مجالس عزا کی طرف نہیں ہوتی یا اگر ہوتی بھی ہے تو اتنی زیادہ نہیں ہوتی، جتنی ہونی چاہیے تو جتنا آپ پیچھے بیٹھیں اتنا میرے لیے بہتر ہوگا۔

بہرحال!

اب یہ جو ایک جملہ میری زبان پر آ گیا ہے کہ ایامِ عزا کے بعد صاحبانِ ایمان کی اتنی توجہ نہیں ہوتی حتیٰ کہ یہ تاریخیں جنھیں ایامِ فاطمیہؑ کے نام سے اتنی ہی عظمت، اتنی ہی فضیلت، اتنی ہی شہرت اور مومنین کے درمیان اتنی ہی اہمیت حاصل رہی جتنی ایامِ عزا کی مجالس کو لیکن ہمارے یہاں برصغیر پاک و ہند میں شہادت کی ایک مجلس ہوتی ہے یا زیادہ سے زیادہ شہزادی کونینؑ کی شہادت کی دو مجلسوں میں مومنین آ جاتے ہیں جب کہ مومنین کا حق بنتا ہے کہ اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ مجالس سماعت فرمائیں۔

بہرحال!

جو بھی میرا اس دفعہ کا عنوان ہے اس میں آگے چل کر شاید اس جملے کی وضاحت کی ضرورت پڑے لیکن آغاز میں کم سے کم ایک ایسی حدیث کی تلاوت کر دی جائے جس سے یہ اندازہ ہو کہ جس ذات کے حوالے سے یہ مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ ہم اور آپ تو کیا اس ذات کی عظمت اور معرفت کو حاصل کریں گے دو حدیثیں میں شروع میں بیان کر رہا ہوں اور دونوں حدیثیں صادقِ آلِ محمدؐ حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام کا فرمان ہیں:

پہلی حدیث:

پہلی حدیث میں سورۂ قدر کی آیت "وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ" کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے امام علیہ السلام یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ جس طرح پروردگار نے شبِ قدر کے بارے میں فرمایا ہے کہ شبِ قدر کی معرفت کوئی بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

یہ کلام پروردگار ہے' یہ قرآنِ کریم کی آیت ہے:

وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ (سورۂ مبارکہ قدر: آیت ۲)

"اور تم کو کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے۔"

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اسی طرح ہماری دادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عظمت اور معرفت کو اس دنیا کا یا اس کائنات کا کوئی انسان مکمل طور پر پا ہی نہیں سکتا۔

یہی حدیث تین' چار اور موقعوں پر بھی امام علیہ السلام نے ارشاد فرمائی۔ جن میں سے ایک موقعہ پر امام علیہ السلام نے بات کو اور واضح کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس شبِ قدر کا قرآن تذکرہ کر رہا ہے اصل میں وہ شبِ قدر ہماری دادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہی کی ذات ہے۔

دوسری خدیث:

امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: اللہ نے ہمیں تمام انسانوں پہ حجت قرار دیا اور ہم تمام انسانوں پر حجت ہیں مگر ہماری دادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہم پر

بھی حجت ہیں۔

تو آلِ محمدؐ تمام کائنات پر حجتِ خدا ہیں لیکن حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا (آلِ محمدؐ کی وہ ہستی ہیں جو) خود آلِ محمدؐ پر حجت قرار پا رہی ہیں۔

بہر حال!

یہ دو حدیثیں ابتدائے کلام میں صرف اس لیے آ گئی ہیں کہ واقعاً عظمت حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ عام انسان کو چھوڑیے ہم میں سے بھی اکثر نے نہ سمجھا نہ پہچانا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایامِ فاطمیہؑ آتے ہیں گزر جاتے ہیں۔

آپ کو ان مجالس میں اتنے ہی مومن نظر آئیں گے جتنے عام شبِ جمعہ کی مجلسوں میں ہوتے ہیں سوائے ایک شہادت کی رات کے جس میں ہر حال اس کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ مجمع ہوگا جب پورا ایامِ عزا ایامِ عزا کے سوا دو مہینے یہ ایامِ عزا جس واقعے کی وجہ سے برپا ہوتے ہیں اور کربلا کا واقعہ بھی اس لیے پیش آیا کہ دنیا نے عظمت حضرت سیدہؑ کو نہیں سمجھا تھا اور نہیں پہچانا تھا۔

میں ظالموں کی بات نہیں کر رہا ہوں اس لیے کہ ظلم کرنے والا عظمت اور معرفت کو جانتا ہے تبھی تو وہ ظلم کرتا ہے لیکن میں بات کر رہا ہوں اس وقت کے لوگوں نے . نھوں نے حضرت سیدہؑ کی معرفت حاصل نہیں کی۔

بہر حال

تو اب یہ عشرۂ فاطمیہؑ ہے اس لیے کہ تین دن کی مجالس میں حق زہراؑ ادا نہیں ہو سکتا کم سے کم عشرہ تو ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ چاہے وہ عشرۂ زینبیہؑ ہو جو ہمارے

ہاں چہلم کے دوران میں ہوتا ہے یا وہ عشرۂ حسینیؑ ہو جو ایامِ عزا کے پہلے دس دن ہوتا ہے۔ ان سب کو آپ اگر دیکھیے گا تو سب کا سلسلہ جا کر ملتا ہے ذاتِ سیدہؑ سے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی ہم زیارتِ عاشورہ یا زیارت پڑھنے جسے ہمارے یہاں زیارتِ تعزیت کہا جاتا ہے وہ جو دوسری والی زیارت ہے جو عاشور کی سہ پہر کو پڑھی جاتی ہے اور اس کے علاوہ چند زیارتیں اور ہیں ان میں جب کبھی کربلا کا تذکرہ ہوا اور کربلا کے ظالموں پر لعنت کا لفظ آیا ہے۔ کئی حوالے سے آیا ہے قاتلوں پر بھی لعنت، ظالموں پر بھی لعنت اور (قتل وظلم کا) سن کر راضی ہونے والوں پر بھی لعنت۔ یہ تو زیارتِ وارثہ میں آپ سنتے ہیں لیکن وہ جو بڑی زیارتیں ہیں ان میں خاص کر ایک لفظ اور استعمال ہوا ہے اور وہ اس لیے ہوا ہے کہ زیارت کو سننے والے زیارت کو پڑھنے والے اور یاد کرنے والے ہمیشہ اس بات کو یاد رکھیں اور جتنا اس بات کو یاد رکھیں گے اتنا انھیں ایامِ فاطمیہؑ اور عشرۂ فاطمیہؑ کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ ہوگا' تو ظالموں پر لعنت آتی ہے قاتلوں پر لعنت آتی ہے یہ (داستانِ ظلم) سن کر راضی ہونے والوں پر لعنت آتی ہے لیکن ایک لعنت یہ بھی آتی ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ الْمُمَهِّدِينَ لَهُم بِالتَّمْكِينِ مِن قِتَالِكُم

"خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جنھوں نے آپؑ کے دشمنوں کو آپؑ سے جنگ کرنے کی قوت فراہم کی" (زیارت حضرت امام حسینؑ)۔

یہ بہت اہم جملہ ہے!

قاتلوں پر لعنت بے شک ہے' ظالموں پر لعنت بے شک ہے لیکن ان پر لعنت

ہے جنھوں نے ان قاتلوں اور ظالموں کے لیے تیاری کی ان کے لیے تمہیدی و ابتدائی کام سر انجام دیا۔

ہمارے ہاں ایک حدیث بہت مشہور ہے:

أُطلبُوا العِلمَ مِنَ المَهدِ إلى اللَّحدِ

"علم حاصل کرو ماں کی گود سے لے کر قبر تک۔"

چوں کہ آج کی مجلس میں شبِ جمعہ کا خیال کرتے ہوئے تھوڑا سا تذکرہ قبر کے بارے میں آگے چل کر ہونے والا ہے لیکن "مھد" کا تذکرہ یہاں پر کر دیا جائے۔ ہمارے ہاں جو ترجمہ ہے کہ ماں کی گود سے لے کر یعنی گہوارے سے لے کر قبر تک۔

تو "مُمَهِّد" یعنی تمہید کرنے والا ابتدا کرنے والا۔

بہر حال!

تو لعنت ظالموں اور قاتلوں کے علاوہ ان پر بھی ہے جنھوں نے ان ظالموں اور قاتلوں کے لیے راستا ہموار کیا' جنھوں نے ان ظالموں اور قاتلوں کی پرورش کی' جنھوں نے ان ظالموں اور قاتلوں کے لیے گہوارے کا کام کیا' جنھوں نے ان ظالموں اور قاتلوں کو اتنا طاقت ور بنایا کہ وہ آگے چل کر کربلا میں یہ ظلم کر سکیں۔

اب یہ "ممھدین" ہیں کون؟

کہنے کی ضرورت نہیں ہے بل کہ اشارے سے کام چلے گا اس لیے کہ اس جملے کا جو دوسرا حصّہ آنے والا ہے اس میں بھی اشارہ ہی ہے اور ایسا اشارہ جسے آج

کل تو لوگ سمجھ گئے ہیں لیکن بیس سال پہلے اسے سمجھانا پڑتا تھا۔

خیر!

تو صرف کربلا کے ظالم اور قاتل نہیں، محض شمر نہیں، فقط ابن سعد نہیں، صرف حرملہ یا خولی نہیں، صرف وہ ابن زیاد نہیں اور صرف وہ یزید نہیں بل کہ "الممھدین لھم" بھی ان میں شامل ہیں کہ کس نے ان کو تیار کیا ہے۔

کس نے ان کے لیے راستا ہموار کیا ہے؟

کس نے ان کو گہوارہ بن کر پروان چڑھایا اور ان کی پرورش کی؟

جنھوں نے یہ کام کیا لعنت ان پر بھی ہے۔

تو اب ایامِ فاطمیہؑ آپ کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ کربلا کا جتنا واقعہ بھی پیش آیا، کربلا کے جتنے بھی آپ نے messages (پیغامات) یا اسباق سنے ہیں اور کربلا کے حوالے سے جتنا بھی آپ غم منا رہے ہیں اس کا پہلا سرا ایامِ فاطمیہؑ سے جڑا ہوا ہے اور یہ بھی ایک سبب اور وجہ ہے۔

دیکھیے!

اب میں اس موضوع پر آ گیا ہوں جو اگرچہ میں نے دبئی اور شارجہ کی قریب قریب ہر مجلس میں پڑھا۔ یہاں پر مجھے یہ پڑھنے کا موقع نہیں ملا اگرچہ یہ مجمع جو میرے سامنے ہے مختلف جگہوں کا ہے لیکن خود اس منبر کا خیال کرتے ہوئے اور آج کی اس شبِ جمعہ کا خیال کرتے ہوئے۔

اب سنیے!

ابھی میں نے عرض کیا تھا، کہ ایامِ عزا کے سوا دو مہینے (دو مہینے آٹھ دن) ہیں لیکن ان سوا دو مہینوں کا آغاز اصل میں اسی عشرۂ فاطمیہؑ سے ہوتا ہے اور یہ بھی ایک وجہ ہے کہ کربلا کا انتقام لینے والا' کربلا کا بدلہ لینے والا جسے کل صبح چاشت کے وقت آپ میں سے قریب ہر شخص یاد کرے گا' کوئی مختصراً اور کوئی دعائے ندبہ کی شکل میں۔

ایامِ عزا کے اختتام پر باقی پورے سال کے لیے آپ کو یہی پیغام دے کر رخصت کیا جاتا ہے کہ آٹھ ربیع الاوّل کا دن ختم ہوا تو نو (۹) ربیع الاوّل کی تاریخ اس کی تاریخ ہے جسے پروردگار نے روزِ ازل سے گویا اسی مقصد کے لیے خلق کیا ہے اور اسی مقصد کے لیے تیار کیا ہے کہ اس کے ذریعے کربلا کا انتقام لینا ہے۔

نہیں!

دعائے ندبہ میں یہ لفظ آیا ہے کہ زمانے کا امامؑ محض کربلا کا انتقام نہیں لے گا بلکہ تمام انبیاءؑ' تمام ائمہؑ' تمام اولیا اور تمام بے گناہ مومنین کے خونِ ناحق کا انتقام لے گا لیکن اہم ترین جو مشن ہمارے زمانے کے امامؑ کا ہے' وہ بہت وسیع تر ہے۔

تو شبِ جمعہ اس امام علیہ السلام کو یاد کرنے کی رات ہے اور روزِ جمعہ اس بات پر ندبہ کرنے اور رونے اور گڑگڑانے کا دن ہے' روزِ جمعہ ندبہ کرنے کا دن ہے' رونا' گڑگڑانا' فریاد کرنا اور آنسو بہانا ہے کہ یہ شبِ جمعہ غیبتِ امامؑ کی آخری شبِ جمعہ کیوں نہ نکلی؟

اب کب آئیں گے امام؟!

یہی تو آپ دعائے ندبہ میں کہتے ہیں نا!

مجھے یقین ہے کہ اس مجمع کی قریب قریب ساری تعداد دعائے ندبہ پڑھ بھی چکی ہے اور اس کا ترجمہ بھی جانتی ہے۔

تو یہی تو آپ کہتے ہیں نا، کہ اب امام علیہ السلام کب آئیں گے؟!

کہاں ہے وہ انتقام لینے والا؟

یہ جمعہ کے دن کیوں کہا جاتا ہے؟

اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک شب جمعہ اور گزر گئی۔

ہر شب جمعہ مومنین یہ تمنا کر کے' یہ اُمید کر کے تیار بیٹھتے ہیں کہ یہ ہماری زندگی کی آخری شب جمعہ ہوگی جو غیبت کی شب جمعہ کہلائے گی۔

مومن کو ہر شب جمعہ کا آغاز اس انداز سے کرتا ہے اور جب اختتام جمعہ یعنی فجر کے وقت تک امام علیہ السلام نہیں آئے' ہم نے تھوڑا اور انتظار کیا کہ سورج نکل آئے شاید کہیں سے اطلاع آ جائے' شاید کہیں سے خبر آ جائے اور پھر بھی کہیں سے اطلاع اور خبر نہ آئی۔

یہ بھی ایک روایت ہے کہ فجر کے وقت امام علیہ السلام کے ظہور کا اعلان ہوگا اور سورج نکلنے تک ساری دنیا کے انسانوں تک یہ اعلان پہنچ چکا ہوگا۔

اب ہم نے تھوڑا اور انتظار کیا' جب وہ وقت بھی آ گیا' فجر کا وقت ظہور امام علیہ السلام کا وقت ہے اور سورج نکلنے کا وقت اطلاع کے پہنچنے کا وقت ہے۔ یہ دونوں وقت آ کر چلے گئے' اب ہم روئیں گے' اب ہم گڑگڑائیں گے۔

کس بات پر روئیں اور گڑگڑائیں گے؟

اس بات پر کہ کیا ایک ہفتہ اور ہمارے مقدر میں ایسا لکھا ہے کہ ہم اپنے امام علیہ السلام کی زیارت سے محروم رہیں گے؟

کیا ایک ہفتہ اور ہمارے مقدر میں ایسا لکھا ہے کہ ہم اپنے امام علیہ السلام کے ظاہر وجود سے محروم رہیں گے؟

دعائے ندبہ کے دو چار جملوں کا سرسری سا ترجمہ ہے کہ ہمارے کان ہر ایک کی آواز سنیں گے' بے تکی آوازیں بھی اور عبادت والی آوازیں بھی' لیکن اپنے آقا و مولاؑ کی آواز نہ سنیں گے' کیا یہ کان ایک اور ہفتے کے لیے بے کار اور ضائع ہو جائیں گے؟

بھئی!

آنکھوں کو اللہ نے پیدا ہی اسی لیے کیا ہے کہ حجتِ خدا کی زیارت کی جائے اور کانوں کو اللہ نے اسی لیے تو قوتِ سماعت عطا کی ہے کہ حجتِ خدا کی آواز سنی جائے' جس مقصد کے لیے یہ آنکھیں اور کان بنائے گئے ہیں تو کیا ایک ہفتہ اور یہ ضائع اور بے کار رہیں گے' کیا ایک ہفتہ اور یہ معطل رہیں گے؟

یہ ایک ہفتے کا ندبہ ہوتا ہے یعنی اس ندبے کے درمیان آدمی کے دل سے یہ آواز نکل رہی ہو کہ آئندہ شبِ جمعہ تو یقیناً میرے آقاؑ اور مولاؑ کی غیبت کی آخری شبِ جمعہ ہو گی اور آئندہ شبِ جمعہ تو مجھے دعائے ندبہ پڑھنے کی ضرورت ہی شاید پیش نہ آئے۔

تو اب جس امام علیہ السلام کا اس شدت کے ساتھ آج کی رات اور کل کی صبح انتظار کیا جا رہا ہے کہ اس کے نہ آنے پر رویا جا رہا ہے' اس کے نہ آنے پر گڑگڑایا جا رہا ہے' وہ امام علیہ السلام اگرچہ ہر بے گناہ خون کا انتقام لینے والا ہے لیکن وہ اہم ترین خون جس کا انتقام امام علیہ السلام نے لینا ہے' وہ کربلا والوں کا خونِ ناحق ہے۔ اس لیے دعائے ندبہ میں بے شک آپ نے رو رو کر کہا' پکار پکار کر کہا کہ کہاں ہیں انبیاءؑ کے خونِ ناحق کا انتقام لینے والے؟

بے شک آپ نے وہاں کہا کہ کہاں ہیں انبیاءؑ کی اولاد کے خونِ ناحق کا انتقام لینے والے؟ لیکن جب امام علیہ السلام ظاہر ہوئے تو جس دن مکہ میں حجر اسود پر ایک ہاتھ رکھ کر' مقامِ ابراہیمؑ سے ٹیک لگا کر یا دیوارِ کعبہ سے ٹیک لگا کر جس وقت امام علیہ السلام اپنے ظہور کا خود علان کر رہے ہوں گے......

ایک اعلان تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کریں گے لیکن اس کے بعد جب اپنے ظہور کا اعلان خود امام علیہ السلام کریں گے تو وہ صرف ایک اعلان ہو گا کہ میں کربلا کا بدلہ لینے آیا ہوں' میں کربلا کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے آیا ہوں۔

بہرحال!

یہ تمہید میں نے اس لیے آپ کے سامنے پیش کی تا کہ پہلا جملہ' یعنی جو مجلس کا پہلا جملہ ہے وہ واضح ہو جائے۔

خود امام علیہ السلام اپنا مقصد یہ بیان کریں گے' باقی سارے جو مقاصد ہیں' وہ سب بعد میں آ رہے ہیں' کیوں کہ امام علیہ السلام ظاہر ہوں گے؟

اس کا مکمل بیان دعائے ندبہ میں موجود ہے جس میں فقط ناحق خون کا انتقام ہی نہیں ہے بل کہ اس کتاب وسنت کا قیام بھی ہے' جن کے اندر اللہ کی شریعت کو دوبارہ ایک نئی زندگی اور ایک نئی توانائی دیں گے' تمام بدعتوں کا خاتمہ کریں گے' عالم اسلام میں پیغمبرؐ اسلام کی آنکھ بند ہوتے ہی ظہور امام علیہ السلام تک جتنی تبدیلیاں لائی گئی ہیں' جو خلاف اسلام ہیں' ان سب کی اصلاح ہوگی۔

تو یہ سارا بیان ہر شب جمعہ دعائے ندبہ میں آپ پڑھتے ہیں اور رمضان کے تیس کے تیس دن دعائے افتتاح میں بھی آپ اسی چیز کو دہراتے ہیں۔ اس کو اپنے ذہن میں ہر وقت تازہ رکھیے گا کہ کربلا والوں کے ناحق خون کا انتقام امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کا اہم ترین مقصد ہے البتہ اس کے علاوہ بھی ایک لمبی فہرست ہے۔

دعائے افتتاح میں یہ تیس دن سنیے اور سال بھر ہر شب جمعہ کو بھی سنیے۔

خیر!

اب میں آتا ہوں اصل جملے کی طرف!

یہ اہم ترین مقصد ہے اسی لیے دعائے افتتاح کی لمبی چوڑی فہرست' ظہور کے بعد امام علیہ السلام نے نہیں دہرائی' نہ ہی دعائے ندبہ کی وہ لمبی چوڑی فہرست ظہور کے بعد امام علیہ السلام نے دہرائی ہے بل کہ ظہور کے بعد صرف ایک جملہ بیان کریں گے اور وہ یہ ہے کہ میں کربلا والوں کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے آیا ہوں۔

بہرحال!

ایک بات تو یہ ہوئی کہ سب سے اہم مقصد ظہور امام علیہ السلام کا کربلا والوں کے

خونِ ناحق کا انتقام لینا ہے البتہ صرف اور صرف یہی مقصد نہیں ہے بل کہ یہ اہم مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔

اچھا!

ظاہری طور پر بھی دیکھ لیجیے کہ جس وقت امام علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو اس وقت بھی دنیا کے حالات ایسے ہوں گے کہ اسلام کے لیے ایک بہت بڑی پریشانی اور مصیبت آئی ہوئی ہوگی' سفیانی کی شکل میں' اسلام کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ پیدا ہوا ہوگا اور یہ سارے رمز اور اشارے ہیں' ظہورِ امام علیہ السلام کے حالات' روایات میں رمز و اشارہ سے بیان ہوئے ہیں' کھل کر نہیں بتایا گیا کہ کون سی شخصیت کا کیا نام ہے۔

بہر حال!

ظاہری اعتبار سے بھی جب امام علیہ السلام آئیں گے تو اس وقت عالمِ اسلام کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو چکا ہوگا اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کے وجود کو مٹانے کی کوشش کی جائے گی۔ جو کچھ مدینہ کے حوالے سے رواتیوں میں ہے' مکہ پر بھی بہر حال حملہ تو ہوگا۔

یہ دوسری بات ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جب مقامِ بیداء پر ظالموں کا لشکر پہنچے گا۔ مقامِ بیداء وہ ہے جو فقہی کتابوں میں ایک لفظ آتا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ مسجدِ شجرہ جو مدینہ کے قریب ہے' وہاں سے جب احرام پہنو تو تلبیہ آہستہ آواز میں کہو اور جب مقامِ بیداء پر آؤ تو اپنے تلبیہ کی آواز کو بلند کرو۔ لیکن جدید سڑکیں جو بنائی گئی ہیں ان میں یہ مقام ایسا ہو گیا ہے کہ فی الحال ہم اس کی طرف جا ہی نہیں

سکتے ہیں اس لیے اس مستحب پر عمل نہیں ہو رہا لیکن وہی جگہ جہاں سے تلبیہ بہ آواز بلند کہنا مستحب ہے۔ یہاں پر پھر ایک بات عرض کر دی جائے کہ شہزادی کونینؑ کی مجلس ہو رہی ہے اس میں یہ موضوع نہ ہو تو ناممکن ہے البتہ اس کے لیے پوری ایک لمبی مجلس بعد میں آئے گی۔

بہر حال!

پھر بھی ایک جملہ!

میں چوں کہ کئی حج اور کئی عمروں کا عینی شاہد ہوں یعنی میں نے صاحبانِ ایمان کی ایک کثیر تعداد کو حج اور عمرہ کرتے دیکھا ہے اور ایک مسئلے کو میں وہاں بھی یاد کراتا ہوں اور یہاں بھی موقع مل رہا ہے تو متوجہ کراتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ تلبیہ کا جو جملہ ہے "لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ" یہ اپنا ایک خاص پس منظر بھی رکھتا ہے کہ کائنات میں پہلی بار کس نے یہ جملہ کہا؟

پوری اس کی ایک تاریخ ہے اور خود مکہ اور مدینہ کی زمین کے قریب پہنچ کر حج اور عمرہ کرنے والے میں ایک ایسی روحانی تبدیلی آتی ہے اور ایک ایسا جوش و خروش پیدا ہوتا ہے کہ یہ جملہ وہ لوگ بھی بڑی عقیدت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، جنھیں اس جملے کا پس منظر بھی معلوم نہیں ہے، جنھیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ جملہ سب سے پہلے آخر کس نے کہا اور کیوں کہا؟!

یہ بات آپ کو یہاں بیٹھ کر سمجھ میں نہیں آئے گی بل کہ جب آپ مدینہ اور مکہ کی سرزمین پر قدم رکھیں گے اس وقت "لَبَّیکَ" کہنے کا ایک عجب لطف اور ایک

اپنا ہی مزہ ہوگا لیکن ذہن میں یہ مسئلہ رکھیے گا کہ عورتوں کے لیے جو عام نمازوں کا حکم ہے وہی تلبیہ کا بھی حکم ہے۔

عام نمازوں میں کیا حکم ہے؟

عام حکم یہ ہے کہ ظہر و عصر کی نماز تو مرد و زن دونوں کو آہستہ آواز میں پڑھنی ہے اور مغرب، عشا اور فجر کی نماز مرد بلند آواز سے پڑھتے ہیں لیکن عورتیں آہستہ آواز میں ہی پڑھتی ہی ہیں۔

تو تلبیہ میں ایک ایسا ماحول بن جاتا ہے کہ سارا مجمع، دنیائے اِسلام کا منتخب مجمع کہ دنیا کے ہر علاقے کے لوگ وہاں پہنچتے ہیں، ان میں ایک ایسا جوش پیدا ہوتا ہے خصوصاً پہلی دفعہ حج اور عمرہ کرنے والوں میں کہ مردوں سے زیادہ عورتوں کی آواز بلند ہوتی ہے لیکن تمام مراجع عظام متفق ہیں اس بات پر کہ نامحرم اگر آواز سن سکتا ہے تو عورت کے لیے تلبیہ کو آہستہ آواز میں پڑھنا ضروری ہے اور آہستہ ہی پڑھنا چاہیے خصوصاً آج کل جو ماحول بن گیا ہے حج اور عمرے کا۔

آج کل کیا ماحول بن گیا ہے۔

آج کل ماحول یہ بن گیا ہے کہ لوگ (حج و عمرہ پر) الگ الگ یا اکیلے نہیں جاتے بل کہ عموماً قافلوں کی شکل میں جاتے ہیں اور قافلوں کے حج اور عمرے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک پڑھنے والا پڑھواتا ہے اور سارا مجمع اس کو دُہراتا ہے لیکن خواتین کے لیے اس مسئلے کا خیال کرنا بہت ضروری ہے اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ حج اور عمرے میں کچھ چیزیں ایسی ہیں، جن کا خاص عورتوں سے تعلق ہے اور عورتوں ہی کے

حوالے سے اس میں کچھ پابندیاں آئی ہیں لیکن یہ آج کا موضوع نہیں ہے' آج کا موضوع صرف یہ ہے کہ مقامِ بیداء وہ جگہ ہے' جہاں پہنچ کر مردوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں اور عورت بھی اگر نامحرم نہ ہو تو وہاں پر تلبیہ بلند آواز سے پڑھے۔ جس مسجد شجرہ میں ہم لوگ بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے ہیں وہ مجبوری کی وجہ ہے کہ آج کل مقامِ بیداء ہمارے راستے میں نہیں آتا۔ وہاں پر سفیانی کا لشکر زمین میں غرق ہوگا' زمین پھٹے گی اور سارا لشکر اس میں غرق ہوگا لیکن یہ وہ آدمی ہے جس کو اس سے پہلے بھی ایک آدھ شہر میں شکست ہوچکی ہے۔

یہ ایک پوری تاریخ ہے ہمارے سامنے۔

کون سی تاریخ؟!

جو ابھی بیان ہونے والی ہے۔

تو اس کو ایک آدھ شہر میں شکست ہوتی ہے' تو وہ شکست کھا کر بیٹھے گا نہیں بل کہ ایک دوسرا لشکر اس سے بھی بڑا تیار کر کے بھجوائے گا' تو مدینہ کو اگر اس کے لشکر نے تباہ کر دیا اور اگر مکہ اس کے ہاتھ سے بچ گیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ بچ گیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ فی الحال اس لشکر کو موت آگئی لیکن جو اُن کا لیڈر اور سردار ہے وہ اس سے بڑا لشکر اب بھجوائے گا' یہ صورتِ حال سامنے آئے گی کہ جس وقت ظہورِ امام علیہ السلام ہوگا۔

تو دو چیزیں ہمارے سامنے ہوں گی:

① پہلی چیز یہ کہ امام علیہ السلام کا سب سے بڑا' سب سے اہم مقصد ہے کربلا والوں

کے خونِ ناحق کا انتقام لینا۔

۲ دوسری چیز یہ ہے کہ ظاہری طور پر اس وقت کے حالات کے تحت سب سے بڑا خطرہ دمشق سے آنے والا لشکر ہے جو مدینہ کا تو نام ونشان مٹا چکا ہے' مکہ پر بھی وہ حملہ کرنے جا رہا ہے۔

تو یہ دو چیزیں ہیں۔

آج صرف تمہید بیان ہو رہی ہے۔

تو دو چیزیں!

اب ان دونوں چیزوں کا ایک ہی تقاضا ہے۔

وہ کیا ہے؟

وہ یہ کہ اگر امام علیہ السلام اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے کہ بھی پہلے اس وقت خانہ کعبہ کو بچانا ہے اور اس وقت مسلمانوں کو بچانا ہے' یہ فیصلہ کریں تو تب بھی امام علیہ السلام کو مکہ سے سیدھا دمشق جانا چاہیے اور مکہ سے سیدھا شام جانے کا ایک ایسا راستا ہے جو مدینہ سے گزرے بغیر ہے اور تھوڑا مختصر (short) بھی ہے اور یہ وہ وقت ہے کہ جس کا ایک ایک منٹ امام علیہ السلام کے لیے اہم اور قیمتی ہے۔ سفیانی کا اس سے بڑا ایک لشکر آنے والا ہے اور ایسے ہر آنے والے لشکر سے مقابلہ کرنا بے کار ہے' جب تک کہ ہیڈکوارٹر کو تباہ نہ کیا جائے۔ تو اگر ہیڈکوارٹر کو تباہ کرنا ہے تب بھی امام علیہ السلام کو مکہ سے نکل کر شام جانا چاہیے اور اگر یہ کہا جائے کہ نہیں' یہ سب وقتی باتیں ہیں جو امام علیہ السلام کا اصل مقصد ہے وہ کربلا کا بدلہ ہے تو تب بھی امام علیہ السلام کو مکہ سے نکل کر

کربلا جانا چاہیے۔

دو ہی تو باتیں ہمارے سامنے آئی ہیں کہ جیسے ہی ظہور امام علیہ السلام ہوا اس وقت دعائے ندبہ، دعائے افتتاح اور خود امام علیہ السلام کا پہلا خطبہ ان سب کو ذہن میں رکھ کر میرے ان جملوں کو سنیے کہ ان دونوں باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ چاہے ہم اسے اہم بات سمجھیں کہ اُس وقت کے خطرے کو پہلے دور کیا جائے اور چاہے ہم اس کو اہم بات سمجھیں جو حقیقت میں اہم بات ہے کہ کربلا کا بدلہ لیا جائے۔ دونوں کا مطلب یہ ہے کہ امام علیہ السلام کو بہر حال مکہ سے چل کر پہلے مدینے تو نہیں جانا چاہیے، یا پہلے شام جائیں یا پہلے کربلا جائیں لیکن تمام روایتیں اس ایک بات پر متفق ہیں کہ امام علیہ السلام پہلے نہ کربلا جائیں گے، نہ پہلے شام جائیں گے، اپنے اس جہاد میں کربلا بھی جائیں گے اور اپنے جہاد میں شام بھی جائیں گے لیکن سب سے پہلے نہیں جائیں گے جب کہ اس وقت کے حالات یہ آواز دے رہے ہیں کہ مولاؑ! آپؑ پہلے شام آیئے تا کہ فوری خطرہ جو خانۂ کعبہ کو ہے اسے دور کیا جائے یا پہلے کربلا آیئے تا کہ جو اصل مقصد آپؑ کے ظہور کا ہے، اسے پورا کیا جا سکے لیکن دونوں طرف پہلے نہیں جائیں گے۔ ساری روایات متفق ہیں کہ امام علیہ السلام پہلے مدینہ آئیں گے۔

اب یہاں پر رکیے اس لیے کہ پہلے وہ جملہ میں عرض کر دوں!

میں نے کہا کہ اس مسئلے پر ساری روایتیں متفق ہیں ورنہ ظہور امام علیہ السلام سے متعلق جو دوسرے مسئلے ہیں ان میں روایات مختلف ہیں اور یہ اختلاف روایات اگر ہمارے بچوں اور جوانوں کے ذہن میں آیا تو یہ یاد رکھیے گا کہ ظہور امام علیہ السلام کے

بارے میں جس انداز سے کتاب آپ کے سامنے لکھی جاتی ہے' کتاب لکھنے والا بے چارہ روایات کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھتا ہے تو جوانوں اور بچوں کو کسی پریشانی سے بچانے کے لیے جو اس نے ایک نظریہ قائم کیا ہے' آج کل جس انداز سے مجلسیں پڑھی جاتی ہیں' کیوں کہ ہماری مجالس میں اس کے لیے وقت نہیں ہوتا ہے کہ آدمی ایک مسئلے پر سارے اختلافی نظریات پیش کر کے ان کا خلاصہ مرتب کیا جائے' تو ایک ہی انداز سے بات کی جاتی ہے اور بالکل یہ میں نے کہا کہ جو ہمارا انداز ہے اس کے اعتبار سے یہ صحیح طریقہ بھی ہے علما کا اور کتاب لکھنے والوں کا بھی' لیکن ذہن میں رکھیے گا کہ امام علیہ السلام سے متعلق بھی بہت کم باتیں ایسی ہیں جن میں ساری روایات متفق ہیں۔ ان رواتیوں میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے اگرچہ یہ مثال میں کئی بار دے چکا ہوں۔ ایک بار اور دے دوں۔ مثلاً رواتیوں میں اس پر بھی اتفاق نہیں ہے کہ جس دن امام علیہ السلام ظاہر ہوں گے وہ جمعہ کا دن ہوگا یا ہفتہ کا دن۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔ رواتیوں میں اس میں اتفاق نہیں ہے کہ جس تاریخ کو امام علیہ السلام آئیں گے وہ عاشورۂ محرم کی تاریخ ہے یا تیئس رمضان ہے یا اس سے ہٹ کر کچھ اور ہے۔ رواتیوں میں اس میں بھی تھوڑا سا اختلاف نظر آتا ہے کہ جب امام علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو خانۂ کعبہ کے صحن میں کہاں ہوں گے؟

یہ ایک جملہ میں نے عرض کیا کہ ظاہر مکہ سے ہوں گے لیکن صحن کعبہ میں کہاں ہوں گے؟!

تو اب جس انداز سے حالات و واقعات آپ کے سامنے پیش کیے جا رہے

ہیں اس کا خلاصہ کبھی کبھار کچھ بچے اور نوجوان یہ نکالتے ہیں کہ اب ظہورِ امام علیہ السلام اتنا قریب ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مثلاً ہم امام علیہ السلام کے گیٹ سے باہر جائیں تو امام علیہ السلام وہاں پر موجود ہوں۔ جس انداز سے وہ روایتیں، وہ علامتیں، وہ واقعات پیش کیے جاتے ہیں، صحیح ہیں، جذبہ بھی ہونا چاہیے لیکن ذہن میں رکھیے کہ اس میں خود کلامِ امامؑ ہی میں کچھ اور باتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ یہ ایک الگ موضوع ہے، آج ضمناً یہ بات آ گئی تاکہ صرف آپ ایک انداز سے نہ سوچیں بلکہ اس کے علاوہ بھی چیزیں ذہن میں رکھیں اور شاید میری آخری مجلس میں تھوڑا سا ذکر اس کا اس لیے ہو کہ جب موضوع کا نتیجہ نکلے گا تو وہاں پر اس جملے کی ضرورت بھی پڑے گی۔

اب واپس آئیے!

بہرحال! یہ غیر متعلق ایک جملہ آ گیا تھا یہ فقط اس لیے۔

یہاں پر ایک چھوٹی سی مثال دے دوں!

جب ایک زمانے میں یہ بات پھیل گئی تھی کہ جی آج کل حکومتِ امامؑ جزیرۂ برمودا (Bermuda Triangle) کے علاقے میں موجود ہے تو کتنے سارے پڑھے لکھے اور سمجھدار لیکن محبتِ امامؑ میں بھرے ہوئے نوجوان، ان میں جوش پیدا ہوا کہ ہمیں وہاں جانا ہے، لیکن جن میں اتنا جوش پیدا نہ ہوا انھوں نے بھی اس Bermuda Triangle کو امام علیہ السلام کی رہائش (اقامت گاہ) کے اعتبار اتنے یقینی انداز سے سمجھ لیا کہ جیسے اس میں کسی قسم کے شک کی گنجایش ہی نہیں ہے کہ امام علیہ السلام وہاں پر رہتے ہیں لیکن یہ ساری کی ساری چیزیں وہ تھیں جو صرف جذبات

میں سامنے آئیں ورنہ Bermuda Triangle کا روایات سے تو کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ روایتوں میں تو دور دور تک اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے تو پھر اس کو ایک ایشو (issue) کیوں بنایا گیا؟

فقط اس لیے کہ وہاں جانے والے جہاز غائب ہو جاتے ہیں۔

اس سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ دنیا میں جہاں جہاں کوئی جہاز غائب ہو جائے وہاں پر امام علیہ السلام رہتے ہیں۔

یہ فقط کم علمی ہے لیکن میں نے کہا کہ جو چیز روایات میں نہیں ہے اس پر لوگوں کا اعتقاد اس قدر یقینی ہو گیا تھا کہ جب میں نے آج سے برسوں پہلے عرض کیا تھا کہ اس Bermuda Triangle کا امام علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے تو امام علیہ السلام کے موضوع سے دل چسپی رکھنے والوں میں سے اکثر اس کا بُرا مانا تھا جب کہ اس کا روایت سے بھی تعلق نہیں تو بہت سارے تو ایسے اختلافی مسئلے ہیں جو روایت ہی سے متعلق ہیں چناں چہ یہ بات ذہن میں رہے کہ محض ایک طرح کی روایتیں نہیں آئیں مل کر مختلف انداز سے آئی ہیں اور اس کا بھی ایک مقصد ہے ایسا نہیں ہے۔ وہ اپنی جگہ کہ ان میں کچھ صحیح ہیں اور کچھ غلط ہیں، یہ تحقیق کرنا ہو گی لیکن بعض اوقات دو صحیح حدیثوں میں بھی دو الگ باتیں بیان کی گئی ہیں اور ان کا ایک مقصد بھی ہے جس کے لیے میں نے کہا کہ شاید آخری مجلس میں تھوڑا اس کا تذکرہ ہو جائے کیوں کہ اس وقت کے کیلنڈر کے حساب سے آخری مجلس ولادت کی رات کو واقع ہو رہی ہو گی اس لیے وہاں یہ تذکرہ ہو سکتا ہے ابھی تو صرف اس جملے کا آپ سے جواب چاہیے۔

کیا جملہ؟

وہ جملہ یہ ہے کہ یا تو امام علیہ السلام کو شام آنا چاہیے یا کربلا آنا چاہیے لیکن جب امام علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو چند چیزیں جن میں کوئی اختلاف نہیں ہے ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ امام علیہ السلام سب سے پہلے مدینہ میں آئیں گے اور اگر صرف اتنا سا جملہ ہوتا کہ امام علیہ السلام پہلے مدینہ میں آئیں گے اور پھر مدینہ سے نکل کر کربلا یا شام جائیں گے تب بھی شاید میری وہ بات واضح نہ ہوتی۔

کون سی بات؟

وہ یہ بات کہ یہ سوال اپنے ذہن میں لائیے کہ امام علیہ السلام کیوں آئیں گے مدینہ؟!

اگر صرف اتنا ہوتا کہ امام علیہ السلام صرف مدینہ آئیں اور کربلا آئیں گے یا شام آئیں گے تو شاید بات واضح نہ ہوتی۔ کوئی آدمی کہہ دیتا کہ ہاں ہاں پہلے مدینہ میں کیوں نہ آئیں گے؟ اس لیے کہ مدینہ میں روضۂ رسولؐ توڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔ ابھی ابھی جو سفیانی کا لشکر نکلا ہے' جو عذابِ خدا کا نشانہ تو بن گیا لیکن جو ظلم اسے کرنا تھا' وہ تو کر چکا۔ روضۂ رسولؐ کو گرا دیا گیا' قبرِ رسولؐ کو توڑ دیا گیا' قریب قریب وہی مظالم ہوئے جو ۶۳ ہجری کے آخر میں یزید کی فوج نے مدینہ میں مسجدِ نبویؐ پر اور روضۂ رسولؐ پر کیے' تو امام علیہ السلام اس لیے مدینہ میں آئیں گے کہ اپنے جدؐ کی قبر کے عزت و احترام کو بحال کریں۔ جس کا خاتمہ ان ظالموں نے کیا' اگر فقط لفظ مدینہ آنا ہے تو یقیناً یہ بات اپنی جگہ ایک معقول بات تھی۔

لیکن نہیں!

انھیں روایتوں میں جن میں مدینہ میں آنے کا ذکر ہے اور آپ نے سنا کہ ہر روایت میں یہ ذکر ہے انھیں میں یہ بھی ہے کہ مدینہ آ کر کیا کریں گے امامؑ۔

اب میں ایک جملہ کہہ رہا ہوں اور یہ جملہ کہیں غلط فہمی پیدا نہ کر دے' میں بہت ڈرتے ڈرتے یہ بات کہہ رہا ہوں' اگرچہ میں عموماً مجلس کے شروع ہی میں معافی مانگ لیتا ہوں کہ اس قسم کے جو غلط جملے ہوں گے' وہ میری نیت کی وجہ سے نہیں ہوں گے بل کہ شاید اس وجہ سے ہوں گے کہ میں صحیح لفظ کا انتخاب نہ کر سکوں لیکن پھر بھی یہاں پر اور زیادہ مجھے احتیاط کرنا پڑ رہی ہے وہ یہ کہ جو ظالم قبر رسولؐ پر ظلم ڈھا کر گئے شاید اس ظلم میں بھی ایک فائدہ تھا۔

دیکھیے!

میں کیسے اس بات کو آپ کے سامنے بیان کروں کہ یہ بات بہت زیادہ توہین آمیز بھی نہ ہو' آج کل کے حالات میں کھل کر بھی نہ ہو اور آپ میری بات سمجھ بھی لیں۔

دیکھیے!

امامِ زمانہ علیہ السلام کا مشن جو ہے وہ کچھ اس انداز کا مشن ہے کہ شروع میں عالمِ اسلام امام علیہ السلام کو بہت ہی زیادہ محبت کے انداز میں اور گرم جوشی کے ساتھ خوش آمدید کہے گا' اس لیے کہ عالمِ اسلام اس وقت ہر طرف کچھ اتنے زیادہ ظلم و ستم برداشت کر رہا ہو گا کہ اسے ضرورت ہو گی' کسی نجات دہندہ کی' وہ تلاش کر رہا ہو گا کہ کوئی تو ایسا آئے جو ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔ عالم

اسلام شروع کے مرحلے میں امام علیہ السلام کا استقبال بڑی گرم جوشی کے ساتھ کرے گا لیکن اس کے بعد کیا ہوگا؟

ایک تو ویسے ہی انسان کا مزاج ہے جو قرآن کریم نے بتایا۔ قرآن کریم کے سورۂ مبارکہ فجر میں مزاج بیان ہوا ہے۔

کیا مزاج بیان ہوا؟!

ارشاد ہوا کہ یہ بڑا جذباتی ہے' سوڈے کے اُبال اور جھاگ کی طرح اس کے جذبات ہوتے ہیں۔ ابھی کسی سے ناراض ہے تو اگلے گھنٹے میں خوش ہو جائے گا۔ ابھی کسی سے خوش ہے تو اگلے گھنٹے کسی سے ناراض ہو جائے گا۔ جو آج زندہ باد ہے' وہ کل مردہ باد ہو جاتا ہے۔ جو آج مردہ باد ہے' وہ کل زندہ باد ہو جاتا ہے۔ حقیقتوں پر نگاہ کم لوگوں کی جاتی ہے۔ ذاتی طور پر اصل حقائق تک لوگ نہیں پہنچ پاتے۔ ظاہری حالات کو لوگ دیکھتے ہیں' جن ملکوں سے آپ آئے ہیں وہاں کی یہ کہانی تو ہے ہی لیکن ساری دنیا کا قریب قریب یہی مزاج ہے۔

قرآن کیا کہہ رہا ہے؟

فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ (سورۂ مبارکہ فجر: آیت ۱۵)

"انسان کو جب پروردگار اس طرح آزماتا ہے کہ اس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت دی۔"

وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي

أَهَانَنِ (سورہ مبارکہ فجر: آیت ۱۶)

"جب اسے اس طرح سے آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو بول اٹھتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کر دیا۔"

اللہ تعالیٰ تک کے بارے میں ہمارا مزاج یہ ہے کہ ابھی نعمت مل رہی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ نے میری عزت کی اور ابھی اسی اللہ کی طرف سے کوئی آزمائش اور امتحان آ گیا تو اسی اللہ کے خلاف زبان کھل گئی' اب اسی اللہ پر اعتراضات ہونے لگے۔

تو جو انسان اللہ تک کے لیے یہ مزاج رکھتا ہے کہ ابھی اللہ زندہ باد ہے اور ابھی اللہ مردہ باد ہو گیا (معاذاللہ) وہ انسان دوسروں کے بارے میں کیا مزاج رکھ سکتا ہے۔ کیا وہ امام معصوم علیہ السلام کے بارے میں یہ مزاج نہیں رکھ سکتا؟ زمانے کا امام علیہ السلام اگر عالم اسلام میں بالکل آغاز جہاد ہی میں کوئی ایسا قدم اٹھائے جو عالم اسلام کو پسند نہ آئے تو کتنا ہنگامہ ہوگا۔

دیکھیے!

بعد کے جہاد میں جا کر بھی یہ روایتوں میں ہے کہ جب امام علیہ السلام تبدیلیاں کریں گے مثلاً مقام ابراہیمؑ کو اس کی اصلی جگہ پر لے جائیں گے' یعنی خانہ کعبہ کی دیواریں توڑ کر صحیح کریں گے تو امام علیہ السلام کے خلاف کتنا ہنگامہ ہوگا۔

تو امام علیہ السلام آ رہا ہے' مردہ اسلام کو زندگی دینے آ رہا ہے' کتاب خدا اور سنتِ نبیؐ کو زندگی دینے آ رہا ہے۔ یہ امام علیہ السلام کے القاب میں سے ایک لقب ہے:

مُحی الکِتابَ وَ السُّنَّۃِ

"کتاب وسنت کو حیاتِ نو دینے والا ہے۔"

جب امام علیہ السلام خانۂ کعبہ کو ہاتھ لگائیں گے اور وہ بھی بہت بعد کے مرحلے میں، شروع میں تو عالم اسلام کو بہت برکتیں اور فائدے ملیں گے کہ یہ ظالم ختم، وہ دشمن ختم، اس خون بہانے والے کا خاتمہ، لیکن خانۂ کعبہ کو بہت بعد میں امام علیہ السلام ہاتھ لگائیں گے، اب جیسے ہی خانۂ کعبہ کو ہاتھ لگائیں گے تو وہی لوگ اعتراض کرنے لگ جائیں گے کہ یہ تو امام علیہ السلام ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ جملہ احتیاط سے سنیے گا!

سُفیانی کا خطرہ اپنی جگہ، یزید، ابن زیاد، شمر:

لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتْكَ وَ ظَلَمَتْكَ وَ سَمِعَتْ بِذٰلِكَ وَ رَضِيَتْ بِهٖ

اس کا مسئلہ اپنی جگہ، امام علیہ السلام کے خیال میں، امام علیہ السلام کے عقیدے میں ان سب سے زیادہ ضروری کام کوئی اور ہے اور وہ کام ایسا ہے جس کا تعلق خانۂ خدا کی دیواروں سے ہے، اس کو امام علیہ السلام نے ذرا سا تبدیل کیا بہت بعد میں جا کر، جب عالم اسلام نے امام علیہ السلام کی عظمت کو پہچان لیا۔ انھیں امام نہیں مانا لیکن اپنا محسن مانا، اسے برداشت نہ کر سکے تو اب اگر بالکل ابتدائی مرحلے میں، ابھی تو امام علیہ السلام نے کوئی جہاد نہیں کیا لیکن امام علیہ السلام کا عقیدہ امام علیہ السلام کو مجبور کر رہا ہے کہ پہلے روضۂ رسولؐ میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں۔

اب امام علیہ السلام کا یہ عقیدہ ہے کہ کربلا کا انتقام بعد میں ہے، سُفیانی بعد میں ہے لیکن اپنی دادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر ڈھائے جانے والے مظالم

کا بدلہ پہلے' اتنا پہلے کہ کربلا سے بھی پہلے اور اتنا پہلے کہ سُفیانی سے بھی پہلے' اس کے لیے امام علیہ السلام کو پہلے مدینے آنا ہے اور مدینے میں آ کر فقط روضۂ رسولؐ کو نہیں بنانا بل کہ روضۂ رسولؐ کو کچھ توڑنا بھی پڑے گا' کچھ تبدیلی کرنا پڑے گی جس کے لیے امام علیہ السلام کو اقدام کرنا پڑے گا۔

اب اگر یہ روضۂ رسولؐ اس طرح سے بنا ہونا جیسے سالوں سے بنا چلا آ رہا ہے تو امام علیہ السلام یہ اقدام کسی اور کام کے لیے کرتے لیکن سُفیانی کے اس ظلم کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قبر رسولؐ یا روضۂ رسولؐ پہلے سے توڑا جا چکا ہے' امام علیہ السلام کو کسی کدال کے چلانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

بہت ساری چیزیں ان ظالموں کی وجہ سے واضح ہو گئی تھیں چناں چہ اب جو امام علیہ السلام کا جہاد شروع ہو رہا ہے وہ ہے حضرت سیدہؑ پر ہونے والے مظالم کا انتقام لینا' بدلہ لینا لیکن وہ اس انداز سے نہ ہو کہ عالم اسلام کو ہنگامہ کرنے کا کوئی راستہ نہ ملے' تو ظالموں کے ظلم کی وجہ سے وہ جو ہنگامے کا خطرہ تھا وہ ختم ہو گیا لیکن امام علیہ السلام کا پہلے مدینے میں آنا اور قبر رسولؐ کو بنانے سے پہلے اس میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا یہ دلیل اس بات کی ہے کہ سُفیانی کے خطرے سے بڑا امام علیہ السلام کے مشن میں حضرت سیدہؑ پر ہونے والے مظالم کا انتقام ہے' کربلا کے انتقام سے بڑا حضرت سیدہؑ کا انتقام ہے۔

تو حضرت سیدہؑ پر ہونے والے مظالم کا انتقام سُفیانی سے جہاد سے بڑا ہے۔ یہ بات تو لوگوں کی سمجھ میں آ رہی ہے لیکن کربلا سے بھی بڑا یہ انتقام کیوں ہو گیا؟!

کربلا بعد میں ہے' مدینہ پہلے ہے' مدینہ میں پہنچ کر آخر ظالموں سے انتقام کیسے لیا گیا؟

وہ آپ خود ہی سمجھ جائیں لیکن اس میں جو دو باتیں کہنا تھیں اور ان میں سے دوسری بات میرے اس سلسلۂ مجالس کا عنوان ہے۔

پہلی بات یہ کہ کربلا میں جو کچھ ہوا وہ مدینہ ہی کا نتیجہ تھا' کربلا کا کوئی ظلم ایسا بتایئے جو مدینہ میں حضرت سیدہؑ پر نہ ڈھایا گیا ہو' کربلا کا ہر ظلم کربلا میں ذرا بڑے پیمانے پر ہوا لیکن آغاز مدینہ سے ہوا۔

دوسری بات یہ کہ سب سے پہلے امام علیہ السلام مدینہ میں کیوں آئے؟

سب سے پہلے امام علیہ السلام مدینہ میں دو وجوہات کی بنا پر آئے:

① کربلا کا بدلہ لینا ہے اور کربلا کا بدلہ لیا جائے گا حضرت سیدہؑ کے قاتلوں سے آغاز کر کے' یہ پہلے (مجرم) ہیں اور وہ بعد میں۔ انھوں نے ظاہرا ظلم کیا' انھوں نے تلوار تیار کر کے اُن ظالموں کے ہاتھ میں پکڑائی۔ یزید نے بظاہر تختِ حکومت پر بیٹھ کر قتلِ حسینؑ کا حکم جاری کیا' مگر کچھ ایسے لوگ کہ جنھوں نے یزید کو تختِ خلافت پر بیٹھنے کا موقع دیا (بل کہ اس کا باقاعدہ اہتمام کیا حالاں کہ اس کے بارے میں احادیث پیغمبر موجود تھیں [مسیحؑ])۔

② دوسری وجہ یہ کہ امام علیہ السلام آ گئے' امام علیہ السلام ظاہر ہو گئے' امام علیہ السلام نے غیبت کے پردے ہٹا دیئے' امام علیہ السلام نے اپنا جہاد شروع کر دیا مگر امام علیہ السلام سب سے زیادہ احسان مند ہیں اپنی دادی حضرت سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے' لیکن دادیؑ اور پوتےؑ کے رشتے سے ماسوا بھی سب سے زیادہ احسان مند ہیں حضرت سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے' اس لیے کہ تیرہ معصومین علیہم السلام میں سب سے زیادہ تیاری امام زمانہ علیہ السلام کے لیے شہزادیِ کونینؑ نے کروائی

ہے امامِ زمانہ علیہ السلام کے لیے سب سے اہم اور سب سے بڑی تیاری حضرت سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے کرائی ہے۔

شہزادیٔ کونینؑ کی اٹھارہ سال کی مختصر زندگی جو برابر دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے نو سال باپ کے گھر میں رہیں' نو سال شوہر کے گھر میں رہیں۔ اس اٹھارہ سالہ زندگی کو ایک مرتبہ میرے اس جملے کی روشنی میں سنیے گا کہ اٹھارہ سالہ زندگی آنے والے امام علیہ السلام کے ظہور کی تیاری ہے' آنے والے امام علیہ السلام کے لشکر کی تیاری ہے۔

تو اب جیسے امام علیہ السلام ظاہر ہوئے اور امام علیہ السلام کو ایک لشکر ملا اور سب سے زیادہ احسان مند امام علیہ السلام اپنی اس دادیؑ کے ہیں کہ اے میری جدہؑ! آپؑ نے جو تیاری کروائی تھی' اس کی وجہ سے آج یہ لشکر تیار ہے' چناں چہ سب سے پہلے خراج عقیدت یا احسان کی وجہ سے شکریہ ادا کرنے کے لیے زمانے کا امام علیہ السلام مدینے میں حضرت سیدۂ کونینؑ کی قبر پر پہنچا اور پھر وہاں سے اپنے جہاد پر چلا۔

تو دو باتیں!

پہلی بات کہ سفیانی کا خطرہ سامنے ہے' ارے عالمِ اسلام کو اس سے بچاؤ مگر امام علیہ السلام نے کہا: پہلے میں اس کا شکریہ ادا کر کے آ جاؤں کہ جس کی وجہ سے آج مجھے یہ لشکر ملا اور میری غیبت کے پردے ہٹے' پھر میں جا کر اس خطرے کا مقابلہ کروں گا۔

ارے!

امام علیہ السلام سے کہنے کو دل چاہتا ہے کہ مولاؑ! کربلا جا کر بدلہ لیجیے۔

کہا: کربلا بعد میں جاؤں گا' پہلے ان سے نمٹ لوں جنھوں نے کربلا کے ظالموں کے لیے تمہید کا کام کیا ہے اور کربلا کے ظالموں کو تیار کیا ہے۔

یہ والا جملہ تو آپ مجالس میں سنتے ہیں۔

اب آیئے!

وہ جملہ کہ یہ کہاں سے پتا چلا؟

شہزادیؑ کی اٹھارہ سالہ زندگی میں بھی بظاہر ہمیں کوئی جملہ ایسا نظر نہیں آتا جس سے یہ لگ رہا ہو کہ شہزادیؑ اور امامِ زمانہ علیہ السلام کے حالات میں کوئی ربط ہے لیکن میں جملہ اتنا بڑا کہہ گیا کہ شہزادیؑ کی اٹھارہ سالہ زندگی گواہ ہے اس بات کی کہ سب سے بڑی تیاری زمانے کے امام علیہ السلام کے لیے شہزادیؑ نے کرائی۔

بہرحال!

موضوع یہی ہے کہ شہزادیِ کونینؑ امامِ زمانہ علیہ السلام کے لیے تیاری' لیکن آج اتنی تمہید کے بعد مجلس کے آخر میں جو جملے آئے ہیں ان کے حوالے سے دو باتیں عرض کروں:

پہلی بات یہ کہ ہر معصوم علیہ السلام کے لشکر میں ایسے سپاہیوں کی ضرورت ہوتی ہے جو موت سے نہ ڈریں' جو موت سے نہ گھبرائیں۔

موت کا خوف' قبر کا خوف' میں نے مجلس کے شروع میں کہا تھا کہ مہد اور لحد' کے لیے رواجتوں میں شبِ جمعہ اور جمعہ کی ذمہ داری یہ قرار دی گئی کہ قبرستان میں جا کر قبروں کو دیکھا کریں اس لیے کہ یاد رہے کہ ایک دن تمہیں بھی قبر میں جانا ہے'

اپنے عالی شان مکانوں کو دیکھو اور قبر کی تنگ اور تاریک کوٹھڑی کو دیکھو۔

یہ بھی ایک ایسا موضوع ہے کہ پیغمبرؐ اسلام سے لے کر گیارھویں امام علیہ السلام تک کوئی معصوم علیہ السلام ایسا نہیں ہے جس نے اپنے چاہنے والوں کو موت یاد نہ دلائی ہو' جس نے اپنے چاہنے والوں کو قبر یاد نہ دلائی ہو جس کو بھی موقعہ ملا اس نے براہِ راست کہا کہ موت کو یاد کرو۔

مولا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا بَعْدَ الْمَوْتِ أَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ

''موت بھی سخت ہے لیکن موت کے بعد تو اس سے بھی سخت مراحل آرہے ہیں کیوں کہ تمھاری قبر:

إِمَّا رَوْضَةٌ مِن رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِن حُفَرِ النَّارِ

ایک ہی قبر ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائے یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جائے۔''

بہرحال!

جس امامِ معصوم علیہ السلام کو بھی موقع ملا اس نے براہِ راست لوگوں کو قبر یاد دلائی اور جسے ایسا موقع نہیں ملا' کس وجہ سے' اس نے دعاؤں کے ذریعے سے قبر یاد دلائی۔ چاہے وہ دعائے کمیلؒ ہو' چاہے وہ دعائے عرفۂ امامِ مظلومؑ ہو اور چاہے وہ صحیفۂ کاملہ کی دعائیں ہوں' قبر کے موضوع سے بھری پڑی ہیں۔ تو ہر معصوم علیہ السلام نے یاد دلایا قبر کو' چاہے براہِ راست' چاہے دعاؤں کے ذریعے' چاہے خطبات کے ذریعے

سے اور چاہے صحیفۂ کاملہ کے ذریعے سے اور چاہے اپنے گھر میں قبر بنا کر۔ لیکن جس انداز سے شہزادی کونینؑ نے قبر کو یاد دلایا وہ بہت منفرد ہے۔ وہ اس طرح کہ پہلے تو موت کا خوف دلوں سے نکال دیا اس لیے کہ پہلے مرحلے میں موت سے اگر ڈرا دیا جائے تو آدمی ویسے ہی مرنے سے گھبراتا ہے لیکن شہزادیؑ نے موت کا ڈر دلوں سے نکالا۔

یہ طریقہ ذرا مختلف ہے باقی معصومین علیہم السلام سے۔

وہ کیسے؟

ڈر کیسے دلوں سے نکالا؟

جیسا میں نے ایک جملہ کہا تھا نعمتوں کے لیے کہ بیماری دیکھ کر انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ میرا امتحان لیا جا رہا ہے لیکن اگر کوئی قابل ترین ہو جب بھی آپ ڈاکٹر کے ہاں گئے اس نے ٹیسٹ لکھ کر دیا۔ سارے ٹیسٹ clear آئے' کوئی نہیں کہتا کہ ارے! یہ کوئی میری آزمائش نہیں ہے؟! بہت کم کوئی ایسا نظر آئے گا' وہی مسئلہ موت کا ہے' یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ بھئی مرنا برحق ہے' ہر ایک کو مرنا ہے لیکن شہزادیؑ نے موت کو ایک ایسی پُرکشش چیز بنا دیا کہ موت کو سن کر مسکرائیں۔

دیکھیے!

سیرت کی کتابوں میں سب سے پہلے یہ واقعہ آپ کو شہزادیؑ کے ہاں ملے گا کہ بعد وفاتِ رسولؐ کسی نے جب پوچھا تھا کہ آخری وقت میں باپ بیٹی میں کیا باتیں ہو رہی تھیں' ہم نے دیکھا تھا کہ آپؑ پہلے روتی تھیں اور پھر مسکراتی تھیں۔

فرمایا: میں روتی اس بات پر تھی کہ باباؐ نے کہا تھا کہ بیٹی اب میں دنیا سے جا رہا ہوں۔

مسکراتی کیوں تھیں؟

فرمایا: باباؐ نے کہا تھا کہ بیٹی مجھ سے سب سے پہلے تم ملاقات کرو گی۔

دیکھیے!

دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ بیٹی! سب سے پہلے تجھے موت آئے گی۔ یہی مقصد ہوا نا، کہ موت آئے گی، لیکن موت کے ساتھ بیٹی کا مسکرانا۔

اچھا!

کیوں مسکرا رہی ہیں؟

اس لیے مسکرا رہی ہیں نا، کہ موت کا مطلب یہ ہے کہ میری اپنے باباؐ سے ملاقات ہو گی، یہی تو اس مسکراہٹ کا مقصد ہے۔ یہی پیغام تو آپ کے لیے بھی ہے اور یہی پیغام تو لشکر امامِ زمانہ علیہ السلام کے لیے ہے کہ امام علیہ السلام کو وہ ساتھی چاہئیں جن کے دلوں میں موت کا خوف نہ ہو لیکن اب موت کا خوف دلوں سے نکلے کیسے؟

کہا: ایسے نکلے کہ اس لشکر میں شامل ہو جاؤ اگر زندہ رہے تب بھی تم کام یاب ہو، امامِ زمانہ علیہ السلام کی حکومت میں رہو گے اور اگر مر گئے تب بھی تم کام یاب ہو اس لیے کہ تیرہ معصومین علیہم السلام کی صحبت میں پہنچ جاؤ گے۔

تو وہ جو شہزادیؑ کی مسکراہٹ ہے کہ موت کا نام سن کر وہ ایک موت کا فلسفہ بیان کر رہی ہے جس کا تعلق آج کل سے بھی ہے کہ آج اگر موت آ گئی تو موت کا مطلب رسولؐ خدا کے پاس جانا۔

کچھ لوگ مدینہ میں روضۂ رسولؐ کے پاس جاتے ہیں، وہ ہیں جن کو موت نہیں آتی اور کچھ لوگ ہیں جو جنت الفردوس میں پیغمبرؐ کے پاس براہِ راست پہنچ جاتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو موت کے جہاز پر سواری کر کے وہاں جاتے ہیں۔

تو شہزادیؑ نے پہلے تو موت کا تصور واضح کیا کہ ہر موت قبر اور قیامت نہیں ہے، ہر موت فشارِ قبر نہیں ہے، ہر موت تاریکی اور تنہائی نہیں ہے بلکہ ایک وہ بھی موت ہے جو تمہیں رسولؐ خدا سے ملانے والی ہے، ایک وہ بھی موت ہے جو تمہیں علی مرتضیٰ علیہ السلام سے ملانے والی ہے، ایک وہ بھی موت ہے جو تمہیں امام حسین علیہ السلام اور شہید کربلاؑ کی صحبت میں لے جانے والی ہے۔

تو پہلے تو یہ بتایا کہ ہر موت سے ڈرنے والے تو دوسرے ہوں گے لیکن آلِ محمدؐ کے ماننے والوں کے سامنے موت کا ایک یہ بھی تصور ہے جو آج کے حوالے سے بھی ہے اور لشکر امام علیہ السلام کے حوالے سے بھی ہے۔

اب بس دوسری بات سنیے اور آج کی مجلس اختتام کو پہنچے!

دوسری بات!

وہ یہ ہے کہ یہ تو بہرحال شہزادیؑ نے موت کا خوف دلوں سے نکالا کہ کیوں ڈر رہے ہو؟ موت تو تمہیں وہاں لے جانے والی ہے جس کی تمنا میں ساری زندگی لوگ تڑپتے رہتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ بلا لو مجھے، لیکن وہ تو مکہ اور مدینہ بلا لو نہیں بلکہ اب تم صاحبِ مدینہؐ کی بارگاہ میں جا رہے ہو، صاحبِ نجفؑ کی بارگاہ میں جا رہے اور صاحبِ کربلاؑ کی بارگاہ میں جا رہے لیکن پھر وہ بات ہمارے سامنے آ گئی اور آج کی مجلس ختم۔

وہ کیا بات ہے؟

موت وہ ہے جو مسکراہٹ لے کر آتی ہے اس لیے کہ تم کربلا جاؤ' ہم شہید کربلاؑ کے پاس جارہے ہیں' تم نجف جاؤ' ہم مولائے نجفؑ کے پاس جارہے ہیں' تم مدینہ میں جاؤ' ہم سرکار مدینہؐ کے پاس جارہے ہیں۔

فرق ہے نا دونوں چیزوں میں لیکن مسکراہٹ کے ذریعے بتایا کہ موت کے کہتے ہیں مگر یہ موت کب ملے گی؟

شادی ہو چکی شہزادی کونینؑ کی' اب وہ وقت آیا کہ جب دنیاوی اور ظاہری اعتبار سے مولاؑ شہزادیؑ کے کمرے میں داخل ہوئے' اب یہ چوں کہ ایک ہی نور کے اُجالا ہیں تو ان پر اُن چیزوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا جو ہمارے اور آپ کے گھرانوں میں ہوتا ہے لیکن بہرحال ظاہری اعتبار سے انھوں نے مختلف رشتوں میں زندگی گزاری۔

اب شادی کے بعد دولھا گویا دُلھن کے پاس آرہا ہے' یہ شادی کی پہلی رات کے پہلے مرحلے کا ذکر ہے۔ تو مولاؑ جب داخل ہوئے تو دیکھا کہ شہزادیؑ تشریف فرما ہیں اور چہرے پر پریشانی کے آثار ہیں۔

مولا علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بنتِ رسولؐ! یہ تو ایسا موقع ہوتا ہے کہ ہر لڑکی یا ہر دُلھن اس وقت خوش ہوتی ہے مگر آپؑ کے چہرے پر اتنی پریشانی کیوں ہے؟

فرمایا: ہاں! میں پریشان ہوں مگر پریشان اس بات پر ہوں کہ میں نے زندگی کا ایک حصہ باپ کے گھر میں گزارا اور آج میں شوہر کے گھر آئی ہوں' آج سے میری نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے لیکن ایک بات میں سوچ رہی ہوں کہ جب میری

زندگی کا تیسرا مرحلہ آئے گا اور جب مجھے قبر میں جانا پڑے گا تو اس کے لیے بھی کچھ تیاری ہونی چاہیے۔

اے ابوالحسنؑ! ایسا کیوں نہ کریں کہ اس قبر کی تیاری کے لیے اس نئی زندگی کا آغاز ہم نماز سے کریں۔

یہ کہہ کر شہزادیؑ نے اور مولاؑ نے وہ ساری رات عبادت میں گزاری (صلواۃ)۔

ذکرِ مصائب: حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ثانی زہرا سلام اللہ علیہا کو وصیت

تو ساری رات عبادت میں گزاری۔

شہزادیِ کونینؑ نے موت کا اصلی فلسفہ بتایا کہ موت تو مسکرانے والی چیز ہے۔ موت ایسی چیز ہے جو تمہیں شہیدِ کربلاؑ سے ملائے گی' لیکن پھر یہ بھی بتا دیا کہ وہ کیسی موت ہے جس کے لیے انسان زندگی میں تیاری کر کے جاتا ہے' جس کے لیے انسان اپنے ساتھ کچھ سامان لے کر جاتا ہے۔

شہزادیِ کونینؑ کی ساری زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ شہزادیؑ اپنے چاہنے والوں اور اپنے ماننے والوں کو تیاریاں کرواتی رہیں۔ کربلا کی تیاری بھی شہزادیؑ نے کروائی' امامِ زمانہ علیہ السلام کے لشکر کی تیاری بھی شہزادیؑ نے کروائی' قبر میں جو جو ہونے والا ہے' اس کی تیاری بھی شہزادیؑ نے کروائی۔

یہ ساری تیاریاں جو شہزادیؑ نے کروائیں ان میں سے قبر کے حوالے سے ایک بات آج آ گئی لیکن امامِ زمانہ علیہ السلام کے حوالے سے بات کل آئے گی۔

بس!

اب کربلا کے حوالے سے سنیے!

حضرت سیدہؑ نے کربلا کے حوالے سے جو تیاریاں کروائیں وہ محض یہاں تک نہیں ہیں کہ خطبہ زہراؑ ہمارے پاس ہے' جو شہزادی کونینؑ کا دربار میں خطبہ ہے اس کا راوی کون ہے؟

اس کے راوی وہ سارے لوگ ہیں جو دربار میں تھے۔ ہم تک یہ کس کے ذریعے سے پہنچا؟

اس کی پہلی راویہ شہزادی کونینؑ کی بڑی بیٹی حضرت ثانی زہرا سلام اللہ علیہا ہیں جو اپنی والدہؑ کے ساتھ اس وقت تھیں' جن کو شہزادیؑ اپنے ساتھ لے کر گئیں۔

یہ تاریخ کا جملہ ہے کہ حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے آ کر اپنی والدہؑ کا وہ سارا خطبہ ہمیں آ کر دیا جب کہ اس وقت تو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے یہ بھی نہ کہا تھا کہ زینبؑ بیٹی جو میں کہہ رہی ہوں' اس کو یاد کرتی جاؤ لیکن پھر بھی حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے وہ خطبہ یاد کیا' یاد رکھا اور ہم تک پہنچایا' تو جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو خاص طور پر بلا کر کہا گیا کہ زینبؑ! میری اس وصیت کو تو یاد رکھنا' اسے حضرت زینب سلام اللہ علیہا کیسے بھلا سکتی ہیں؟

تو شہزادیؑ شادی کے موقع پر قبر یاد دلا رہی ہیں۔ چاہنے والوں کو اور اپنی شہادت کے موقع پر کربلا کو یاد کر رہی ہیں چناں چہ یہ دو روایتیں ہیں' کہیں سات رجب کو اور کہیں چار شعبان کو حضرت عباس علمدارؑ کی ولادت کا جشن منایا جاتا ہے۔ میں نے کتابوں میں تو نہیں دیکھا مگر میرے اُستاذ مرحوم خطیب آلِ محمدؐ سید اظہر حسن زیدی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ یہ روایت اکثر پڑھا کرتے تھے کہ جب

مولاؑ کو یہ خبر ملی کہ مولاؑ! مبارک ہو کہ آپؑ کے ہاں بیٹا ہوا ہے تو میرے مولاؑ نے شکرانے کا سجدہ مسجدِ نبویؐ میں ادا کیا اور پھر گھر آئے حضرت اُمّ البنینؑ کے حجرے میں، دیکھا کہ حضرت اُمّ البنینؑ کے پہلو میں بیٹا ہے، بیٹے کو اُٹھایا، گود میں لیا، چہرہ دیکھا اور کہا: یہ بیٹا تو ویسا ہی ہے جیسا میں چاہتا تھا۔

تو پہلا جملہ تو یہ ہے کہ بیٹا تو ویسا ہی ہے جیسا میں چاہتا تھا لیکن اس کے بعد جب یہ کہا کہ یہ میرا وہ بیٹا ہے جس کے لیے رسولؐ اللہ مجھے وصیت کر گئے تھے کہ اس کا نام عباسؑ رکھنا، میں اِس کا نام عباسؑ رکھتا ہوں۔

بس!

جیسے ہی لفظ عباسؑ سنا، ایک مرتبہ حضرت ثانی زہراؑ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا آگے بڑھیں، اس وقت حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی عمر قریب بیس اور پچیس سال کے درمیان تھی اور باپ سے تصدیق کرائی کہ بابا! کیا میرے اس بھائی کا نام عباسؑ ہے؟!

مولاؑ نے فرمایا: ہاں زینبؑ! اسی کا نام عباسؑ ہے۔

عرض کیا: بابا! لایئے ذرا میرے بھائی کو میری گود میں تو دے دیجیے۔

عزادارو!

عباسؑ کو گود میں لیا اور ایک بار حضرت عباس علیہ السلام کے کان پر منہ رکھ کر کچھ کہنے لگیں۔

مولاؑ نے فرمایا: زینبؑ! اتنی جلدی کس بات کی ہے؟ یہ تیرا بھائی ہے، تیرے پاس ہی یہ رہے گا جو باتیں کرنا ہیں بعد میں کر لینا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: بابا! میں اس وقت اپنے بھائی سے کوئی بات نہیں کر رہی بلکہ اس وقت تو میں ایک امانت ادا کر رہی ہوں اور وہ امانت یہ ہے کہ جس صبح میری ماں دنیا سے گئی تھیں' اس وقت مجھے قریب بلایا تھا اور فرمایا تھا: زینبؑ بیٹی! تیرا ایک بھائی عباسؑ پیدا ہوگا' جب وہ پیدا ہو تو اپنے بھائی کے کان میں کہنا: عباسؑ! فاطمہ زہراؑ تمہیں سلام کہتی ہیں۔ بابا! میں نے اماںؑ کا سلام بھیا کو پہنچایا۔

عزادارو!

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی یہ ایک حدیث وصیت نہیں تھی بلکہ دو وصیتیں تھیں۔

عاشور کی سہ پہر آ گئی' آخری رخصت کے لیے حضرت امام حسین علیہ السلام در خیمہ پر آئے اور فرمایا: زینبؑ بہن! میرا الوداعی سلام لو۔

بس!

یہ جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے سنا تو آگے آئیں۔

کہا: بھیا! ذرا گلے پر سے یہ عمامے کا کپڑا تو ہٹائیے۔

امام علیہ السلام نے عمامے کا کپڑا ہٹایا تو زینبؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے گلے کا بوسہ لینا شروع کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بہن زینبؑ! بوسہ لینے کا یہ کون سا وقت ہے؟

کہا: بھیا! اماںؑ کی وصیت پر عمل کر رہی ہوں' اماںؑ نے کہا تھا کہ بیٹی زینبؑ میں نہ ہوں گی' میری نیابت میں میرے لالؑ کے اس گلے کا بوسہ لینا جس پر

قاتل کا خنجر چل جائے گا۔

بس عزادارو!

ماںؑ کی وصیت پر عمل ہوا' اُدھر امام علیہ السلام نے فرمایا: زینبؑ! اب تم بھی ذرا شانے سے ردا کو ہٹاؤ۔

زینبؑ نے چادر کو ہٹایا' مولا حسین علیہ السلام جھکے' بہن کے بازوؤں کا بوسہ لیا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: بھیا! اس کا کیا راز ہے؟

فرمایا: میں یہ باباؑ کی وصیت پر عمل کر رہا ہوں' اکیس رمضان کو باباؑ نے مجھے بلایا تھا اور کہا تھا: بیٹا حسینؑ! کربلا میں میری زینبؑ کے ان بازوؤں کا بوسہ لینا جن میں رسیاں باندھ کر کبھی بازاروں میں پھرایا جائے گا' کبھی درباروں میں لے جایا جائے گا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۹۷)

"اور (راستا کے لیے) زادِ راہ مہیا کرلو اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔"

سیرتِ سیدہؑ اور امامِ زمانہؑ کے لیے تیاری!

یہ وہ عنوان ہے کہ جس پر کم سے کم شہادت کی رات تک تو ان شاء اللہ ہماری مجالس کا سلسلہ جاری رہے گا اس کے بعد شبِ ولادت کو دیکھا جائے گا کہ کس عنوان کا انتخاب کیا جائے۔

بہرحال!

ان شاء اللہ سیرتِ سیدہؑ کی روشنی میں امامِ زمانہ علیہ السلام کی تیاری کا جو عنوان ہمارے سامنے آرہا ہے اس پر اب مسلسل گفتگو ہوگی۔

میری ایک عادت ہے کہ عشرۂ مجالس میں کسی ایک آیت کو سرنامہ کلام قرار نہیں دیتا ہوں بلکہ مختلف آیات کی تلاوت کرتا ہوں لیکن فی الحال ایک آدھ دن

کے لیے سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے جو آج میں نے تلاوت کی ہے اور جس کا خلاصہ کل رات کی مجلس کے آخر میں آ گیا تھا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ جب ہم شہزادیِ کونینؑ کی اٹھارہ سالہ زندگی کو دیکھتے ہیں تو یہ زندگی بس ایک لفظ میں سمٹ جاتی ہے اور وہ ہے تیاری' یہ مختلف حوالوں سے' مختلف انداز سے مختلف آنے والے واقعات کی تیاری' شہزادیِ کونینؑ نے اپنے ماننے والوں کو قیامت کی تیاری بھی کروائی' شہزادیِ کونینؑ نے اپنے ماننے والوں کو قبر کی تیاری بھی کروائی' شہزادیِ کونینؑ نے اپنے ماننے والوں کو کربلا کی تیاری بھی کروائی' شہزادیِ کونینؑ نے اپنے ماننے والوں کو تربیتِ اولاد کی تیاری بھی کروائی اور شہزادیِ کونینؑ نے اپنے اس پوتےؑ کے لیے جو آ کر انتقامِ خونِ شہدا لے گا' جو آ کر حضرت سیدہؑ پر ہونے والے مظالم کا بدلہ لے گا' اس کی تیاری بھی کروائی۔

بہرحال!

وَ تَزَوَّدُوْا

''تیاری کرو' سامان جمع کرو۔''

کون سی تیاری؟!

فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

''یاد رکھو جس تیاری کے لیے اللہ ارشاد فرما رہا ہے اس کے لیے صرف تقویٰ ہی کام آئے گا۔''

وَ اتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۹۷)

"اے عقل رکھنے والو! مجھ سے ڈرتے رہنا۔"

یہ تیاری جس کا تعلق تقویٰ سے ہے' یہ تیاری وہ ہے جو ظہور امام علیہ السلام کے بعد ان لوگوں کے کام آئے گی جو لشکر امام علیہ السلام میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔

یہاں پر پہلے تو ایک مختصر سی بات اور پھر آج کا موضوع۔ وہ یہ ہے کہ کوئی بھی جہاد کیا جائے' وہ جہاد اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا' جب تک کہ مجاہدین کے دل سے موت کا ڈر اور خوف نہ نکل گیا ہو۔

کائنات کی تاریخ میں آپ جتنے بھی لشکر دیکھیں گے حتیٰ کہ جو اولیا' اوصیا' انبیاؑ اور ائمہؑ کے لشکر بھی تو وہاں بھی ایک بڑا مسئلہ یہ رہا ہے کہ موت کا خوف دل سے نہیں نکلتا چناں چہ جہاں موت نظر آتی ہے' وہاں پر تازہ عہد و پیمان کرنے والے' بڑی بڑی قسمیں کھانے والے' بڑے بڑے دعوے اور وعدے کرنے والے پہاڑیوں پر پہاڑی بکروں کی طرح بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کیوں؟

اس لیے کہ موت کا خوف ابھی دلوں سے نہیں نکلا ہے۔ ایک ہی لشکر ہمیں اب تک ایسا ملا ہے جس میں کسی کے دل میں موت کا خوف نہ تھا' اگر تیرہ سال کے بچے سے بھی پوچھا گیا:

كَيْفَ عِنْدَكَ الْمَوْتُ

"بیٹا قاسمؑ! موت تمھارے نزدیک کیسی ہے؟"

تو وہ جواب دیتا ہے:

أَحْلٰى مِنَ الْعَسَل

"چچا! موت تو میرے نزدیک بہت ہی خوش گوار اور شیریں ہے۔"

ایک وہی لشکر ہمیں ملا جو کربلا کے میدان میں تھا کہ جہاں کسی کے دل میں موت کا خوف نہ تھا' بچہ ہو' جوان ہو' بوڑھا ہو' عورت ہو' خاندانِ رسولؐ کو چھوڑیں' معصومؑ ہو یا کسی اور گھرانے میں پیدا ہونے والا ہو' اس کے علاوہ ہر لشکر کا حتیٰ کہ معصومؑ کے لشکر کا بھی بڑا مسئلہ یہی رہا ہے کہ موت کا خوف دل میں ہے اور موت کے خوف کا نتیجہ یہ نہیں ہے کہ انسان موت کی تیاری کرے بل کہ موت کے خوف کا نتیجہ یہ ہے کہ موت کے ڈر کی وجہ سے معصومؑ تک کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ چناں چہ میدانِ صفین کے حوالے سے مولا علیہ السلام کے وہ خطبات اسی لیے ہیں' جو مولا علیہ السلام کے خطبات ہیں آخر مولا علیہ السلام نے وہ ارشاد کیوں فرمائے؟

کیا وجہ تھی کہ مولا علیہ السلام کو یہ کہنا پڑا کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ چلو جہاد کے لیے اور تم کہتے ہو کہ سردی بہت ہے ذرا گرمی آ جائے اور جب میں کہتا ہوں کہ اب تو گرمی آ گئی ہے چلو جہاد کے لیے تو کہتے ہو کہ مولاؑ! گرمی بہت ہے سردی آ جائے' تو سردی میں گرمی' گرمی میں سردی' آخر کیوں تلاش کی جا رہی ہے؟

فقط اس لیے کہ میدانِ جہاد میں جانا نہیں چاہتے' تبھی تو مولا علیہ السلام کو یہ جملہ کہنا پڑا کہ آخر تم کیا سمجھ رہے ہو؟ اگر تمھارے دل میں یہ خیال ہے کہ میدانِ جہاد

میں نہ جانے سے یا وہاں سے فرار اختیار کرنے سے تم مرنے سے بچ جاؤ گے تو یہ غلط فہمی ہے۔ یا پھر اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میدانِ جہاد کی موت آئے گی تو تکلیفوں کے ساتھ آئے گی' کیوں کہ تیر ہیں' تلواریں ہیں' نیزے ہیں' زخم ہیں جب کہ گھر کی موت میں آرام ہے' وہ بستر ہے' تو یہ بھی تمہاری غلط فہمی ہے۔ میدانِ جہاد کی موت دیکھنے میں کتنی بھی مشکل لگ رہی ہو لیکن مرنے والے سے پوچھو' اس کو کتنا مزہ آ رہا ہو گا اور بستر پر آنے والی موت دیکھنے میں جتنی بھی پُرسکون لگ رہی ہو لیکن مرنے والے سے پوچھو کہ اس پر کیا قیامت گزر رہی ہے۔

تو یہ سارے خطبات مولائے متقیان علیہ السلام کو کیوں ارشاد فرمانا پڑے؟

وجہ یہی تھی کہ مولا علی علیہ السلام تک کے لشکر کے دل میں موت کا خوف تھا جو مولا علی علیہ السلام بار بار کہتے ہیں کہ موت میرے نزدیک اتنی پسندیدہ چیز ہے کہ بچہ اپنی ماں سے کیا انس و محبت رکھے گا جو ابو طالبؑ کا بیٹا موت سے انس و محبت رکھتا ہے۔ اس کے باوجود لشکرِ علیؑ کے دل سے موت کا خوف دور نہیں ہوا۔

تو حضرت سیدۂ کونینؑ نے ایک تو موت کا ڈر دلوں سے نکالا کہ لشکرِ امامِ زمانہ علیہ السلام اسی وقت کام یاب و کامران ہے کہ جب مجاہدین بغیر موت سے ڈرتے ہوئے لڑیں' کیوں کہ جب امام علیہ السلام آئیں گے تو دنیا کی ایسی طاقتوں سے امام علیہ السلام کو مقابلہ کرنا ہے کہ جو اپنی ٹیکنالوجی میں اتنی زیادہ آگے نکل چکی ہوں گی کہ ہر ہر علاقے میں جب لشکرِ امامؑ بھیجا جائے گا اور ہر ہر دشمن جس سے لشکرِ امامؑ کا سامنا ہو گا۔ اتنی بڑی طاقت لگ رہا ہو گا' خندق میں ایک عمرو ابن عبدود آیا تھا تو کیا حالت

تھی لوگوں کی کہ خود تو کیا لڑنے جائیں گے اگر کوئی تیار ہو بھی جاتا تو اس کا حوصلہ پست کیا جا رہا ہے' اس کے سامنے عمرو ابن عبدود کے فضائل بیان کیے جا رہے ہیں کہ ارے اتنا بہادر ہے کہ فلاں موقع پر سارے ڈاکوؤں کو اس اکیلے نے مار بھگایا' اتنا طاقت ور ہے کہ اونٹ کے بچے کو اٹھا کر ڈھال بنا لیا تھا' تو ایک عمرو ابن عبدود آیا تھا تو ان سارے مسلمانوں کی حالت بدل چکی تھی' جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (سورۂ مبارکہ احزاب: آیت ۱۰)

"جس وقت وہ لوگ تمہارے اوپر سے آ پڑے اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی چل گئے اور جس وقت تمہاری آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں اور تمہارے کلیجے منہ کو آ گئے تھے اور تم خدا پر طرح طرح کے (برے) گمان کرنے لگے تھے۔"

تو قرآن کہتا ہے کہ کلیجے یا دل کھنچ کر گلے میں آ گئے تھے۔

كَاَنَّهُمْ

حالت یہ تھی کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں لیکن لشکر امام زمانہ علیہ السلام کو تو ایسی ایسی طاقتوں سے اور ایسے ایسے دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا جن کی ٹیکنالوجی اور جن کی فوجی طاقت دور ہی سے آدمی کو ڈرا دے اور گھبرا دے۔ اب یہاں وہی ثابت قدم رہ سکیں گے' جن کے دل پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت اور

مضبوط ہوں۔

اچھا!

ایک جملہ میں ضمناً کہہ دوں ورنہ جیسا کہ کل میں نے عرض کیا تھا کہ میرا موضوع خود آنے والے امامؑ کے حالات نہیں ہے لیکن ضمناً کہہ دوں کہ خود امامؑ تھوڑا ہی ہر علاقے میں جائیں گے بلکہ امامؑ اپنا لشکر بھیجیں گے۔ امامؑ جس علاقے میں محدود رہیں گے وہ ہے مکہ سے مدینہ، مدینہ سے کوفہ، کوفہ سے کربلا، کربلا سے شام اور شام میں بھی امامؑ اپنی زندگی میں صرف دو مرتبہ جائیں گے ایک پہلے دن جب سفیانی کا خاتمہ کرنا ہے اور ایک وہ آخری دن جب وہ عورت ملیحہ یا سعیدہ امامؑ کے سر پر پتھر پھینک کر امامؑ کو شہید کرے گی، وہاں بھی نہیں جائیں گے، امامؑ مکہ، مدینہ، نجف، کربلا اور کوفہ بس یہاں پر امامؑ رہیں گے لیکن امامؑ کو شرق سے غرب تک اسلامی حکومت قائم کرنا ہے تو وہاں پر کون جائے گا؟

وہاں پر لشکر امامؑ جائے گا۔

یہ جملہ آگے والی مجالس میں بھی بعض وجوہات کی بنا پر کئی مرتبہ دُہرایا جائے گا جہاں پر امامؑ آنکھوں کے سامنے نہیں ہوں۔

تو جب موت کا خوف دلوں میں بیٹھا ہو تو سامنے حجت خدا ہو، چاہے وہ میدان اُحد میں اللہ کا رسولؐ ہو یا میدانِ صفین میں میرا مشکل کشا مولاؑ ہو، جب حجت خدا آنکھوں کے سامنے ہو لیکن موت کا خوف اگر دل میں ہے تو حجت خدا کو دیکھنے

کے باوجود قدم پھسلتے ہیں' بہانے بنائے جاتے ہیں اور اگر بہانا بھی نہ چلے تو میدان سے فرار اختیار کیا جاتا ہے۔ لشکر امام علیہ السلام تو اس طرح جا رہا ہے کہ حجتِ خدا ساتھ میں نہیں ہے' آنکھوں کے سامنے نہیں ہے۔

ذرا سوچیے!

غیبتِ امامؑ میں امام علیہ السلام ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے تو ہم میں کتنی تبدیلی آ چکی ہے۔

کیا ہم اسی انداز سے زندگی گزارتے اگر واقعاً امام علیہ السلام ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے؟

چاہے آدمی کتنی ضد و بحث پر کیوں نہ اُترے لیکن اگر واقعاً اس وقت امام علیہ السلام ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے تو کیا اسی طرح ڈاڑھیاں مونڈی جا رہی ہوتیں؟ کیا اسی طرح سے عورتیں بے پردہ باہر نکل رہی ہوتیں؟ کیا اسی طرح سے ہمارے گھر بے حیائی کی چیزوں سے بھرے ہوتے؟

یہ ساری چیزیں تفصیل سے بعد میں آنے والی ہیں لیکن میں نے کہا تھا کہ یہ ضمناً ایک جملہ آ گیا۔ تو امامؑ کے نہ ہونے سے' ہماری آنکھوں سے چھپا رہنے سے ہمارے اس وقت کے کردار میں کتنا زیادہ فرق پڑ چکا ہے' جب کہ ہمیں اس وقت تو کوئی زحمت دی بھی نہیں جا رہی' ہم اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں دنیا بھر کے عیش و آرام کے عالم میں لیکن جب ہمیں وہاں میدان میں بھیجا گیا اور ایسی بڑی طاقت کے مقابلے میں بھیجا گیا کہ جس کی ٹیکنالوجی نے پہلے ہی سے ہم کو دہلا کر رکھ دیا اور

امام علیہ السلام اس طرح ہم کو بھیج رہے ہیں کہ امام علیہ السلام خود بھی ہمارے ساتھ ہیں' وہ کربلا میں ہیں' وہ نجف میں ہیں' وہ کوفہ میں ہیں' مثلاً ہمیں بھیجا گیا آسٹریلیا' ہمیں بھیجا گیا افریقہ' ہمیں بھیجا گیا دنیا کے دوسرے ممالک میں' تو وہاں پر اگر اس لشکرِ امام علیہ السلام کو پہلے سے تیار کر کے نہ بھیجا جائے تو بہت زیادہ اس بات کے امکانات ہیں کہ جو عیش و آرام کی زندگی میں بھی غَیبتِ امامؑ کی وجہ سے گناہ کے راستے پر لگ جاتا ہے تو وہ میدانِ جنگ کی سختیاں دیکھ کر غَیبتِ امامؑ سے فائدہ اٹھا کر اس کے قدم کہیں لغزش نہ کھا جائیں' تو اس لیے لشکرِ امامؑ کو تیار کرایا گیا اور کب سے؟

شہزادیٔ کونینؑ کے زمانے سے۔

یہاں پر میں کل والا جملہ دُہرادوں گا!

آپ چودہ معصومین علیہم السلام کو دیکھیے تو ان میں سب سے مختصر زندگی کس معصومؑ کی ہے؟

وہ صرف اور صرف شہزادیٔ کونینؑ ہیں جن کی کل زندگی اٹھارہ سال ہے۔

دیکھیے!

بارہ اماموں میں سب سے کم زندگی میرے نویں امام علیہ السلام کی ہے پچیس سال' لیکن جب ہم چودہ معصومین علیہم السلام کا لفظ لاتے ہیں تو سب سے مختصر زندگی اور سب سے بھرپور تیاری آنے والے امام علیہ السلام کی شہزادیٔ کونینؑ ہی کی زندگی میں نظر آتی ہے۔

تو جب ہم اپنے غَیبت کے اعمال کو دیکھتے ہیں صرف اس لیے کہ امام علیہ السلام

ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں۔

اچھا!

یہ بھی کون یقین سے کہہ سکتا ہے؟

کوئی نہیں کہہ سکتا' کیوں کہ غَیبت کا وہ صحیح عقیدہ ہمیں دیا ہی نہیں گیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غَیبت ہے کہ وہ چوتھے آسمان پر ہیں' غَیبت کا وہ عقیدہ ہم کو دیا ہی نہیں گیا جو اصحاب کہف کا ہے کہ ایک غار میں بیٹھے ہیں' غَیبت کا جو عقیدہ ہم کو دیا گیا ہے وہ تو ہمارے سامنے ہے' وہ تمھارے سامنے ہے فقط تم نہیں پہچان پا رہے کہ یہ امام علیہ السلام ہیں حالاں کہ امام علیہ السلام ہماری محفلوں میں بھی آتے ہیں' ہماری مجلسوں میں بھی آتے ہیں' ہماری خوشی میں بھی تشریف لاتے ہیں اور ہمارے غم میں بھی شریک ہوتے ہیں' ہمارے ساتھ حج میں بھی ہوتے ہیں' ہمارے ساتھ زیارت میں بھی ہوتے ہیں۔ تو اب یہاں پر اتنی سی بات کہ ہم پہچان نہیں پا رہے کہ ان میں امام علیہ السلام کون ہیں لیکن امکان موجود ہے کہ شاید وہ ہمارے سامنے ہوں پھر بھی چوں کہ ہم نہیں پہچان پا رہے تو ہمارا کردار وہ ہے ہی نہیں جو اگر امام علیہ السلام ہمارے سامنے ہوتے اور ہم ان کو پہچان رہے ہوتے' تو وہاں اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ موت کے خوف کو دل سے نکالو۔

بہرحال!

میں ان مجالس میں مکمل طور پر وہ تیاری پیش کر رہا ہوں اس لیے اس کو کافی سمجھتا ہوں ورنہ یہی تاریخ' ان میں سے کوئی ایک تاریخ' شہزادیِ کونینؑ کی جو

آخری وصیتیں مولائے متقیان علیہ السلام کے نام ہیں وہ خود ہر صاحب ایمان کے یاد کرنے والی وصیتیں، کئی وصیتیں کیں جن میں مثلاً ایک وہ وصیت تھی، وہ اس الماری میں جو بوتلیں رکھی ہیں ان کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کیا جائے۔

ان بوتلوں میں کیا ہے؟

کہا: خوفِ خدا اور خوفِ قیامت کی وجہ سے میری آنکھوں سے جاری شدہ آنسو ہیں۔

تو وہ کتنے آنسو ہوں گے کہ بوتلیں ان سے بھر گئیں اور شہزادیؑ نے انھیں خاص اہتمام کے ساتھ محفوظ کرا کے اپنے کفن کا حصّہ بنانے کا حکم دیا تھا۔

اب اس کی بہت ساری مصلحتیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ معصومہ کونینؑ خوفِ قبر، خوفِ قیامت اور خوفِ خدا سے اتنا رو رہی ہیں کہ جس کا نام آتش جہنم کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس کے باوجود جو اس کے چاہنے والے، اس کے ماننے والے ہیں، یہ چیزیں اپنے ذہن میں رکھیں، موت ان کے سامنے رہے اور پھر شہزادیؑ نے بتا بھی دیا کہ موت سے صرف ڈرانا مقصد نہیں ہے بلکہ موت کی تیاری کرانا بھی مقصد ہے۔

اب آیئے تیاری کے جملے کو ہم آگے بڑھائیں!

اس کے لیے دو بہت اہم باتیں ہیں جو آپ کے سامنے پیش کرنی ہیں اگلے مرحلے میں اور وہ دو باتیں اس انداز سے سمجھیے کہ پہلے تو آپ امامِ زمانہ علیہ السلام کا اصل مشن سمجھیے اور پھر امامِ زمانہ علیہ السلام کا طریقہ جہاد سمجھیے۔

بھئی!

ہمارا موضوع کیا ہے؟

امام علیہ السلام کے لیے تیاری کرائی۔

تو امام علیہ السلام جہاد کس طریقے سے کریں گے؟

اگر تلوار کے ذریعے کریں گے تو تیاری کا ایک حصّہ ہونا چاہیے کہ ہمیں تلوار چلانا سکھائی جائے اور اگر امام علیہ السلام تیر کے ذریعے سے جہاد کریں گے تو تیاری کا ایک حصّہ یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں تیر اندازی سکھائی جائے اور اگر امام علیہ السلام نیزے کے ذریعے جہاد کریں گے تو تیاری کا ایک حصّہ ہوگا کہ ہمیں نیزہ چلانا سکھایا جائے۔

امام علیہ السلام کا جو جہاد ہوگا وہ کائنات کا ایک بہت اہم جہاد ہوگا یعنی اہل بیت اطہار علیہم السلام کے حوالے سے بات کرتے ہوئے ایک بڑا مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ حفظِ مراتب' جب کہ یہ جملہ میں نے کہا کہ کائنات کا سب سے بڑا جہاد ہے تو مجھے معلوم ہے کہ اس میں رسولؐ خدا کے جہاد بھی آ گئے' اس میں مولائے متقیان علیہ السلام کے جہاد بھی آ گئے اور اس میں کربلا کا جہاد اور باقی ائمہ کرام علیہم السلام کے جہاد بھی آ گئے' لیکن ایک ہی نور کے مختلف اجزا ہیں اس میں یہ نہیں ہے کہ ایک معصوم علیہ السلام کا ذکر ہے تو (معاذ اللہ) دوسرے کی توہین ہے بلکہ کائنات کا سب سے بڑا جہاد' میں ان معنوں میں کہہ رہا ہوں کہ ابھی ایک بچہ سورۂ مبارکہ یٰسین کی تلاوت کر رہا تھا جس میں یہ آیت بھی ہے:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ

لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۶۰)

"اے آدمؑ کی اولاد! کیا میں نے تمہارے پاس یہ حکم نہیں بھیجا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا وہ یقیناً تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔"

جو خدا نے ایک عہد ہم سے لیا تھا لیکن یہ جو ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے' آج تک اس کائنات میں جتنے جہاد ہوئے ہیں کیا ان میں کوئی ایسا جہاد بھی ہے جس میں شیطان کا خاتمہ ہو گیا ہو؟

بھئی!

جتنے جہاد تھے وہ اس سے کیے جا رہے تھے کہ جو شیطان پڑھاتے ہوئے سکھاتے ہوئے شیطان کے شاگرد اور شیطان کے نمائندے تھے۔ تو اصل میں نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جہاد اس کا خاتمہ کر سکا' نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جہاد اس کا خاتمہ کر سکا' نہ حضرت داؤد علیہ السلام کا جہاد اس کا خاتمہ کر سکا' نہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جہاد' نہ ہی پیغمبرؐ اسلام کا جہاد اور نہ ہی مولائے متقیان علیہ السلام کا جہاد اس کا خاتمہ کر سکا۔ شیطان تو آج تک باقی ہے' یہ ساری شخصیات قابل احترام ہیں' علیہم السلام ہیں لیکن زمانے کے امام علیہ السلام کا جہاد' وہ تو جہاد ہی اس لیے ہو گا کہ شیطان کا خاتمہ اس جہاد سے کرنا ہے' اس سے پہلے جو جہاد امام علیہ السلام کریں گے وہ شیطان کے چاہنے والوں سے جہاد کریں گے آخر میں شیطان کا خاتمہ کریں گے۔ اب کسی کے ذہن میں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اس بڑے جہاد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ابھی مولائے کائنات علیہ السلام اور رسولؐ خدا کے جہاد کا ذکر کر کے ان کو چھوٹا ثابت کیا گیا۔

نہیں!

ایسا ہرگز نہیں بلکہ جو امام علیہ السلام سب سے بڑا جہاد کریں گے اس میں قیادتِ لشکر تو خود رسولؐ خدا کے پاس ہوگی' جس میں تلوار تو مولائے کائنات علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگی' اس جہاد میں باقی سارے کے سارے معصومین علیہم السلام سوائے شہزادی کونینؑ کے وہاں پر موجود ہوں گے۔ شہزادی کونینؑ اس جہاد میں اس طریقے سے حصّہ نہیں لیں گی کہ تلوار چلائیں گی البتہ وہ تیاری کے حوالے سے بہت اہم کردار (role) اس میں شہزادیؑ ہی کا ہے۔

تو خلاصہ یہ کہ سب سے بڑا جہاد امام علیہ السلام کریں گے اور اس بڑے جہاد تک پہنچنے کے لیے کئی اور چھوٹے چھوٹے جہاد امام علیہ السلام کو کرنا ہوں گے' شیطان کے ساتھ تو آخری جہاد ہوگا لیکن اس سے پہلے سفیانی' اسے پہلے دجال' اس سے پہلے ہر علاقے میں لشکر امام علیہ السلام کا جانا اور وہاں کے مخالفوں کو ختم کرنا۔ اب یہ جتنے جہاد ہو رہے ہیں ان میں اصل طریقہ جہاد کیا ہوگا؟

اصل چیز کیا ہے جہاد میں؟

کیا طریقہ جہاد کا ہوگا؟

ہر جہاد کا طریقہ دوسرے سے مختلف ہو سکتا ہے۔

اب میں اگر بدر' اُحد' خندق' خیبر' صفین اور حنین وغیرہ کے جہاد کی مثالیں دینے لگوں تو بات بہت زیادہ پھیل جائے گی۔

بس محض ایک جملہ کہہ دوں!

یہ تیر، یہ تلوار، یہ نیزے، یہ جتنے باقی ہتھیار ہیں، یہ سب عارضی طور پر استعمال ہوں گے، امام علیہ السلام کے جہاد کا اصل طریقہ کار تبلیغ ہو گا۔ اصل میں یہ جہاد امامؑ ہے باقی ساری چیزیں تو مجبوری میں ہوں گی، جب اس سے کام نہ چلے تو انتہائی مجبوری میں ان کو استعمال کیا جائے گا۔ پیغمبرؐ اسلام کے جہاد کو دیکھ لیجئے، مولا علی علیہ السلام کے جہاد کو دیکھ لیجئے، حتیٰ کہ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام تک کے جہاد کو دیکھ لیجیے جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام آخری وقت تک کوشش کرتے رہے کہ لوگوں کو راہِ راست پر لایا جائے لیکن جب مجبوری ہوئی تو تلوار استعمال ہوئی۔ تو وہی اُصول جو پیغمبرؐ اسلام کے جہاد کا ہے، وہی اُصول جو مولائے متقیان علیہ السلام کے جہاد کا ہے، وہی اُصول جو امامِ مظلوم علیہ السلام کے جہاد کا ہے، وہی اُصول جو زمانے کے امام علیہ السلام کا ہو گا کہ امام علیہ السلام تبلیغ کے ساتھ ساتھ اپنے مشن کو آگے بڑھائیں گے لیکن جب ضرورت پڑے گی تو تلوار چلائی جائے گی۔

بہرحال پہلا مرحلہ تبلیغ کا ہو گا اور اس لیے میں پہلے ایک دو باتیں عرض کر دوں اور پھر شہزادی کونینؑ کی سیرت پر آ جاؤں۔

دیکھیے!

یہ سلسلہ مجالس فاطمیہؑ ہے، جس میں ہر چیز اختتام پذیر ہو گی شہزادی کونینؑ کی ذات پر۔

بہرحال! اب ایک چھوٹی سی بات!

مثلاً دعائے افتتاح جس کے لیے آپ حضرات تیار ہو رہے ہوں گے ماہِ

مبارک رمضان کی پہلی رات سے آخری رات تک مسلسل تیس دن یہ دعا اس وقت لوگوں کو سنائی جاتی ہے جب لوگ ذہنی طور پر تیار اور آمادہ ہوتے ہیں تو اب اُس پوری دعائے افتتاح کی تفسیر و تشریح تو اِس وقت ممکن ہی نہیں ہے لیکن فقط اس کا ایک جملہ بیان کر دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دعائے افتتاح کے اختتامی مرحلے پر جاتے ہی امامِ زمانہ علیہ السلام کو یاد کرتے ہیں اور جب یاد کرتے ہیں تو وہاں پر وہ بات آپ اپنی زبان پر لے کر بھی آتے ہیں جو اگر دعائے افتتاح کے علاوہ کبھی پڑھی جائے منبر سے تو لوگوں کو عجیب لگتی ہے جیسا کہ میں نے اس کی ایک مثال اپنی بہت ساری مجالس میں دی کہ عقیدۂ رجعت جو پہلے ہمارے بچے بچے کو معلوم تھا لیکن اب تو بعض بڑوں کو بھی نہیں معلوم۔ جب یہ تفصیل بتائی جاتی ہے کہ صرف امامِ زمانہ علیہ السلام ہی کا نہیں بلکہ ہر معصوم علیہ السلام کا اس دنیا میں دوبارہ آنا یقینی ہے۔

بس!

فرق یہ ہے کہ امامِ زمانہ علیہ السلام کے آنے کو رجعت نہیں کہتے ہیں اس لیے کہ رجعت کے معنی ہیں کہ انسان دنیا سے چلا جائے اور پھر اُٹھایا جائے جیسا کہ امام علیہ السلام کو تو ابھی تک موت آئی ہی نہیں لیکن باقی تیرہ معصومین علیہم السلام واپس آئیں گے۔

یہاں پر لوگ بڑی حیرت سے سوال کرتے ہیں کہ یہ بات آپ کہاں سے نکال کر لے آئے۔

دیکھیے!

جب لوگ عقیدۂ رجعت کے بارے میں سنتے ہیں تو حیرت کرنے لگ

جاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ہر چیز پر حیرت کیجیے مگر اس عقیدے پر حیران نہ ہوں اس لیے کہ ساری زندگی اگر شب جمعہ آپ نے اپنی زبان سے خود اس عقیدے کا اظہار کیا (تو پھر حیرانی کیسی؟)

أُشْهِدُ اللهَ وَ مَلَآئِكَتَهُ وَ أَنْبِيَائَهُ وَ رُسُلَهُ أَنِّي بِكُم مُؤْمِنٌ وَّ بِإِيَابِكُم مُوقِنٌ

"میں اللہؑ کو تمام ملائکہؑ تمام انبیاءؑ اور رسولوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپ کی واپسی پر یقین رکھتا ہوں۔"

اس میں اکیلے امامِ زمانہ علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے بل کہ جمع صیغہ استعمال ہوا کہ آپؑ کی آمد کا یقین رکھتا ہوں۔ سارا سال تو خود آپ یہ بیان کرتے رہے لیکن جب ہم نے عربی کو اُردو کے قالب میں بیان کر دیا تو حیرت زدہ ہو کر آپ اعتراض کر رہے ہیں کہ مولانا! یہ نئی بات آپ نے کہاں سے پڑھی ہے' ہم نے تو آج تک نہیں سنا تھا۔

بہر حال!

جتنا آج کل زمانے کے امام علیہ السلام کا ذکر ہونے لگا ہے اور اس کی وجہ سے عقیدۂ رجعت بھی بیان ہونے لگا ہے' اتنا اس سے پہلے بیان نہیں کیا جاتا تھا (صلوٰۃ)۔

بہر حال!

بات ہو رہی ہے کہ عربی میں پورا ماہِ مبارک آپ دعائے افتتاح پڑھتے چلے

آ رہے ہیں اور ان شاء اللہ جب تک ظہور امام زمانہ علیہ السلام نہیں ہوتا آپ پڑھتے رہیں گے تو اس دعائے افتتاح کا ایک ٹکڑا ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَرْغَبُ اِلَیْكَ فِیْ دَوْلَةٍ كَرِیْمَةٍ تُعِزُّ بِهَا الْاِسْلَامَ وَ اَهْلَهٗ وَ تُذِلُّ بِهَا النِّفَاقَ وَ اَهْلَهٗ (دعائے افتتاح)

"اے معبود! ہم ایسی برکت والی حکومت کی خاطر تیری طرف رغبت رکھتے ہیں جس سے تُو اسلام اور اہل اسلام کو قوت دے اور نفاق و اہل نفاق کو ذلیل کرے۔"

اس کے فوراً بعد جب آپ نے یہ دعا مانگی، چوتھے امام علیہ السلام کے حوالے سے اکثر یہ جملہ آپ سنتے ہیں اور چوں کہ یہ سلسلۂ فاطمیہؑ اختتام پر پہنچے گا چوتھے امام علیہ السلام کی ولادت کی رات اس لیے یہ جملہ ابھی سن لیجیے کہ چوتھے امام علیہ السلام نے دعا کو فقط دعا نہیں رہنے دیا بل کہ دعا کو تبلیغ کا ایک ذریعہ بنایا اور یہ بھی بتایا ہے کہ ہمیشہ دعا صرف اس لیے نہیں کی جاتی کہ اللہ سے کچھ مانگنا ہے بل کہ بعض اوقات تو دعا اس لیے بھی زبان پر جاری کی جاتی ہے کہ مجمع کو کچھ سنانا ہے۔ اب صحیفۂ کاملہ کے حوالے سے آپ نے یہ جملہ اکثر سنا ہے۔ دعائے افتتاح میں بھی یہی بات ہے کہ ابھی ہماری زبان پر بارھویں امام علیہ السلام کی حکومت کا ذکر جاری کروایا گیا، کہا کہ یہ خواہش جاری کرو لیکن یہ اس لیے نہیں کہ یہ ایک دعا ہے بل کہ اس لیے کہ اس میں ایک پیغام دینا ہے اور وہ پیغام اس جملے میں آ گیا:

وَ تَجْعَلُنَا فِیْهَا مِنَ الدُّعَاةِ اِلٰی طَاعَتِكَ وَ الْقَادَةِ اِلٰی سَبِیْلِكَ وَ تَرْزُقُنَا بِهَا كَرَامَةَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ (دعائے افتتاح)

تلوار کی بات نہیں ہے' تیر کی بات نہیں ہے' نیزے کی بات نہیں ہے بلکہ بات جہادِ امام علیہ السلام کی ہے۔ لیکن کس طرح سے جہاد؟

دعائے عہد میں ایک جملہ ہے کہ جس میں تلوار لے کر سونے کا تذکرہ ہے لیکن وہ جو دعا ہے اس میں آپ دعا نہیں مانگ رہے۔ اس میں تو آپ اپنا جذبہ ظاہر کر رہے ہیں لیکن اصل جو دعا مانگ رہے ہیں وہ دعائے افتتاح ہے:

"اے اللہ! اس حکومت میں ہمیں اپنی اطاعت کی طرف بلانے
والے اور اپنے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے قرار دے
اور اس کے ذریعے ہمیں دنیا اور آخرت کی عزت دے۔"

تو وہ جو جہادِ امام علیہ السلام ہے اس میں تلوار کے ذریعے گردنیں اُڑانا بہت ہی مجبوری کے عالم میں ہوگا' ورنہ زیادہ تر لوگوں کو تبلیغ کے لیے بلایا جائے گا اور امام علیہ السلام تو اپنا فریضہ ادا کریں گے ہی' لیکن مومن کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ تمہیں بندگانِ خدا کو دینِ خدا کے راستے پر لانا ہے۔

بہرحال!

اصل جہاد زمانے کے امام علیہ السلام کا ہوگا تبلیغ کے ذریعے سے نہ صرف یہ کہ دعائے افتتاح میں یہ جملہ موجود ہے بلکہ ایک سوال ہے کہ آخر پروردگار نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ میں سے امام علیہ السلام کا ساتھ دینے کے لیے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں زندہ رکھا ہے؟!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت میں کیا ایسی خاص بات ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ میں' حتیٰ یہ کہ سردارِ انبیاءؑ کو بھی نہیں' وہ بھی دنیا سے رُخصت ہوئے لیکن

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آج تک زندہ رکھا ہے اور رکھا صرف اس کام کے لیے ہے کہ جب زمانے کا امام علیہ السلام آئے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا جائے گا' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ایسی کیا خصوصیت ہے جو باقی کسی اور نبی میں نہیں ہے؟

وہ خاص بات یہی ہے کہ روایتوں میں بھی یہ ہے اور دنیا کے حالات کو آپ دیکھیے تو خود آپ کی عقل بھی یہ کہے گی کہ آخری زمانے میں سب سے بڑی طاقت اور سب سے زیادہ تعداد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی ہو جائے گی' ساری گڑبڑ اور خرابیاں وہ لوگ کر رہے ہوں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کو کوئی اور قوم استعمال کر رہی ہو گی لیکن اکثریت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چاہنے والوں کی ہو گی' اکثریت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی ہو گی تو اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتا' لہٰذا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات مان لیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر ان کو تبلیغ کریں گے چناں چہ صلیب کو توڑا جائے گا۔ یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے ہو گا۔ تو اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجنا خود اس بات کی دلیل ہے' ورنہ اگر آپ کے ذہن میں تاریخ انبیاءؑ ہے تو پھر یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا جاتا یا حضرت داؤد علیہ السلام کو بھیجا جاتا اس لیے کہ انبیائے کرامؑ میں اگر آپ جنگ کے اعتبار سے اور طاقت کے اعتبار سے دیکھیں تو یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جنگیں ملتی ہیں اور یا حضرت داؤد علیہ السلام کا جالوت سے مقابلہ دیکھنے میں ملتا ہے' تو طاقت کے اعتبار سے اگر بھیجنا ہے کسی نبی کو جو امام علیہ السلام کا ساتھ دے تو یا حضرت داؤد علیہ السلام بھیجے جاتے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام بھیجے جاتے لیکن یہ جہاد چوں کہ تبلیغ کا جہاد ہو گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا جا

رہا ہے (صلوٰۃ)۔

اب اس کی ایک چھوٹی سی مثال اور سن لیجیے!

امامِ زمانہ علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ حضرت ملیکہ خاتون سلام اللہ علیہا جو اس وقت اہلِ کتاب کے مذہب پر تھیں، کو جا کر شہزادیٔ کونینؑ نے دعوتِ اسلام دی کہ بھئی! اب اہلِ کتاب کا مذہب عیسائیت ختم ہو گیا ہے اور اب میرے بابا (محمدؐ رسول اللہ) کا دین ہے تو حضرت ملیکہ خاتون سلام اللہ علیہا کو کس انداز سے عیسائیت سے نکال کر اسلام کے دائرے میں لایا گیا۔ شہزادیٔ کونینؑ نے پھر بات ہی نہیں کی، حضرت مریم علیہا السلام خود تشریف لائیں اور کہا کہ میں مریمؑ ہوں، تم تو مجھے مانتی ہو، نا۔

فرمایا: ہاں! مانتی ہوں۔

کہا: میں خود یہ کہتی ہوں کہ یہ عقیدہ غلط ہے اس لیے اب تم اسلام کو قبول کر لو۔

تو حضرتِ مریم علیہا السلام نے ایک عیسائی خاتون کو اپنے حوالے سے اسلام کی تبلیغ کر کے مسلمان کیا۔ اسی طرح حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام تمام عیسائیوں کو اپنے حوالے سے کہ تم میرا نام لے کر میدان میں آئے ہو، نا! تو میں خود یہ کہتا ہوں کہ تمھارا نظریہ غلط ہے اور اِن کا نظریہ صحیح ہے۔

اب یہ مثالیں میں نے کیوں دیں؟

صرف ایک جملے کی تشریح میں۔

کیا خلاصہ نکلا؟

خلاصہ یہ نکلا کہ ظہورِ امام علیہ السلام کے بعد تلوار ضرور چلے گی مگر وہاں چلے گی جہاں انتہائی شدید ضرورت ہو گی، ورنہ اکثریت کو تبلیغ کے ذریعے مسلمان کیا جائے گا۔

بہرحال!

یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوگا کہ یہ جو تبلیغ کا ذریعہ ہے اور تبلیغ اسے کہتے ہیں جہاں ہتھیار استعمال نہ ہوں۔ بغیر ہتھیاروں کے تو سامنے والے کو قتل کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور اس لیے کل میں نے ایک جملہ کہا تھا۔ اب دیکھ لیجیے کہ چودہ معصومین علیہم السلام کی زندگی میں سب سے زیادہ نمایاں شہزادیؑ کی سیرت ملے گی جہاں یہ بتایا کہ غیر کے سامنے، دشمن کے سامنے بغیر ہتھیار کے کس طرح تبلیغ کی جاتی ہے۔ کچھ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے لیکن طریقہ تبلیغ جہاں کوئی ہتھیار استعمال نہ ہو۔

دیکھیے!

جنگ بدر اس کے لیے صحیح مثال نہیں ہے کہ کیوں کہ وہاں ہتھیار استعمال ہوئے تھے جنگ اُحد بھی اس کے لیے صحیح مثال نہیں ہے کیوں کہ وہاں پر بھی ہتھیار استعمال ہوئے تھے اور جنگ خندق ظہور امام علیہ السلام اور تیاری امام علیہ السلام کے لیے صحیح مثال نہیں ہے، ہے وہ بھی، لیکن وہ بعد کے مرحلے کے لیے ہے وہاں پر جتنے بھی کفار سے جنگ ہوئی وہ سب ہتھیاروں کے ذریعے ہوئی لیکن شہزادی کونینؑ کو دیکھیے۔

شہزادی کونینؑ اٹھارہ سال گھر میں رہیں لیکن دو ہی مرتبہ گھر سے باہر نکلیں اور دونوں مرتبہ جو گھر سے باہر نکلیں تو یہ بتایا کہ بغیر ہتھیار کے کس طرح تبلیغ کی جاتی ہے، بغیر ہتھیار کے دشمن سے کیسے مقابلہ کیا جاتا ہے۔

ایک شہزادی کونینؑ کا مباہلہ کے میدان میں آنا، مباہلہ کے میدان میں وہی اہل کتاب ہیں جن کی اکثریت ظہور امام علیہ السلام کے بعد ہوگی، اہل کتاب سے جہاد

کی تیاری کے لیے مباہلہ کے میدان میں آ رہی ہیں شہزادیؑ ۔ مباہلہ کا میدان تاریخِ اسلام کا ایک ایسا جہاد ہے جس میں تیر و تلوار استعمال نہیں ہو رہے ہیں' بغیر تیر و تلوار کے کس طرح دشمن کو قائل کیا جاتا ہے' بغیر تیر و تلوار کے دشمن کس طرح شکست تسلیم کرتا ہے' یہ آپ مباہلہ کے میدان میں دیکھ لیں۔

اب صرف ایک جملہ کہہ دوں!

اگرچہ ہمارے یہاں مشہور یہ ہے کہ پنج تن پاکؑ کو دیکھ کر وہ عیسائی گھبرا گئے اور کہا کہ یہ اتنے سچے چہرے ہیں لیکن ایک سوال میرا یہ ہے کہ پنج تنؑ میں سے کون ایسا ہے جس کو مباہلہ سے پہلے ان عیسائیوں نے نہیں دیکھا تھا؟

بھئی!

ایسا نہیں ہے کہ یہ نجران سے نکلے تھے اور سیدھے مباہلہ کے میدان میں گئے بل کہ یہ پنج میں مدینہ میں ٹھہرے اور نہ صرف یہ کہ یہ ٹھہرے تھے بل کہ پیغمبرؐ سلام کے اخلاق کا تقاضا یہ ہوا کہ انھیں مسجد کے صحن میں ایک خیمہ لگا کر اس میں رہنے کی اجازت دی گئی اور نہ صرف یہ کہ مسجد کے صحن میں ان کا خیمہ لگا بل کہ ان کو ان کی عبادت کے لیے بھی مسجد میں جگہ دی گئی کہ تم آ کر یہاں عبادت کرو۔ اب یہ بالکل نئے اس علاقے میں ہیں' مسجد کے صحن میں رہتے ہیں' مسجد میں جا کر عبادت کرتے ہیں' جتنے دن بھی رہے' یہیں پر رہے اور اس دوران میں ان کی رسولؐ خدا سے مسلسل گفتگو جاری رہی محض گفتگو نہیں بل کہ دلائل' مناظرہ سب کچھ۔ اب جب پیغمبرؐ ہوں تو کبھی آپ تصور کر سکتے ہیں کہ اللہ کا رسولؐ مسجد میں بیٹھا ہو اور ایک زانو پر حضرت امام حسن علیہ السلام نہ ہوں اور دوسرے زانو پر حضرت امام حسین علیہ السلام نہ ہوں؟

ایسا نہیں ہے!

پیغمبرؐ نماز میں بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کو ساتھ رکھتے ہیں اور منبر پر بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کو ساتھ رکھتے ہیں (صلوات)۔

یہ تو ایک منظرہ ہے جس میں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام ہر وقت نانا کے ساتھ ہیں۔

اگر آپ مسجدِ نبویؐ کو بھی غور سے دیکھیں تو مسجدِ نبویؐ میں دو ستون آج تک ہیں:

① ستونِ وفوت ② ستونِ حرث

ستونِ وفوت کو ستونِ وفوت اس لیے کہتے ہیں کہ باہر سے جب کوئی پیغام آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں بیٹھا کرتے تھے۔

اب بالکل اس کے قریب دوسرا ستون ہے جس کا نام پہلے لکھا ہوتا تھا ستونِ علیؑ، لیکن آج کل اس کا نام لکھا ہے ستونِ حرث یا ستونِ حارث۔ یہ وہ ستون ہے کہ جب رسولؐ اللہ مسجدِ نبویؐ میں ہوتے ہیں تو مولا علی علیہ السلام یہاں کھڑے ہو کر پیغمبرؐ اسلام کا پہرہ دیا کرتے تھے۔

آج تک مسجدِ نبویؐ میں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں اور آج تک ان پر یہ نام لکھے ہوئے ہیں۔

تو اب کیا پتا چلا؟

رسولؐ اللہ سے منظرہ ہو رہا ہے، ایک زانو پر حضرت امام حسن علیہ السلام ہیں، دوسرے زانو پر آقا حسین علیہ السلام ہیں اور برابر میں میرا مولاؑ کھڑا ہے۔

مباہلے میں جب پنج تن پاکؑ گئے تو اس سے پہلے کس کو ان عیسائیوں نے

نہیں دیکھا تھا؟

پیغمبرؐ اسلام کو بھی دیکھا ہوا ہے' مولا علی علیہ السلام کو بھی دیکھا ہوا ہے' حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو بھی دیکھا ہوا ہے' وہاں اگر کوئی نئی ذات نظر آ رہی ہے تو وہ فقط حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات ہے۔

اب اگلا جملہ بھی کہہ دوں!

انھوں نے حضرت سیدہؑ کو دیکھا نہیں ہے بل کہ حضرت سیدہؑ تو پورے حجاب کے ساتھ جا رہی ہیں اور اس حجاب کے بعد مزید حجاب ہے کہ آگے بابا ہیں' پیچھے شوہر نامدارؑ ہیں۔

بھئی!

فقط وجودِ حضرت سیدہؑ کا احساس کیا جا رہا ہے اور نجران کے عیسائی اپنی شکست کو تسلیم کر رہے ہیں لیکن وہ پھر بھی غیر مسلم تھے جن سے جہاد کیا تھا تو انھوں نے شکست تسلیم کر لی۔

سیدہ طاہرہؑ دوبارہ گھر سے کب نکلیں بغیر تلوار کا جہاد کرنے کے لیے؟

مسئلہ فدک میں۔

مسئلہ فدک کے معاملہ میں چوں کہ مسلمان تھے اس لیے انھوں نے کوئی اثر قبول نہ کیا لیکن حضرت سیدہؑ نے بہر حال بتا دیا کہ حالات اس وقت ایسے ہیں کہ میرا شوہرؑ تلوار نہیں چلا سکتا۔

کیوں نہیں چلا سکتا؟

بجائے اس کے کہ ہم کسی لمبی چوڑی بحث میں اُلجھیں' مولاؑ اور شہزادیؑ کے

بیچ ایک مکالمہ ہوا تھا۔ یہ اس لیے نہیں ہوا کہ شہزادیؑ کو کوئی شکوہ تھا یا کوئی شکایت تھی' یہ اس طرح نہیں ہوا بل کہ یہ اُس طرح ہوا جیسے سورۂ مبارکہ سبا، میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ ہے اور وہ یہی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک مقدمے کا فیصلہ کیا اور ترکِ اولیٰ ہو گیا تو پروردگار نے دو فرشتے بھیجے۔ دونوں فرشتے اپنا ایک مقدمہ لے کر آئے۔ ایک نے کہا کہ میری ننانوے بھیڑیں ہیں اور ایک نے کہا کہ اس کی ایک بھیڑ ہے۔ تو دونوں ایک کیس لے کر آئے۔ دونوں اللہ کے فرشتے ہیں اور فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔

یہ امام علیہ السلام کا استدلال ہے!

کہا کہ کبھی کبھار کوئی واقعہ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ان میں سے ایک سچا ہے اور ایک جھوٹا ہے لیکن نہیں اگر مصلحت پروردگار ہے تو دونوں سچے ہیں مگر صرف عام آدمیوں کو بتانے کے لیے کہ یہ انداز اختیار کیا جاتا ہے۔

بہرحال!

دو فرشتے آئے' دونوں نے ایک ایسا مقدمہ پیش کیا جس کی کوئی حقیقت ہی نہیں تھی کیوں کہ فرشتے نہ بھیڑیں پالتے ہیں' نہ بکریاں پالتے ہیں اور نہ ان کے آپس میں جھگڑے ہوا کرتے ہیں۔

تو اسی انداز سے شہزادیِ کونینؑ ایک سوال کر رہی ہیں: اے ابوالحسنؑ! اتنے سارے مظالم مجھ پر ہو گئے اور آپؑ خاموش رہے۔

عین اس وقت مسجد سے اذان کی آواز آئی اور اب اذان ہو رہی ہے تو اللہ کی کبریائی' پھر توحید اور پھر جس وقت رسالت کی گواہی آئی۔

میرے مولاؑ نے کہا: بس! یہ آپؑ کے سوال کا جواب ہے، میں خاموش اس لیے رہا کہ آپؑ کے باباؐ کا لایا ہوا دین اور آپؑ کے باباؐ کی رسالت کا کلمہ قیامت تک باقی رہے۔

بہر حال!

اس وقت اگر تلوار چلائی جاتی تو دشمنوں کو کوئی نقصان نہ پہنچتا لیکن دین مٹ جاتا، پیغمبرؐ خدا کا کلمہ ختم ہو جاتا۔

ذِکرِ مصائب: حضرت بتول سلام اللہ علیہا کا جہاد

اذان کے لیے اذان میں محمدؐ رسول اللہ کا فقرہ یا اس بڑے علیؑ نے استعمال کیا اور یا اس کے پوتے نے مسجد دمشق میں استعمال کیا۔

تو جہادِ کربلا، سیرتِ معصومین علیہم السلام، سکوتِ علیؑ اور جہادِ سیدہؑ سمجھ میں آئے گا۔

ابھی صرف یہ بات!

تو میرے مولاؑ نے یہ بتا دیا کہ تلوار نامناسب نہیں لیکن جہاد تو کرنا ہے ہر ظالم کے خلاف اب بغیر تلوار کے جہاد کیسے کیا جاتا؟

یہ حضرت سیدہؑ نے بتایا۔

کل جب باباؐ کو ضرورت پڑی تھی تو مباہلے کے میدان میں جا کر بتایا کہ اس طرح ہوتا ہے بغیر تلوار کا جہاد اور آج اگر شوہر کو ضرورت پڑ رہی ہے کہ وہ تلوار نہیں چلا سکتا اسلام کو بچانے کے لیے یعنی اسلام کو بچانا ہے بغیر تلوار کے، لیکن اس کا حق تو

دنیا کے سامنے آئے تو آج پھر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بغیر کوئی ہتھیار لیے اپنے گھر سے نکل کر دربار میں جا کر خطبہ فدک دیتی ہیں یعنی بہ الفاظ دیگر عظمت سیدہؑ کو پہچانو۔ جب رسالت کو ضرورت پڑتی ہے' تب بھی حضرت فاطمہؑ ہی کام آتی ہیں اور جب امامت کو ضرورت پڑتی ہے تب بھی آخر میں امامت کی مددگار حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہی قرار پاتی ہیں۔

اسی لیے معصوم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"ہم سب پر حجت ہیں لیکن ہماری دادیؑ ہم پر حجت ہیں۔"

ایک مرتبہ یہ جتایا کہ بغیر تلوار کے بھی جہاد ہو سکتا ہے اور یہ جہاد تلوار کے جہاد سے زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

یہی تو جہادِ امامِ زمانہ علیہ السلام ہے۔

اب آخری جملہ!

بغیر تلوار کے جہاد حضرت سیدہؑ نے کیا اور یہ تربیت دی' لیکن یہ بغیر تلوار کے جہاد ہوتا کیسے ہے؟

یہ ان شاء اللہ کل کی مجلس کا شروع کا حصہ بنے گا' لیکن یہ ذہن میں رکھیے گا کہ حضرت سیدہؑ کا خطبہ فدک جس کو ہمارے علمائے کرام نے ایک عجیب لقب دیا خطبہ زہراؑ' خطبہ زہراؑ ایک عجیب خطبہ ہے جس کو اُمّ نہج البلاغہ بھی کہا گیا ہے' یعنی یہ نہج البلاغہ کی ماں ہے۔

مولائے کائنات علیہ السلام کے بارے خطبے دنیا کے سامنے بعد میں آئے لیکن پہلا خطبہ حضرت سیدہؑ کا ہے۔

یہ خطبہ کب دیا؟

یہ خطبہ اس وقت دیا ہے کہ جب پہلو پر کوڑا پڑ چکا تھا اور پسلیاں ٹوٹ چکی تھیں؛ شہزادی کونینؑ چند قدم اگر چلا کرتیں تو روایت میں یہاں تک ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تھا اور حضرت سیدہؑ نماز پڑھنے جاتی تھیں تو اس طرح چلنا پڑتا تھا کہ ایک ہاتھ دیوار پر ہے اور دوسرے ہاتھ سے ٹوٹی ہوئی پسلیوں کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس کیفیت میں حضرت سیدہؑ نے کائنات کا عظیم خطبہ دیا اور وہ خطبہ ایک دفعہ دے دیا گیا' لیکن یہی نہیں بلکہ اس کیفیت میں نماز کے لیے بھی جب تک کہ دیوار پر ہاتھ نہ رکھا جائے اور دوسرے ہاتھ سے ٹوٹی ہوئی پسلیوں کو نہ تھاما جائے تو حضرت سیدہؑ حجرے میں چند قدم نہیں چل سکتیں لیکن جہاں ماتم کی بات آ گئی تو حضرت سیدہؑ اپنی ساری تکلیفیں بھول گئیں؛ جب مولا علی علیہ السلام کو یہ پیغام ملا کہ روک لیجیے فاطمہؑ کو اس لیے کہ وہ دن کو بھی روتی ہیں اور رات کو بھی روتی ہیں۔ مولا علیہ السلام نے گھر آ کر صرف پیغام پہنچا دیا۔

اس وقت شہزادیؑ کا ایک ہی جملہ تھا کہ اے ابوالحسنؑ! میں نے آج تک آپؑ سے کوئی فرمائش نہیں کی لیکن آج صرف ایک فرمائش کرتی ہوں وہ یہ کہ مدینہ کے باہر مجھے ایک ایسا مکان بنا دیجیے جس میں مَیں اپنے بابا کا ماتم کر سکوں۔

جو نماز کے لیے بستر سے اُٹھنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے لیکن جب ماتم پر پابندی لگی تو اب روزانہ صبح کو شہزادیؑ اس حالت میں چلتی ہیں کہ ایک ہاتھ میں عصا ہے اور دوسرے ہاتھ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی اُنگلی کو تھاما ہے؛ حضرت امام حسن علیہ السلام ماں کے ساتھ چل رہے ہیں۔ تین معصومین علیہم السلام کا قافلہ مدینہ سے

نکل کر بیت الحزن تک جاتا ہے اور شام کو واپس آتا ہے۔

عزادارو!

آپ نے ہزاروں مجالس سنی ہوں گی لیکن کائنات میں کوئی ایسی مجلس نہ دیکھی ہوگی، نہ سنی ہوگی کہ جہاں پر سارا دن مجلس ہوتی ہو، جہاں پر مجلس پڑھنے والی معصومہؑ ہو اور مجلس سننے والے بھی معصومؑ ہوں اور ان کے علاوہ کوئی نہ ہو۔

اب مجھے نہیں معلوم کہ سارا دن حضرت سیدہؑ مجلس میں کیا پڑھتی تھیں لیکن اتنا ضرور یقین ہے کہ اپنا لکھا ہوا نوحہ تو ضرور پڑھتی ہوں گی:

صُبَّت عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَو اَنَّهَا
صُبَّت عَلَی الْاَیَّامِ صِرنَ لَیَا لِیَا

"بابا! آپؐ کے بعد اتنی مصیبتیں آئیں کہ جو اگر دنوں پر آئیں
تو راتوں میں بدل جائیں۔"

عزادارو!

ایک جملہ اور سن لیجیے!

میں نے تاریخ اسلام میں پڑھا کہ صبح کو عصا لے کر شہزادیؑ جاتی ہیں اور شام کو عصا تھام کر واپس آتی ہیں۔

عزادارو!

عصا تو بڑھاپے کی نشانی ہے ذرا مؤرخ سے اتنا تو پوچھ لو کہ شہزادیؑ کی عمر بھی بتا دو کتنی عمر تھی کہ رسولؐ زادیؑ کو عصا ہاتھ میں لینا پڑا؟!

مؤرخ نے کہا: سنو! رسولؐ زادیؑ فقط اٹھارہ سال کی تھیں۔

اٹھارہ سال میں اتنی ضعیف اور کمزور ہو گئیں کہ بغیر عصا کے نہیں چل سکتیں۔

بس!

ہم نے تاریخ میں دو ہی شخصیتوں کو دیکھا جو جوانی میں بوڑھی ہو گئیں۔

ایک کربلا سے آنے والا میرا چوتھا امام علیہ السلام اور ایک مدینہ میں رہنے والی رسولؐ کی بیٹی فاطمہؑ۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَ اتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۹۷)

"اور (راستا کے لیے) زادِ راہ مہیا کر لو اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔"

ہمارا عنوان یہ ہے کہ سیرتِ سیدۂ کونین سلام اللہ علیہا کی روشنی میں جہاں ہم اپنی عام زندگی کے لیے بہت سارے پیغامات لیتے ہیں، وہاں یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ تیرہ معصومین علیہم السلام میں سے جس معصوم علیہ السلام نے آنے والے امام علیہ السلام کے لیے سب سے زیادہ تیاری کروائی وہ بھی خاتونِ جنت "یہی سیدۂ عالمؑ ہیں اور وہ بھی شہزادیِ کونین سلام اللہ علیہا ہیں اور اس جانب عام طور پر ذہن متوجہ نہیں ہوتے ہیں اس لیے ان مجالس کا عنوان اس کو قرار دیا گیا ہے لیکن لامحالہ جب یہ بیان کیا جائے گا کہ سیدۂ کونینؑ نے کس طرح زمانے کے امام علیہ السلام کے لیے تیاریاں کروائیں تو یہ بیان کرنا پڑے گا کہ آخر زمانے کے امام علیہ السلام کو کیسی تیاریاں چاہئیں؟!

وہ کس طرح تشریف لائیں گے؟!

ان کا جہاد کیا ہوگا؟

ان کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟

دیکھیے!

آخر وجہ کیا ہے کہ زمانے کے امام علیہ السلام کے لیے اتنی بھرپور تیاریاں شہزادی کونینؑ کروا رہی ہیں؟ اس کو میں پہلی مجلس میں بیان کر چکا ہوں اور اس سوال کا جواب دیا جا چکا ہے کہ آخر ظاہری اعتبار سے وہ کیا وجوہات ہیں کہ سیدۂ عالمؑ کے سپرد زمانے کے امام علیہ السلام کی تیاری کا فریضہ کیا گیا' پروردگار کی جانب سے سونپا گیا؟!

اب آیئے وہ تیاری!

اس میں سب سے پہلے تو ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ زمانے کے امام علیہ السلام کے جہاد کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟

یہ بات کل کی مجلس میں بیان ہو چکی ہے کہ بغیر ہتھیار کے یہ جہاد کیا جائے گا۔ اگرچہ علم خود سب سے بڑا ہتھیار ہے لیکن دنیاوی اعتبار سے جسے ہتھیار کہا جاتا ہے مثلاً تیر ہو' تلوار ہو' میزائل ہو' بندوق ہو' کلاشنکوف ہو' تو اس قسم کے ہتھیار نہیں۔

دیکھیے!

میں مطلق طور پر اس بات کی نفی نہیں کر رہا ہوں کہ امام علیہ السلام ہتھیاروں سے جہاد کریں گے ہی نہیں بل کہ میں تو کل یہ بتا چکا ہوں کہ بنیادی اعتبار سے امام علیہ السلام کو یہ جہاد تبلیغ کے ذریعے کرنا ہے اور شہزادی کونینؑ نے مباہلے سے لے کر فدک تک یہ بتا دیا کہ کس انداز سے ہتھیاروں کو استعمال کیے بغیر بھی اپنا پیغام دوسروں تک پہنچایا

جا سکتا ہے لیکن اب آئیے اسی کا ایک دوسرا حصہ اور یہ دوسرا حصہ بیان کرنے سے پہلے ایک مختصر سی بات میں عرض کردوں وہ یہ کہ بعض وجوہات کی بنا پر ہم اپنے امام علیہ السلام کے حالات کو اتنا نہیں پڑھا' جتنا غیروں نے پڑھا ہے۔ ہم اپنے امام علیہ السلام سے ایک جذباتی تعلق تو رکھتے ہیں لیکن صحیح تعلق یعنی جو معرفت والا تعلق ہوتا ہے' وہ ہمارے اندر نہیں ہے۔

جملے پر غور کیجیے گا!

دیکھیے!

میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ہم اپنے امام علیہ السلام کی معرفت نہیں رکھتے ہیں' ایسا نہیں ہے ہم معرفت رکھتے ہیں۔

حدیث رسولؐ ہے:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیتَةً جَاهِلِیَّةً

"جو اپنے زمانے کے امام علیہ السلام کی معرفت کو پائے بغیر مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔"

ہمیں امام علیہ السلام کی تو معرفت ہے لیکن ہم امام علیہ السلام کے حالات کی اتنی معرفت نہیں رکھتے جتنی معرفت دشمن رکھتے ہیں۔ چناں چہ بہت ساری چیزوں کے بارے میں ہم بھی نہیں جانتے کہ امام علیہ السلام کا جہاد کیسا ہوگا لیکن ہمارے دشمن کو معلوم ہے کہ جہاد کیسا ہوگا' ہم کو معلوم نہیں ہے اس لیے ہم اس طرح سے تیاری نہیں کرتے لیکن دشمنوں کو معلوم ہے' اس لیے وہ اسے روکنے کی کوشش شروع کردیتے ہیں۔

بہر حال!

ظہور پیغمبرؐ اسلام سے پہلے' اعلانِ رسالت سے پہلے' بعثت پیغمبرؐ اسلام سے پہلے بلکہ ولادتِ رسولؐ سے پہلے جو بدترین دشمن تھے' جنھوں نے یہ طے کیا تھا کہ اس رسولؐ کی مخالفت کرنا ہی کرنا ہے جب یہ آئے گا۔

ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے رسولؐ لیکن دشمن یہ طے کر کے بیٹھے ہیں اس لیے کہ ان کے پاس پیغمبرؐ اسلام کے حالات کی اتنی معرفت تھی کہ اتنی معرفت تو خاندانِ بنی ہاشمؑ میں بھی بجز سردارانِ بنی ہاشمؑ کے اور کسی کے پاس نہ تھی۔

چناں چہ آپ کو تاریخ اسلام میں مسلسل یہ واقعات ملیں گے کہ پیغمبرؐ اسلام کی ولادتِ باسعادت کے فوراً بعد بھی اس زمانے کے جو سب سے بڑے دشمنانِ اسلام تھے اور آج بھی وہی ہوں گے یہودانِ مدینہ وہ پیغمبر اکرمؐ کو ڈھونڈتے ہوئے مکہ میں آئے کہ بچہ تو کوئی پیدا ہوا ہے اور پیغمبرؐ اسلام کا وہ امتحان لیا جو اپنی مجالس میں اکثر پڑھتا ہوں یعنی رسولؐ خدا سے پہلے آپؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ علیہ السلام پر قاتلانہ حملے کیے' رسولؐ خدا سے پہلے آپؐ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا پر قاتلانہ حملے' جب وہ حاملہ تھیں' ان پر اس عورت کے ذریعے حملہ جو حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کی خدمت کیا کرتی تھیں اور اس سے پہلے حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کا نام چھپانا۔ ان کے نام کو اتنا چھپایا گیا کہ آج بھی بہت سارے مومنین کو معلوم نہیں ہے کہ حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کا اصلی نام کیا تھا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کا اصلی نام تو حضرت شیبہ علیہ السلام ہے اور وہ جو خانہ کعبہ کی عمارت میں

داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ باب بنی شیبہؑ کہ آج تک مستحب ہے کہ جب مسجد نبویؐ میں داخل ہوں تو اسی دروازے سے ہوں۔

اس کو اگر ہم اپنی زبان میں پڑھیں تو باب بنی عبدالمطلب" کہلائے گا لیکن عبدالمطلب" تو ایک لقب تھا کہ یہودی ڈھونڈتے رہے شیبہؑ کو اور شیبہؑ کا ان کو پتا نہ چلا کہ کون ہیں جب کہ ان کے سامنے رہتے تھے۔

تو یہ ساری چیزیں مثلاً حضرت ہاشم علیہ السلام کی شہادت شہر مدینہ میں ہوئی' حضرت عبداللہ علیہ السلام کی شہادت شہر مدینہ میں ہوئی' پیغمبرؐ اسلام کے والد بھی اور پیغمبرؐ اسلام کے پردادا بھی مدینہ ہی میں شہید ہوئے۔

دونوں تجارتی سفر پر جا رہے تھے' دونوں کے سسرال شہر مدینہ میں تھے اور شہر مدینہ یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا' پورے جزیرہ نمائے عرب میں' تو آخر یہ قاتلانہ حملے جن میں دو کامیاب ہوئے اور تین چار حملے ناکام ہوئے۔

یہ تھے ہی اس لیے کہ آخری پیغمبرؐ نہ آنے پائے' تو جو لوگ آگے چل کر پیغمبرؐ اسلام پر ایمان لانے والے تھے انھیں بھی پیغمبر اکرمؐ کی وہ معرفت نہیں ہے جو معرفت ان دشمنوں کو ہے' جنھوں نے پیغمبرؐ اسلام کی ولادت سے پہلے یہ طے کر لیا تھا کہ جب بھی یہ رسولؐ آئے گا ہمیں اس کی مخالفت کر کے اسے قتل کرنا ہے۔ وہی انداز عمل کہ اس سے کچھ زیادہ بڑا انداز آج بھی اپنایا جا رہا ہے۔

ہمیں اپنے امام علیہ السلام کی معرفت ہے یعنی اتنی معرفت تو ہے کہ جاہلیت کی موت تو ہم نہیں مر سکتے لیکن اپنے امام علیہ السلام کے حالات کی (کما حقہا) معرفت نہیں ہے

جس کی وجہ سے ہم وہ موت تو مر سکتے ہیں کہ جس امام علیہ السلام کا انتظار کیا بعد میں اسی کے ہی مخالف ہو گئے۔

بہر حال!

حضرت سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے اپنی اٹھارہ سالہ زندگی میں جتنی بھی تیاری آنے والے امام علیہ السلام کے لیے کروائی' اس کو آج کے اہل ایمان بھول کر بیٹھے ہوئے ہیں اس لیے کہ حضرت سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی محنتوں کی معرفت حاصل نہیں کی گئی۔

ان کی محنتوں کی قدر نہیں کی گئی' ان کی محنتوں کا احساس نہیں کیا گیا لیکن دشمنوں کو معلوم ہے چناں چہ دشمن اس چیز سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں کہ جو تیاری شہزادیٔ کونینؑ نے کروائی تھی اس تیاری کو ختم کیا جائے' ماننے والوں کو یہ پتا ہی نہ چلنے دیا جائے کہ شہزادیٔ کونینؑ نے کیا تیاری کروائی اور ہمیں معرفت نہ رکھنے کی وجہ سے معلوم نہیں ہے کہ یہ جو غلطی ہم کر رہے ہیں' یہ ہمارا فقط ایک انفرادی گناہ نہیں ہے۔

یہ امامِ زمانہ علیہ السلام کی تیاری کا مشن جو تیرہ معصومین علیہم السلام نے انجام دیا ہے اور خاص طور پر سیدۂ عالمینؑ نے ہمیں دیا ہے ہم اصل میں اس مشن سے بغاوت کر رہے ہیں' اس مشن سے غداری کر رہے ہیں لیکن لاعلمی کی وجہ سے' ہمیں پتا ہی نہیں۔

ہم تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم فقط دل کو خوش کرنے کے لیے گناہ کرتے جا رہے

ہیں کہ ایک گناہ تو اللہ معاف کر دے گا' ایک گناہ تو اہل بیت علیہم السلام نظر انداز کر دیں گے لیکن یہ وہ گناہ نہیں ہے کہ جس کا تعلق فقط ہماری ذات سے ہے کہ یہ وہ گناہ ہم کر رہے ہیں' جس کا تعلق امامِ زمانہ علیہ السلام کی تیاری سے ہے اور جس کا تعلق حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی اٹھارہ سالہ زندگی کی محنتوں سے ہے۔ چناں چہ جو باتیں میں اس سلسلۂ مجالس میں عرض کر رہا ہوں' ان کو آپ عام گناہوں سے اس حوالے سے بالکل مختلف سمجھیے گا۔

اچھا!

اتنی لمبی چوڑی تمہید میں نے کیوں باندھی؟

اس لیے باندھی کہ آج جس نکتے کی جانب آپ کو لے جانا ہے' وہ اس وقت شیعیت کا سب سے بڑا مسئلہ بنا دیا گیا ہے' اس وقت آلِ محمدؐ کے ماننے والوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے۔

ارے!

باقی سارے قرآن' حدیث اور سیدۂ عالمین سلام اللہ علیہا کی سیرت کو ایک طرف رکھیے۔

اگر ذرا سی عقل انسان کے پاس ہو تو یہی چیز اس کو چونکا دینے کے لیے کافی ہے کہ یہ ایک دم بیٹھے بیٹھے کیا ہوا' سو سال' ڈیڑھ سو سال کے حالات تو آپ کو اس لیے بھی معلوم ہیں کہ انھیں آپ نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے لیکن آج تک کبھی یہ مسئلہ اتنا بڑا نہیں بنا تھا' آج تک اس شوشے کو اس انداز سے نہیں چھوڑا گیا تھا' آج

تک ذہنوں کو اس انداز سے پریشان نہیں کیا گیا تھا' اگر کوئی مسئلہ کھڑا بھی ہوتا تھا تو وہ کسی ایک علاقے تک محدود رہتا تھا لیکن آج آپ دنیا کے جس علاقے میں چلے جایئے شیعیت کو ہر طرف اسی ایک خاص مسئلے کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

اگر آپ قرآن نہ پڑھیں' اگر آپ حدیثیں نہ پڑھیں' اگر آپ سیرت سیدہؑ نہ پڑھیں اور اگر آپ امامِ زمانہ علیہ السلام کی تیاری نہ پڑھیں تو تب بھی ہوشیار کر دینے کے لیے فقط یہی چیز کافی ہے کہ ایک دم سے دنیا کے مختلف علاقوں میں ایک ہی مسئلے کو شروع کیا گیا ہے اور ایک ہی مسئلے کی وجہ سے ہمیں الگ کیا جا رہا ہے تو اس کے پیچھے کسی نہ کسی کا ہاتھ ضرور ہے۔

اب بس!

یہ وہی ہے جس کے لیے میں نے تمہید باندھی کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جو انفرادی گناہ ہوتے ہیں جن کا نقصان انسان کو اپنی ذات تک ہوتا ہے دنیا میں بھی' قبر میں بھی اور قیامت میں بھی اور بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جو پورے نظام کو نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں' اسلام کو نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں' امامِ زمانہ علیہ السلام کے مشن کو نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں اور تیرہ معصومین علیہم السلام کی محنتوں کو برباد کر دینے والے ہوتے ہیں۔

نعوذ باللہ!

میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ محنت برباد ہو گئی' وہ تو کبھی برباد ہو ہی نہیں سکتی لیکن ہمارا جو گناہ ہے وہ یہ ہے کہ لاعلمی میں ہم اتنی بڑی غلطی کر رہے ہیں۔

اب آیئے اس بات کی طرف کہ بغیر ہتھیار کے جہاد کیسے کیا جاتا ہے؟

یہ پیغام سب سے پہلے حضرت سیدہ عالمین نے دیا لیکن اس کے لیے علم ضروری ہے۔

یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جو بظاہر ہر آدمی علم کی تعریف کرتا رہتا ہے لیکن یہی تو تعجب ہے کہ علم کی تعریف کرنے والا ہر آدمی اس حوالے سے سوچتا ہی نہیں ہے۔

اچھا!

اب یہاں پر یہ میں عرض کردوں کہ تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ صحیح معنوں میں تشیع کے پاس جو علم آیا مثلاً وہ پانچویں اور چھٹے امام علیہ السلام کا مدرسہ تھا لیکن اس سے پہلے مولائے کائنات علیہ السلام کے نہج البلاغہ والے خطبات تھے اور اس سے پہلے سب سے پہلے یہ طریقہ جہاد سیدۂ عالمین کے زمانے میں آیا۔ حضرت سیدہ عالمین کے فضائل کے باب میں ہمارے ذاکرین اور علمائے کرام ایک جملہ کہتے ہیں۔

دیکھیے!

یہی جملہ جو بات میں آج عرض کرنے والا ہوں، اس میں بھی کام آئے گا۔

سیدہ کونین کے فضائل کے لیے منبر پر ایک جملہ بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے اتنا زیادہ کہ اب اس کی تشریح کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہی بلکہ ایک اشارہ ہی کافی ہے۔

دیکھیے!

شہزادیٔ کونین کے فضائل باقی معصومین میں سے کسی سے کم نہیں ہیں چاہ

چہ وہ حدیث جو آج تیسری مجلس میں مَیں تیسری بار پڑھ رہا ہوں کہ معصوم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: اگر ہم بندوں پر حجت ہیں تو ہماری دادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہم پر قیامت کے دن حجت بنیں گی۔

تو شہزادی کونینؑ دیگر معصومین علیہم السلام سے کم نہیں ہیں لیکن جس طرح باقی فضائل کے لیے ایک جملہ آپ منبر سے سنتے ہیں' اس طرح شہزادیؑ کے فضائل میں بھی سنتے ہیں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ فضائل سیدہؑ دنیا کے سامنے کیسے آئے؟

اس لیے کہ جس ذات کے یہ فضائل ہیں' وہ ذات تو پردے میں ہے اور ایسا پردہ ہے کہ جس کی (کچھ) تفصیل آپ جانتے بھی ہیں اور (مزید) ایک مجلس میں بھی آئے گی۔

تو فضائل سامنے نہیں آ نہیں سکتے لیکن بتانا بھی ہے لوگوں کو کہ یہ فضائل ہیں کیا۔

دیکھیے!

بعض اوقات اہل بیت اطہار علیہم السلام پیغام پہنچانے کا یہ طریقہ بھی اختیار کرتے ہیں۔

میدانِ کربلا میں یہ ضرورت ہے کہ یہ بتایا جائے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد عہدۂ امامت حضرت زین العابدین علیہ السلام کو حاصل ہوا چناں چہ حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے اپنے اس تمام تر رتبے کو خطرے میں ڈالتے ہوئے جب امامِ سجاد علیہ السلام سے فرمایا تھا: بیٹا! اب ہماری زندگیاں خطرے میں ہیں اب ہماری ذمہ

داری کیا ہے؟۔

خلاصہ یہ کہ چوتھے امام علیہ السلام کی امامت تاریخ اسلام کا بڑا اہم موڑ تھا' صاحبانِ ایمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چاہنے والوں کی طرح گم راہ ہو سکتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چاہنے والے گم راہ ہوئے اور انھوں نے کہا: نہیں! وہ عیسیٰؑ جو تھے وہ خدا کے بیٹے تھے۔ یہ تھا اور وہ تھا' تو یہاں بہت زیادہ اس بات کا امکان تھا کہ امامِ مظلوم علیہ السلام کی شہادت کا انکار کر دیا جائے' جب امامِ مظلوم علیہ السلام کی شہادت کا انکار ہوتا تو چوتھے امام علیہ السلام کی امامت کا انکار بھی خود بہ خود ہو جاتا لیکن حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے اپنے رُتبے کو' اپنی فضیلت کو اور اپنی منزلت کو خطرے میں ڈال دینا چاہا بعد میں یہ اعتراض کرتی رہے کہ بھئی! آپ کہتے ہیں کہ ثانی زہرا سلام اللہ علیہا کا رُتبہ اتنا بڑا تھا لیکن تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ ان کو یہ معمولی سا مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا (معاذ اللہ)۔

کہا: دنیا بے شک کہتی رہے لیکن اس وقت مجھے اپنی فضیلت اور رُتبے کو نہیں بچانا بلکہ اپنے بیٹے کی امامت کو بچانا ہے جو میرا بھائی وقتِ آخر سجادؑ کو میرے حوالے کر گیا ہے تو اس لیے نہیں کہ سجادؑ کی جان ہی بچائی جائے بلکہ اس لیے کہ سجادؑ کی امامت کو بھی بچایا جائے۔

تو حضرت امامِ سجاد علیہ السلام کی امامت کے تحفظ کے لیے حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو یہ مسئلہ پوچھنا پڑا اور یہ کہہ کر پوچھنا پڑا: اے میرے زمانے کے امامؑ! اب تُو بتا کہ مسئلہ شرعی کیا ہے؟

دوسرے جملے کی اتنی اہمیت نہیں ہے وہ تو حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی کنیزیں بھی جانتی ہیں۔ پہلے جملے کی وضاحت ہے کہ اے میرے زمانے کے امامؑ!

جب حضرت امام حسین علیہ السلام سے اتنی محبت کرنے والی بہن یہ اقرار کر رہی ہے کہ میرا بھائی مارا گیا ہے اور اب امامت میرے بھتیجے کے پاس آئی ہے تو اب کسی اور کو یہ عقیدہ بنانے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

بہرحال!

اگرچہ ایک فرقہ بنا لیکن چوں کہ حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے کچھ ایسے انتظامات کر دیے تھے جس کی وجہ سے وہ کامیاب تو نہ ہو سکا لیکن ہرحال وجود میں ضرور آیا۔ جس نے کہا: نہیں بھئی! جب خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت کو برداشت نہ کر سکا اور انھیں اُٹھا لیا گیا تو آقا حسین علیہ السلام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ہیں وہ بھی آسمان پر اُٹھا لیے گئے ہیں اور اب تک زندہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اسی لیے اب ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اسی وجہ سے عیسائی کسی نبی کے قائل نہیں ہیں۔ بس یہی تھا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام زندہ ہیں تو اب حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد کوئی امامؑ نہیں آئے گا (معاذاللہ)۔

تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے رُتبے اور فضیلت کو خطرے میں ڈالا اور حضرت سجاد علیہ السلام کی امامت کو پیش کیا لیکن حضرت سجاد علیہ السلام کو بھی یہ معلوم تھا کہ میری امامت کا اعلان کرنے کے لیے میری پھوپھیؑ نے اپنی فضیلت اور اپنی منزلت کو خطرے میں ڈالا تو جب شام سے رہائی کا موقع آیا تو وہاں حضرت

سجاد علیہ السلام نے بھی اسی طریقے سے عمل کیا کہ یزید کہتا ہے: ہم آپؑ کو رہا کرتے ہیں اور امامِ وقتؑ یہ کہتا ہے: میں بغیر اپنی پھوپھیؑ کے مشورے کے تجھے کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

دیکھیے!

امامِ وقتؑ کسی کے مسئلے کا محتاج نہیں ہوتا ہے' امامِ وقتؑ کسی کی تربیت کا محتاج نہیں ہوتا ہے لیکن یہ لفظ مشورہ اس لیے کہا کہ عظمتِ ثانی زہراؑ کو پہچانو یعنی بہ الفاظِ دیگر یہ کہا کہ کل اگر میری عظمت کو بتانے کے لیے میری پھوپھیؑ نے اپنے رُتبے کو خطرے میں ڈالا تھا تو آج اپنی پھوپھیؑ کی عظمت کو بتانے کے لیے میں اپنی امامت کو ظاہری اعتبار سے خطرے میں ڈال رہا ہوں۔

تو اب دشمن کہہ سکے گا کہ یہ کیسے امامِ وقتؑ ہو گئے جو بغیر عورتوں کے مشورے کے کوئی قدم بھی نہیں کر سکتے ہیں (معاذاللہ) اور دشمن نے یہ کہا بھی۔

کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" میں یہی جملہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا کہ یہ ہے مذہبِ شیعہ جو حبشی کنیزوں اور گھر میں بیٹھنے والی عورتوں کے ذریعے سے پھیلا اور ہمارا وہ مذہب ہے جو اصحابِ رسولؐ کی مدد سے پھیلا (معاذاللہ)۔

تو یہ سارے خطرے مول لیے گئے' ایک دوسرے کی عظمت اور ایک دوسرے کی معرفت کرانے کے لیے۔

بس!

وہی منزل یہاں پر آ رہی ہے کہ کبھی اِن کے ذریعے سے اُن کی عظمت

سامنے لائی جاتی ہے اور کبھی اُن کے ذریعے سے اِن کی عظمت سامنے لائی جاتی ہے۔ اب فضائل سیدہؑ کیسے دنیا کے سامنے آئے؟

وہ سیدہؑ خود پردے میں ہیں اور سیدہؑ کے فضائل کیسے سامنے آئے؟

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ قرآن حضرت سیدہؑ کے فضائل پر بولے اور قرآن بولا۔

ایک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پیغمبرؐ اسلام فضائل سیدہؑ کو بیان کریں اور پیغمبرؐ اسلام نے بیان کیے لیکن ایک عام انسان ایسا ہوتا ہے کہ جو جب تک کوئی چیز اپنی آنکھ سے نہ دیکھے اس وقت تک اسے یقین نہیں آتا ہے۔ اس وقت تک اس کی توجہ نہیں ہوتی ہے۔

قرآن وحدیث کا تو مسئلہ ہی بڑا عجیب ہے اور وہ یہ کہ سورۂ محمدؐ کی ایک آیت ہے وہ یہ ہے کہ خدا ارشاد فرما رہا ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ (سورۂ مبارکہ محمدؐ: آیت ۱۶)

"اے رسولؐ! ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو تمہاری طرف کان لگائے رہتے ہیں یہاں تک کہ سب سن سنا کر جب تمہارے پاس سے نکلتے ہیں تو جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان سے پوچھتے ہیں کہ ابھی اس شخص نے کیا کہا تھا یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور یہ اپنی خواہشات کی

پیروی کرتے ہیں۔"

یہ سب عرب ہیں ان میں کوئی گجرات سے چل کر وہاں نہیں پہنچا ہے یا کوئی کراچی والا وہاں نہیں ہے اور کوئی حیدر آباد دکن والا وہاں نہیں ہے۔ یہ سب کے سب عرب ہیں اور ایسے عرب ہیں جن کی مادری زبان عربی ہے اور پیغمبرؐ اسلام عربی میں بات کر رہے ہیں لیکن پھر بھی یہ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ رسولؐ کیا کہہ رہے تھے؟

یہاں پر ایک بات اور یاد رکھیں وہ یہ کہ پیغمبرؐ کا کلام بچہ بھی سمجھے اور جاہل، بدو عرب بھی سمجھے اس لیے پیغمبرؐ اسلام نے اپنے کلام کو کبھی اس انداز سے نہیں پیش کیا جس انداز سے مولا علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں پیش کیا ہے، اس میں ایک خاص مصلحت اور حکمت تھی پروردگار عالم کی؛ اگرچہ اس میں ایک اور مصلحت بھی ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کا کلام اتنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ کہہ دیں کہ دیکھو! یہ کلام قرآن سے اتنا ملتا جلتا ہے اس لیے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن بھی محمدؐ نے خود لکھا ہے (معاذ اللہ)۔

بہر حال!

اس میں بہت ساری مصلحات تھیں۔

تو سادہ زبان، سادہ کلام استعمال کیا کرتے تھے۔ لیکن پھر سورۂ محمدؐ کی آیت بتا رہی ہے کہ کچھ لوگ پیغمبرؐ اسلام کی سادہ گفتگو سن کر بھی یہ کہا کرتے تھے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ایک بڑا مجمع ہے جو مجلس سن کر سمجھتا بھی نہیں ہے، اس کی آنکھوں

کے سامنے ایک چیز ہونی چاہیے۔

اچھا!

اب یہ جدید تحقیق بھی ہے' آڈیو سے زیادہ وڈیو کا اثر اس لیے زیادہ ہوتا ہے کہ سننے والی بات سے زیادہ دیکھنے والی بات کا اثر ہے۔

مولائے متقیان علیہ السلام کے فضائل چاہے سننے سے سمجھ میں نہ آ رہے ہوں لیکن آنکھوں سے دیکھنے سے سمجھ میں آ جائیں گے۔ شب ہجرت بستر رسول پر وہی لیٹے ہیں' بدر کا جہاد انھوں نے ہی سر کیا ہے' اُحد میں ذوالفقار انھیں کے لیے ہی نازل ہوئی ہے' خندق میں عمرو ابن عبدود کے دو ٹکڑے انھوں نے ہی کیے ہیں' خیبر کا دروازہ انھیں کے ہاتھ میں نظر آ رہا ہے' مولائے کائنات علیہ السلام خود پیغمبرؐ اسلام کے ہاتھوں پر غدیر خم میں نظر آ رہے ہیں' وہاں مسئلہ یہ ہے کہ مولا علی علیہ السلام کے فضائل قرآن و حدیث کے علاوہ جن کو سنتا ہے آنکھوں سے بھی دکھائے جا رہے ہیں لیکن سیدہ عالمینؑ کے فضائل وڈیواؤں کے سامنے کیسے آئے؟؟

اب یہ ذاکری کا بہت پرانا نکتہ ہے اور کئی بار آپ کا سنا ہوا ہے۔

خلاصہ یہ کہ پیغمبرؐ اسلام نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

دیکھیے!

پہلی مرتبہ یہ جملہ میں نے اپنے شفیق اُستاد حضرت خطیب آلِ محمدؐ سید اظہر حسن زیدی صاحب قبلہ سے سنا تھا لیکن ان کے بعد تو کثرت سے علما بیان کرتے ہیں اور وہ جملہ یہی تھا کہ آپ نے ایک چیز دیکھی ہی نہیں اور اب آپ کو سمجھانا ہے

کہ وہ چیز کیسی ہے مثلاً میں آپ سے کہہ دوں کہ چلّی میں ایک امام بارہ بنا ہوا ہے اور آپ کہہ دیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا' اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ میں آپ سے کہہ دوں کہ جیسا یہ امام باڑہ آپ دیکھ رہے ہیں نا' بالکل ایسا امام باڑہ چلّی میں بھی ہے' اب آپ کہیں گے کہ یہ چلّی کیا چیز ہے؟

بہرحال!

ایسا ہو سکتا ہے' اس لیے کہ جغرافیہ ہر ایک کو معلوم نہیں ہے۔ اب اتنا جملہ کہ امام باڑہ بالکل ایسا ہے' اتنا سا جملہ آپ کے ذہن میں اس پورے امام باڑے کی تصویر لے کر آ جائے گا۔ یہ جو طریقہ ہے پیغمبرؐ اسلام نے اختیار کیا تھا کہ سارے فضائل مولائے متقیانؑ لوگوں کو دکھائے۔

کتنا ہی انسان اندھا ہو' یہ اس انداز کے فضائل تھے کہ ہر ایک کو دیکھنا پڑے اور اس طرح سے دیکھنا پڑے کہ خوشی سے نہ سہی تو مجبوری کے ساتھ تو دیکھے' اگر دل کی رضامندی سے نہ سہی تو ناراحتی و ناگواری کے ساتھ مگر ایک لاکھ بیس ہزار مجمع غدیر میں جائے تو کہاں جائے' اُحد کے میدان میں تو وہ کھڑے بھی ایسی جگہ پر ہیں' جہاں سے ہر منظر صاف نظر آ رہا ہے اس لیے کہ پہاڑ پر کھڑے ہو کر نیچے میدان کے منظر بہت صاف دکھائی دیا کرتے ہیں' خیبر کے میدان میں کہ جہاں اتنے واضح انداز سے میرا مولاؑ پلٹا کہ ایک ہاتھ میں مرحب کا کٹا ہوا سر ہے اور دوسرے ہاتھ میں خیبر کا وہ دروازہ ہے' سارے فضائل اس انداز سے دکھائے گئے اور اُدھر سیدۂ کونین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے فضائل نہیں دکھائے جا سکتے تھے' بس ایک جملہ کافی تھا۔

پیغمبرِ اسلامؐ نے یہی فرما دیا:

لَوْلَا عَلِیٌّ......

"اگر علیؑ نہ ہوتے تو میری بیٹی فاطمہؑ کی شادی نہ ہوتی' کیوں کہ فاطمہؑ کا علیؑ کے سوا کوئی کفو نہیں ہے۔"

کفو کہتے ہیں برابری کو' حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے کوئی برابر نہیں ہے۔

تو کیا بتایا؟

فضائل کی جتنی سیڑھیاں میرے مولاؑ نے چڑھیں چاہے وہ مکہ کی گلیوں میں تحفظِ رسالتؐ ہو' چاہے شبِ ہجرت بسترِ رسولؐ ہو' چاہے بدر کے میدان کا معرکہ ہو' چاہے اُحد میں "لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالفِقَار" کا قصیدہ ہو' چاہے خندق میں "بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّهٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّهٖ" ہو' چاہے خیبر میں "لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا کَرَّارًا غَیْرَ فَرَّارٍ" ہو' چاہے فتح مکہ کے موقع پر دوشِ رسولؐ پر بت شکنی ہو اور چاہے غدیرِ خم کے میدان میں علیؑ کو پیغمبرِ اسلامؐ کے ہاتھوں پر دیکھا' تو فضائل کی جتنی سیڑھیاں چڑھ کر میرا مولاؑ پہنچا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا وہیں برابر میں کھڑی نظر آئیں (صلوات)۔

یہ طریقہ کار تھا عظمت اور فضائل کا' اس انداز سے بیان کرنا کہ شخصیت حجاب سے نکل کر باہر بھی نہ آنے پائے اور اس کے سارے فضائل بھی دنیا تک پہنچ جائیں۔

اچھا!

حضرت علامہ خطیب آلِ محمدؐ سید اظہر حسن زیدی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کا اپنا ایک انداز تھا وہ اس انداز اس حدیث کی تفسیر نہیں کرتے تھے' اُن کا ا

ایک انداز تھا لیکن میں نے کہا کہ پہلی مرتبہ یہ پیغام انھوں نے پہنچایا' ان کا انداز یہ تھا۔ ذرا سا ان کی مجالس میں شوخی بھی ہوتی تھی تو وہ اکثر کہتے تھے کہ جی اسلام میں شوہر اور بیوی کا رشتہ ایسا ہے کہ جو اس وقت چل سکتا ہے کہ جب بیوی کے دل میں یہ احساس نہ ہو کہ میں اپنے شوہر سے افضل و برتر ہوں۔

آگے مولانا کہتے تھے: اگر بالفرض شہزادیؑ ایک فخر اور اس انداز سے کہہ دیں کہ ارے! مجھ کو پہچانو میں تو وہ ہوں کہ جو رسولؐ کے گھر میں پیدا ہوئی ہوں' تو شوہر وہی ہونا چاہیے جو جواباً کہے کہ مجھ سے کیا کہتی ہو میں تو اللہ کے گھر میں پیدا ہوا ہوں (نعرۂ حیدری)۔

فضائل سیدہؑ فضائل مولائے متقیان علیہ السلام کے ذریعے سے لائے گئے۔

اب آیئے اس میں جو مجھے آج کی بات عرض کرنا تھی اور وہ یہ کہ بغیر ہتھیار کے جہاد کرنا' نہ تلوار چلانا ہے' نہ تیر چلانا ہے' نہ نیزہ چلانا ہے اور میدان جنگ کو فتح کرنا ہے اور کامیابی حاصل کرنی ہے' اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے علم۔ اب علم سیدہؑ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ وہاں بھی وہی پریشانی ہوگئی جو بدر و اُحد کی پریشانی تھی یعنی علم تھا لیکن کیسے لوگوں کو دیا جائے؟

اب دینے کا وہی ایک طریقہ ہے کہ سیدۂ طاہرہ سلام اللہ علیہا میدان میں آئیں' منبر پر آئیں' دربار جائیں' جو ضروری مقامات تھے' وہاں گئیں لیکن روزانہ پانچویں اور چھٹے امام علیہ السلام کی طرح اپنا ایک مدرسہ قائم کریں لیکن جو حجاب سیدۂ فاطمہؑ کی عظمت ہے اس میں یہ چیزیں ممکن نہیں ہیں تو اسی طریقے کے ساتھ یہ پیغام دیا گیا۔

اچھا!

یہاں پر پہلے میں چھٹے امام علیہ السلام کی ایک حدیث پڑھ دوں کہ جس میں حضرت سیدہ کے اس رُخ کو واضح کیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: پروردگار نے پوری کائنات کی عورتوں میں سے دس عورتوں کو دس خاص چیزوں میں کوئی ایک چیز عطا کی جن میں سب سے آخر میں سیدہ کونینؑ کا ذکر ہے۔

اب حدیث بہت طولانی ہو جائے گی اس لیے کہ امام علیہ السلام ہر صفت کے اثبات میں قرآن کی آیت کو بطور دلیل بھی لا رہے ہیں لیکن اس وقت میرا موضوع دسویں چیز ہے اور کل سے میرا موضوع شروع ہوگا چھٹی چیز سے۔ حدیث اس لیے بھی پڑھ رہا ہوں کہ یہ حدیث دو دن کی مجلس میں کام آئے گی۔

فرمایا: حضرت حوا علیہا السلام کو پروردگار نے توبہ کا تحفہ عطا کیا۔ حضرت سارہ علیہا السلام کو پروردگار نے حُسن و جمال کا تحفہ عطا کیا۔

اچھا!

اب اس میں کچھ باتیں بڑی عجیب ہیں وہ یہ کہ ہمارے ذہن میں یہ ہے کہ یہ چیز تو حضرت زلیخا علیہا السلام کی ہونی چاہیے لیکن امام علیہ السلام نے حضرت زلیخا علیہ السلام کے لیے حُسن و جمال نہیں کہا بلکہ کہا کہ حضر سارہ علیہا السلام کو اللہ نے حُسن و جمال کا تحفہ عطا کیا ہے۔ فرمایا: حضرت رُحمہ علیہا السلام نے" جو حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ہیں' ان کو پروردگار نے عفت کا تحفہ عطا کیا' حضرت بلقیس کو پروردگار نے عقل کا تحفہ عطا کیا' پروردگار نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو صبر کا تحفہ عطا

کیا' پروردگار نے حضرت آسیہ علیہا سلام کو استقامت کا تحفہ عطا کیا' حضرت مریم علیہا السلام کو صفوت عطا کی یعنی ان کو اللہ نے عام عورتوں سے ممتاز قرار دیا' حضرت اُمّ المومنین خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو پروردگار نے اپنی خوشنودی اور رضا کا تحفہ عطا کیا اور ہماری دادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو اللہ نے علم کا تحفہ عطا کیا ہے (صلواۃ)۔

اب آیئے! اس دوسری بات کی طرف جو میں کہہ رہا تھا کہ سنی ہوئی باتوں کا اثر نہیں ہوا' اب علم حضرت سیدہؑ دنیا کے سامنے کیسے آئے؟

اب آیئے!

آپ ان معصومین علیہم السلام کے پاس جائیں جن کا علم ہی شہرۂ آفاق ہے اگرچہ ہر امام علیہ السلام علم کی معراج کو پہنچا ہوا ہے لیکن علم کے حوالے سے جو دو معصوم علیہما السلام بہت مشہور ہوئے ہیں وہ ہمارے پانچویں اور چھٹے امامؑ ہیں۔ ان کا مدرسہ اور ان کا اپنے شاگردوں کو علم دینا' نیز ان کا اپنے شاگردوں کو تربیت دینا۔ اب ایک نہیں' دو نہیں' پانچ نہیں' پتا نہیں کتنی حدیثیں ایسی ہیں کہ راوی کوئی مسئلہ جا کر پوچھتا ہے' کبھی پانچویں کی بارگاہ میں' کبھی چھٹے امامؑ کی بارگاہ میں اگرچہ یہی چیز اور معصومین علیہم السلام کے بارے میں پیش آئی لیکن سب سے زیادہ پانچویں اور چھٹے امامؑ کے حالات میں ہے یعنی کم سے کم بھی اگر میں کہوں تو روایتوں میں سوا سو یا ڈیڑھ سو مرتبہ یہ واقعہ آیا ہے اور پتا نہیں کتنی مرتبہ پیش آیا ہوگا۔

بہرحال!

راوی نے جا کر کوئی سوال کیا۔

کیا امام علیہ السلام کو اس سوال کا جواب معلوم نہیں ہے؟

وہ امام علیہ السلام ہی نہیں ہے جس کو کسی بھی سوال کا جواب معلوم نہ ہو لیکن امام علیہ السلام ٹھہرے بظاہر ایسا ظاہر کیا جیسے کچھ سوچ رہے ہوں پھر اپنے غلام سے کہا کہ جاؤ اور میری دادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی کتاب "مصحف فاطمہ" لے کر آؤ۔

غلام گیا' اتنے ہی احترام کے ساتھ وہ کتاب لایا جس احترام کے ساتھ قرآن کو لایا جاتا ہے اور امام علیہ السلام اس انداز سے کھولتے ہیں جس انداز سے قرآن کو کھولا جاتا ہے۔

امام علیہ السلام اس کتاب کو کھولتے ہیں' کچھ سناتے ہیں راوی کو اور فرماتے ہیں: یہ میری دادیؑ کی کتاب "مصحف فاطمہ" ہے۔ پھر امام علیہ السلام اس کے اوراق کی ورق گردانی کرتے ہیں' ایک جگہ پہنچ کر رک گئے ہیں پھر فرماتے ہیں: جو سوال تُو نے پوچھا ہے اس کا یہ جواب میری دادیؑ کی کتاب میں لکھا ہے' بس یہی ہمارا جواب ہے اسے لے کر جا (صلوٰۃ)۔

ایک بار نہیں' دو بار نہیں' میں نے کہا کہ سَوا سو سے زیادہ تو واقعات کتب حدیث میں آئے ہیں ویسے تو پتا نہیں کتنی بار یہ واقعہ پیش آیا ہوگا۔

اب اس کے بارے جو اصل بات میں کہہ رہا ہوں مگر اس سے پہلے ایک ضمنی بات سن لیں۔

یہ جو جملہ آتا ہے کہ جب بھی امام علیہ السلام یہ کتاب منگواتے ہیں تو لانے والا غلام اتنے ہی احترام سے لاتا ہے جس احترام کے ساتھ قرآن کو لایا جاتا ہے اور امام علیہ السلام بھی اسی انداز سے اس کتاب کو کھولتے ہیں' جیسے قرآن کو کھولا جاتا ہے اور

جب کبھی یہ جواب دے دیتے ہیں کہ بھئی! اس کتاب میں تو یہ لکھا ہے تو یقیناً وہ راوی حیران ہوتا ہوگا کہ مولاؑ! آخر یہ کون سی کتاب ہے کہ میں مسئلہ تو آپؑ سے پوچھ رہا ہوں اور آپؑ امامِ وقتؑ ہیں، آپؑ کے پاس علم "ماکان وما یکون" ہے آپؑ علم حاصل کرنے کے لیے کسی کے محتاج نہیں ہیں لیکن پھر یہ کتاب کیسی ہے؟

فرمایا: یہ میری دادیؑ کی وہ کتاب ہے جس میں قیامت تک کے حالات اور واقعات درج ہیں اور ہر مسئلے کا اس میں جواب موجود ہے (صلوات)۔

ایک تو دنیا ابھی اس مسئلے کے بارے میں اُلجھی ہوئی ہے کہ امامِ معصوم علیہ السلام کے پاس کوئی علم غیب ہوتا بھی تھا یا وہ ہماری اور آپ کی طرح سے ہوا کرتے تھے؟

یہاں پر امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اس میں قیامت تک کے حالات ہیں۔

اس انداز سے امام علیہ السلام فرماتے تھے کہ تہمت لگانے کا موقع مل گیا دشمنانِ اہل بیتؑ کو۔

پھر وہی جملہ!

میں نے آخر کیوں شامِ غریباں، ثانی زہراؑ اور سید سجاد علیہ السلام کا واقعہ شروع میں پڑھا تھا؟ ایک تو اس لیے بھی کہ یہ سلسلۂ مجالس اختتام تک پہنچے گا اسی امامِ معصوم علیہ السلام پر اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ بعض اوقات کسی اہم ترین مسئلے کو سمجھانے کے لیے اس بات کی پروا نہیں کی جاتی ہے کہ دشمن اس سے غلط فائدہ اُٹھا کر تہمت لگا دے گا، تہمت لگاتا ہے تو لگاتا رہے۔ اسی وجہ سے دشمنوں کو یہ تہمت لگانے کا موقع ملا کہ جی شیعوں کا تو قرآن ہی الگ ہوتا ہے، وہ تو اس قرآن کو مانتے ہی نہیں ہیں، وہ تو اس پر یقین ہی نہیں رکھتے ہیں۔

ہم پر دو طرح کی تہمتیں لگائی جاتی ہیں:

① ایک یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کو مانتے تو ہیں لیکن ان کے قرآن کے چالیس پارے ہیں (معاذ اللہ)۔

اس کا بھی مفہوم یہ کہ بہر حال یہ تیس پارے تو مانتے ہیں۔

② دوسری تہمت جو اس سے بھی زیادہ سخت ہے جو دشمنانِ اہل بیتؑ لگاتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اس قرآن کو بالکل مانتے ہی نہیں ہیں بل کہ یہ کہتے ہیں کہ اصل میں ہمارے پاس ہماری دادیؑ کی الگ سے ایک کتاب ہے (معاذ اللہ)۔

اب یہ ''مصحفِ فاطمہؑ'' کیا ہے؟ قرآن کیا ہے؟ یہ موضوع آج کا نہیں ہے لیکن یہ تہمت لگانے کا موقع دشمنوں کو اس لیے بھی ملا کہ کچھ انداز سے معصومین علیہم السلام ''مصحفِ فاطمہؑ'' کو عوام کے سامنے پیش کرتے تھے کہ لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ پھر قرآن کی کیا حیثیت رہی۔ قرآن کی کیا اہمیت رہی (معاذ اللہ)۔

بہرحال!

یہ تہمت لگی اس لیے کہ امام علیہ السلام نے ''مصحفِ فاطمہؑ'' کا اس انداز سے احترام کیا' اس انداز سے مسئلے پڑھ کر سنائے جیسے قرآن کا احترام کیا جاتا ہے اور اس میں سے مسئلے بتائے جاتے ہیں۔

اچھا! ایک بات یاد رکھیے!

اگر امام علیہ السلام ''مصحفِ فاطمہؑ'' منگواتے اور قرآن بھی نہ منگواتے اور صرف اتنا کہتے کہ یہ میری طرف سے جواب ہے تو پھر یہ تہمت نہ لگتی۔

امام علیہ السلام نے چوں کہ قرآن نہیں منگوایا بلکہ یہ کتاب منگوائی تو یہ کہنے کا موقع ملا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے آخر یہ طریقہ کار کیوں اختیار کیا؟!

چلیں!

اگر یہ "مصحف فاطمہ" ہمارے پاس ہوتا تو ہمارا بچہ بچہ اس کو یاد کر لیتا اور اگر کبھی کسی مسئلے کی ضرورت پڑتی تو ہم بھی "مصحف فاطمہ" میں سے پڑھتے مگر بغیر کتاب منگوائے ہوئے پڑھتے۔

چلیں!

امام علیہ السلام کو "مصحف فاطمہ" ہی سے ایک مسئلہ بیان کرنا تھا تو کتاب منگوا کر لوگوں کے سامنے کھول کر باقاعدہ اس کی ورق گردانی کر کے جیسے کوئی چیز تلاش کی جارہی ہے جواب دینے کی اور جواب دینے کے بعد یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ بھئی! اس کتاب کو پہچانو یہ تو وہ ہے جس میں قیامت تک کے حالات و واقعات موجود ہیں؟

یہ فقط اس لیے کہ امام علیہ السلام بار بار یہ جتانا چاہتے ہیں کہ تم نے میرے دادا کے بارے میں تو سنا ہے کہ وہ باب مدینۃ العلم ہیں، تم نے میرے بابا پانچویں امام علیہ السلام کے بارے میں تو سنا ہے کہ ان کا علم اتنا زیادہ تھا اور تم میرے بارے میں تو جانتے ہو لیکن سب سے بڑی صاحبہ علم کو بھولے جارہے ہو! ارے! جتنا علم بھی ہمارے پاس ہے اس کا ایک سلسلہ ہماری دادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے علم سے ملا ہوا ہے (صلواۃ)۔

بہرحال!

اب شہزادیؑ کے علوم کی عظمت کو بتانا تھا کہ خود امام علیہ السلام مردوں کے مجمع میں اپنے خاص شاگردوں کو اس علم سے جو حضرت سیدہؑ کے ذریعے سے آیا' کیوں روشناس کرا رہے ہیں؟

اس لیے کہ عظمتِ سیدہؑ کا پتا چلے اور اس کے ساتھ ساتھ یاد رکھیے کہ جو امامِ زمانہ علیہ السلام کا جہاد ہوگا اس کی بنیاد تلوار پر نہیں ہوگی بلکہ اس کی بنیاد تبلیغ پر ہوگی اور تبلیغ اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ علم انسان کے پاس نہ ہو' تو ہر چیز کی بنیاد علم ہے اور علم کی بنیاد ''مصحفِ فاطمہؑ'' ہے' علم کی بنیاد علومِ سیدہؑ ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہؑ نے اس انداز سے ہمیں علم کی فضیلت بتائی کہ جس میں ایک طرف تو ان کی عظمت بھی آ رہی ہے اور دوسری طرف امام علیہ السلام کے جہاد کی تیاری بھی آ رہی ہے۔

اب سنیے ایک آخری بات اور آج کی مجلس اختتام کو پہنچے۔

آخری بات کیا ہے؟

وہ یہ کہ علم کہاں سے ملتا ہے؟

علم کس چیز کا نام ہے؟

یہ علم کہاں تقسیم ہوتا ہے؟

علم فقط اور فقط اہل بیت علیہم السلام کے گھرانے سے ملے گا لیکن آپ کے اور اہل بیت علیہم السلام کے بیچ میں تو چودہ سو سال کا فاصلہ ہے۔

تو کون آپ کو وہ علم دے گا؟

اس کا نام ہے مرجع۔

اب جسے ظہور امام علیہ السلام کے جہاد کو نا کام کرنا ہے تو اسے پتا ہے کہ امام علیہ السلام کا جہاد تبلیغ کے ذریعے سے ہوگا اس لیے تبلیغ کو ناکام کرو اور تبلیغ ہوتی ہے علم کی وجہ سے تو علم کو ناکام کرو اور علم کو ناکام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو علم دینے والا ہے اس کو ناکام کرو یعنی مرجعیت کو ناکام کرو۔

بہرحال!

سیدۂ طاہرہؑ نے اپنے پوتے کے جہاد کے لیے علم کی اتنی فضیلت بتائی اور دشمنانِ اہل بیتؑ نے علم کے جتنے بھی ذریعے تھے ان پر پابندی لگانا چاہی وہ اس طرح کہ آج کوئی مرجع کو گالی دیتا ہے' کوئی عالم کو گالی دیتا ہے' تو یہ سارے کا سارا اس جہالت اور لاعلمی کا نتیجہ ہے جو ہر ایک کے پاس ہو سکتی ہے مگر امام علیہ السلام کے ماننے والے کے پاس نہیں ہو سکتی بلکہ امام علیہ السلام کا ماننے والا تو ایسا ہوتا ہے کہ جو بڑے سے بڑے مسئلے کو سیکنڈوں میں حل کرتا ہے۔

ذکرِ مصائب: حضرت بلالؓ کی اذان

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو بھی ایک مسئلہ پیش آ گیا تھا' سیکنڈ میں حل کیا تھا۔

کیا مسئلہ پیش آیا؟

حضرت بلالؓ کو یہ مسئلہ پیش آیا تھا کہ بعد از وفات رسولؐ قبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر ایک عہد کیا تھا۔

یہ روایت کتاب "سفینۃ البحار" میں موجود ہے!

حضرت بلالؓ نے قبر رسولؐ کے پاس کھڑے ہو کر ایک عہد کیا تھا: یا رسولؐ

اللہ! آج تک میں نے آپؐ کے لیے اذان دی ہے لیکن اب آپؐ نہ رہے تو آپؐ کے بعد اب میں اذان نہیں دوں گا۔

حضرت بلالؓ نے یہ عہد کیا لیکن مدینہ کے حالات تو حضرت بلالؓ خود دیکھ رہے ہیں۔

کیا دیکھ رہے ہیں؟ (شاید اسی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے تھے)

جلتے دروازے پہلو پر کوڑے گلے میں رسی حضرت بلالؓ کو معلوم ہے کہ جن لوگوں نے اہل بیت علیہم السلام کی شان میں گستاخی کی ہے ان کے سامنے حضرت بلالؓ کی کیا اہمیت ہو گی۔ حضرت بلالؓ نے سوچا کہ یہ مجھے میرے عہد پر باقی نہیں رہنے دیں گے زبردستی مجھ سے اذان دلوائی جائے گی چناں چہ عہد کیا اور اپنے عہد کو بچانے کے لیے فوراً مدینہ چھوڑ دیا شام کی جانب چلے گئے اس زمانے میں اسلامی دنیا شام تک نہیں پہنچی تھی لیکن ابھی راستے ہی میں تھے کہ ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ اللہ کا رسولؐ روتا ہوا نظر آیا۔

حضرت بلالؓ نے گھبرا کر عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آپؐ رو کیوں رہے ہیں؟

فرمایا: بلالؓ! اگر باقی سب نے میرے اہل بیتؑ کو چھوڑ دیا ہے تو تم بھی میرے اہل بیتؑ کو چھوڑ کر آ گئے؟

حضرت بلالؓ کی آنکھ کھلی اب اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ اپنے آپ کو مظالم سے بچانے کے لیے میں نے ایسے وقت میں مدینہ چھوڑا۔

بس!

پہلے تو عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے اب میں

توبہ کرتا ہوں۔

اب واپس چلے اور اُدھر وہ جو مدینہ میں گھر کا دروازہ جلا اور وہ (دِگرگوں) حالات نظر آئے' ذرا سا وقت گزرا' اب مدینہ والے بے چین ہیں' کہہ رہے تھے کہ کیا ہوا' مسجد رسولؐ سے بلالؓ کی اذان کی آواز نہیں آ رہی ہے؟

ہر ایک دوسرے سے پوچھ رہا ہے کہ بلالؓ کہاں چلے گئے؟

ایک آدمی دوڑتا ہوا مدینے میں آیا اور آ کر کہا: اے مدینہ والو! میں نے ابھی بلالؓ کو مدینے میں واپس آتا دیکھا ہے۔

بس!

حضرت بلالؓ کا نام سننا تھا کہ سارا مدینہ گھروں سے نکل کر آیا' مرد تو مرد گھر میں رہنے والی عورتیں تک آ گئیں' اِدھر حضرت بلالؓ نے مدینے میں قدم رکھا' اُدھر ہر طرف آواز آئی:

جَآءَ سَیِّدُنَا بِلَالُ

ہائے!

ایک حبشی غلام آج کیا احترام پا رہا ہے کہ جس کو خراجِ تحسین دیتے ہوئے یہ جملہ کہا جا رہا ہے کہ ہمارا آقا بلالؓ آ گیا' ہمارا سید بلالؓ آ گیا اور ہر آدمی ایک جملہ کہہ رہا ہے: اے بلالؓ! جب سے رسولؐ اسلام اس دنیا سے گئے ہیں اس وقت سے آج تک کان تمہاری اذان کو سننے سے ترس رہے ہیں' ایک مرتبہ اذان دے دو۔

حضرت بلالؓ کہتے ہیں: نہیں! میں نے قبرِ رسولؐ پر قسم کھائی ہے کہ یا رسولؐ اللہ! آپؐ کے بعد کسی اور کے لیے اذان نہ دوں گا۔

قسم کی بات سن کر لوگ خاموش ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ حضرت بلالؓ مسجد میں داخل ہوئے' حجرۂ سیدہؑ کا دروازہ کھلا' حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام دوڑے دوڑے آئے۔

فرمایا: چچا بلالؓ! ہمارا سلام قبول ہو۔

ایک بار حضرت بلالؓ کی آنکھوں میں آنسو آئے اور پھر جھک کر ایک کاندھے پر حضرت امام حسن علیہ السلام کو بٹھایا' دوسرے کاندھے پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو بٹھایا لیکن حضرت بلالؓ نے محسوس کیا کہ مجمع بے چین ہے۔

کہا: کیا بات ہے؟!

کہا: بلالؓ! ہم تو آپؓ کو اتنی عزت اور احترام دے رہے ہیں اور آپؓ کی حالت یہ ہے کہ اتنے چھوٹے بچوں کے سامنے جھکے جا رہے ہیں۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا: ہائے مجھے پتا نہ تھا کہ مدینہ اتنا بدل گیا ہے' یہ تو بلالؓ کے کاندھے ہیں جن پر حسنین علیہما السلام بیٹھے ہیں' میں نے تو ان شہزادوںؑ کو رسولؐ خدا کے کاندھوں پر بیٹھے دیکھا ہے۔

بس!

ایک بار پھر حجرۂ سیدہؑ کا دروازہ کھلا اور حضرت فضہؓ تشریف لائیں۔

کہا: بلالؓ! پہلے تو میری شہزادیؑ کا سلام قبول کرو' رسولؐ کی بیٹی نے تجھے سلام بھجوایا ہے اور پھر شہزادیؑ نے ایک خواہش ظاہر کی ہے کہ بلالؓ! باباؐ کے بعد تمہاری اذان نہیں سنی' ایک بار اپنی اذان سنا دو۔

حضرت بلالؓ نے کہا: بہن فضہؓ! شہزادیؑ سے کہہ دینا کہ میں قسم کھا چکا

ہوں اب قسم کیسے توڑوں؟

حضرت فضہؓ گئیں اور دوبارہ باہر آئیں۔

کہا: بلالؓ! میری شہزادیؑ نے کہا ہے کہ تمہیں فاطمہؑ کے حق کا واسطہ ایک بار اذان دے دو۔

بس!

حضرت بلالؓ نے ایک سیکنڈ میں فیصلہ کیا۔

فاطمہؑ کون ہیں؟!

رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا:

فَاطِمَةُ بَضعَةٌ مِنِّی

"فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔"

فاطمہؑ کے لیے اذان دینا خود رسولؐ اللہ کے لیے اذان دینا ہے' میرا عہد نہیں ٹوٹے گا۔ ایک بار کاندھوں سے شہزادوںؑ کو اُتارا' گل دستہ اذان پر گئے' اذان شروع کی:

اَللّٰهُ اَکبَرُ

بس!

اب اُدھر حجرے میں شہزادیؑ کی عجیب حالت ہے کیوں کہ ہر نماز سے پہلے رسولؐ فاطمہؑ کے حجرے میں ہوتے تھے' اذان دیں سکتے تھے' فاطمہؑ نے حجرہ دیکھا' بابا! بلالؓ کی اذان شروع ہو گئی ہے ذرا نماز کی تیاری کیجیے۔

اُدھر حضرت بلالؓ نے کہا:

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: بابا! عمامہ پہن لیجئے عبا کاندھے پر ڈال لیجئے ہاتھ میں عصا لے لیجیے۔

اُدھر حضرت بلالؓ نے کہا:

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

عزادارو!

اب حجرے کا دروازہ کھلا حضرت فضہؓ باہر تشریف لے آئیں۔

کہا: بلالؓ! اب اگلا فقرہ نہ کہنا ارے! تیری زبان سے باپ کا نام سنا تھا کہ میری شہزادیؑ غش کھا کر گر پڑیں میری شہزادیؑ برداشت نہ کر سکیں۔

میں کہوں گا: شہزادیؑ! آج تو آپؑ نے بابا کا نام سنا اور بلالؓ جیسے صحابی کی زبان سے سنا ہائے بابا تو کہہ سکیں اپنی یتیمی کو یاد کیا لیکن کربلا میں آپ کی بیٹیاں آپؑ کی پوتیاں وہ سکینہؑ وہ تو ہائے بابا! بھی نہیں کہہ سکتیں اگر ہائے بابا کہیں تو کہیں سے کوڑے پڑتے ہیں تو کہیں سے طمانچے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ چہارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَ اتَّقُوْنِ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۹۷)

"اور (راستا کے لیے) زادِراہ مہیا کرلو اور سب سے بہتر زادِراہ پرہیزگاری ہے۔"

جب آپ حج کا سفر اختیار کرتے ہیں تو آپ کو سامانِ سفر چاہیے ہوتا ہے یعنی آپ کو کپڑے بھی چاہیے ہوں گے اور ضروریات کی دیگر چیزیں بھی چاہیے ہوں گی تو یہ وہ سفر ہے جو ایک مادی سفر ہے مادی اعتبار سے' لیکن جو سفرِ آخرت کا سفر ہے اس میں بھی قرآن کہہ رہا ہے کہ اس سفر میں بہترین سامان جو تم کو لے کر جانا ہے وہ تقویٰ کا سامان ہے۔

یہ سفرِ حج ہے جو ہماری خدا کی طرف ایک عارضی روانگی ہے۔ اب اسی کو آگے بڑھائیے تو آخری منزل آتی ہے کہ جہاں موت کے حوالے سے بات ہوتی ہے۔

موت کا مطلب ختم ہو جانا تھوڑا ہے' موت تو خود ایک سفر کا نام ہے جس میں ہم سفرِ حج کی طرح سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں جاتے ہیں لیکن یہ ایک عارضی سفر نہیں ہے بلکہ اب ہمیشہ ہم کو وہاں رہنا ہے تو اس سفر میں بھی کہا کہ بہترین

سامانِ سفر تقویٰ ہے۔

یہ جو دو سفر ہیں، ایک حج کا سفر جو بہت ہی مختصر ہے، عارضی طور پر اللہ سے ملاقات کرنا ہے۔ دوسرا سفر موت کا سفر ہے جو ہمیشہ کے لیے اللہ کی بارگاہ میں پہنچنا ہے۔ ان دو سفروں کے درمیان ایک تیسرا سفر بھی ہے جو ہر اس مومن کو کرنا ہوگا جو اس کی خواہش رکھتا ہے وہ زبردستی والا نہیں بل کہ جس کی اس کو خواہش ہوگی اور وہ ہے سفر اپنے امام علیہ السلام کی خدمت میں اس وقت پہنچنے کا جب اُن کا ظہور ہونے والا ہے۔

دیکھیے!

میں نے ہر مومن کا لفظ استعمال کیا ہے، میں نے یہ کہا ہے کہ فقط وہ مومن جو اس وقت زندہ ہوگا بل کہ ہر مومن چناں چہ جو روایتوں میں اس کی تفصیل آئی ہے وہ یہی تو ہے کہ زندہ لوگوں تک اگر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آواز کے ذریعے پیغام آ گیا تو جو لوگ اس دنیا سے رُخصت ہو چکے ہیں اور مرے دم تک یہی کہتے ہوئے رُخصت ہوتے ہیں کہ "اَلعَجَل، اَلعَجَل" مولاً جلدی تشریف لائیے ہم آپ" کا ساتھ دینا چاہتے ہیں تو مرنے کے بعد بھی جدھر حضرت جبرئیل علیہ السلام زندہ لوگوں کو پیغام دے رہے ہیں اُدھر دیگر ملائکہؑ مرنے والوں کو آ کر پیغام دے رہے ہیں کہ تمھاری دعا قبول ہو چکی ہے، تمھارا امامؑ آ چکا ہے۔

میں نے ایک مجلس میں اس کی تفصیل بھی بتائی تھی: یہ وہ روایت ہے کہ جسے کسی ایک خاص وجہ سے میں نے ایک بار حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ علامہ السید ابوالقاسم الخوئی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پوچھا تھا کہ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

انھوں نے اس روایت کو معتبر روایت قرار دیا تھا کہ مرنے والوں کی قبر پر

ملائکہؑ کا آنا۔

خیر!

اب یہ تین سفر ہوئے:

① پہلا حج کا سفر ہے جو ایک طرح سے عارضی سفر ہے لیکن پروردگار کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔

② آخری سفر موت کا سفر ہے جو ایک مستقل اور بڑا سفر ہے اس میں بھی جانا پروردگار کی بارگاہ میں ہے۔

③ تیسرا سفر وہ ہے جو ان دو سفروں کے درمیان ایک تیسرا سفر ہم کو اختیار کرنا پڑے گا جس میں ہمیں اللہ کے اسی گھر میں جانا ہے کہ جس میں ہم حج کے موقع پر جا چکے ہیں اور اللہ کی اس حجت کی زیارت کرنا ہے۔

اب یہ دو سفر جو پہلے اور آخری میں نے بتائے ان میں تو بہترین سفر تقویٰ کو قرار دیا گیا ہے لیکن جو ان کے درمیان والا سفر ہے اس کے لیے کیا سامان ہم کو چاہیے ہوگا؟

اس سفر میں بھی جو امام علیہ السلام کی خدمت میں جانے کے لیے ہوگا تقویٰ ہونا چاہیے چاہے وہ قبر کا مردہ ہو یا اور چاہے اس زمانے کے زندہ افراد ہوں۔ اب یہ جو درمیان کا ایک سفر آ گیا جس کا بہترین سامان تقویٰ ہو۔

اب اس سفر کی تیاری شہزادی کونینؑ نے جس انداز سے کروائی ہے اس کی تفصیل میں آج ہم براہِ راست جا رہے ہیں۔

ابھی تک تو ہم نے دو ایسی باتیں کہی تھیں جو عمومی قسم کی باتیں تھیں کہ اول

موت کا خوف دل سے نکلے اور دوسرا یہ کہ جس امام علیہ السلام کا ساتھ دینے کے لیے جا رہے ہو اس کے طریقہ جہاد کو سمجھو اور جو وہاں پر کام آنے والی چیز ہے اس کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ جس کا خلاصہ کل آیا تھا اور وہ ہے علم یعنی اپنی معلومات کو بڑھاؤ۔

یہاں پر میں ایک مختصر سی بات اور عرض کر دوں وہ یہ کہ بدر' اُحد' خندق' خیبر' صفین' حنین اور جمل حتیٰ کہ کسی حوالے سے کربلا' یہ جتنے بھی معصوم علیہ السلام کی قیادت میں لڑے جانے والے جہاد ہیں' ان سب میں براہِ راست شیطان کو خطرہ نہیں تھا' یہ سارے کے سارے شیطان کے نمائندے تھے چاہے وہ آپ کو بدر میں نظر آئیں' پیغمبرؐ اسلام کے مقابلے میں یا کربلا کے جہاد میں آپ کو نظر آئیں امامِ مظلوم علیہ السلام کے مقابلے میں' یہ سب شیطان کے نمائندے تھے لیکن ان میں سے کسی بھی جنگ میں براہِ راست شیطان کو خطرہ نہیں تھا۔

براہِ راست کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی جنگ ایسی نہیں تھی' جس میں شیطان کو یہ لگ رہا ہو کہ میں مارا جاؤں گا اور جب کسی کو یہ یقین ہو جائے کہ میں اس جنگ میں مر ہی نہیں سکتا تو اس کے لڑنے کا انداز ہی کچھ اور ہوتا ہے اور تھوڑا سا وہ سست بھی ہو جاتا ہے کہ بھئی! اگر اس جنگ میں کامیابی نہ ملی تو اگلی جنگ میں کامیابی حاصل کر لیں گے۔ ابھی تو ہم زندہ ہیں' لیکن جو امام علیہ السلام کے جہاد ہوں گے ان میں براہِ راست شیطان کا عمل دخل ہوگا اور ان میں شیطان مارا جائے گا' وہ جو اس نے خدا سے ایک مہلت مانگی تھی کہ قیامت تک کی مہلت دے دے تو خدا نے فرمایا تھا کہ قیامت تک کی مہلت تو نہیں مل سکتی لیکن وقتِ معلوم تک کی مہلت مل سکتی ہے۔

شیطان کو اپنی موت کا پتا ہے اور اسے یقین ہے کہ اس سے پہلے نہیں مارا

جاؤں گا چناں چہ اگر آج کوئی کام نامکمل چھوڑ دیا تو کل مکمل کر لوں گا۔

یہ جو امامِ زمانہ علیہ السلام والا جہاد ہے اس میں براہِ راست شیطان کا عمل دخل ہے۔ بدر سے لے کر کربلا اور کربلا سے لے کر شہدائے فخ تک کے جتنے جہاد ہیں معصومین علیہم السلام کے زمانے میں ہوئے اور اس کے بعد غیر معصومین کے زمانے میں مرجع وقت کی اجازت سے جو جہاد ہوئے ان سب میں اور امامِ زمانہ علیہ السلام کے جہاد میں کچھ اور فرق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نمایاں فرق یہ بھی ہے کہ وہ تو شیطان کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ چناں چہ اس جہاد کے حوالے سے شیطان بہت زیادہ یہ کوشش کرتا ہے کہ صاحبانِ ایمان یا تو اس جہاد میں پہنچ ہی نہ پائیں اور اگر پہنچ جائیں تو اس طرح پہنچیں کہ میدانِ جنگ میں بھی وہ شامل ہوں تو امام علیہ السلام کے لشکر میں ہوں لیکن فائدہ مجھے پہنچائیں؛ ان کے وجود سے ان کے لشکر امامؑ میں شامل ہونے سے بھی فائدہ مجھے ملے۔

اب یہ شیطان کی خواہش بدر و اُحد وغیرہ میں اس پیمانے پر نہیں تھی کیوں کہ وہاں شیطان کی اپنی زندگی کا مسئلہ نہ تھا لیکن زمانے کے امام علیہ السلام کے ساتھ اس کو اپنی زندگی کی فکر ہوگی۔

اب ایک حدیث سن لیجیے تاکہ کل والی جو بات ہے وہ ذرا سی اور واضح ہو اور پھر میں براہِ راست بہترین تیاری شہزادیِ کونینؑ نے جو کروائی اس کی تفصیل میں جاؤں۔

یہ بھی اگرچہ شہزادیِ کونینؑ کی ساری زندگی کا خلاصہ ہے:

قَدْ خَصَّ اللّٰهُ

"اللہ نے مخصوص کیا ہماری دادی" کو"

بِعِلمٍ
"علم سے"

جو حدیث میں نے کل سنائی تھی یہ اس کا آخری فقرہ ہے۔

اب آگے بڑھیے!

ایک بہت ہی اہم حدیث سنیے وہ جملہ ذہن میں رکھ کر جو میں نے ابھی کہا ہے۔ معصوم علیہ السلام سے جا کر کوئی سوال کر رہا ہے کہ فرزند رسولؐ! اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو مکمل طریقے سے شیطان سے بچانا چاہے۔

اس کے لیے ہمارے ہاں ایک لفظ استعمال ہوتا ہے:

اِستِعَاذَۃٌ

"پناہ چاہنا"

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

یہ "اَعُوذُ" بھی اسی "اِستِعَاذَۃٌ" سے لیا گیا ہے اور استعاذہ کا مطلب ہے شیطان سے اپنے آپ کو بچانا۔

اگرچہ اس عنوان پر حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ علامہ شہید دستغیب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "استعاذہ" اس دور میں بہترین کتاب مانی گئی ہے اور اب تو اس کا انگریزی میں بھی ترجمہ بمبئی سے چھپ چکا ہے تو اگرچہ یہ بہترین کتاب اس موضوع پر ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری موجودہ دور کی قوم میں کتاب پڑھنے کا رواج بہت کم ہے کتابیں خریدتے ضرور ہیں لیکن اس کے بعد پڑھنے کی مہلت نہیں ملتی۔

خیر!

ایک حدیث جو اس کتاب میں بھی کہیں لکھی ہے۔

ایک مومن نے عرض کیا: مولاؑ! اگر کوئی اپنے آپ کو مکمل طور پر شیطان سے بچانا چاہے تو کیا طریقہ کار اختیار کرے؟!

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مستحبات اور مکروہات کی پابندی کرے۔

راوی نے عرض کیا: مولاؑ! یہ بھی بتا دیجیے کہ آخر یہ شیطان مردود مومن تک پہنچ کیسے جاتا ہے مومن تو براہ راست اللہ اور رسولؐ اور امام علیہ السلام کی نگہبانی میں ہے وہ اس کو دیکھ رہے ہیں یہ شیطان آخر ان تک پہنچ کیسے جاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مومن کے مستحبات اور مکروہات کی پابندی کی وجہ سے۔

اب دو ایک دوسرے سے متضاد سوال کیے گئے دونوں کا جواب امام علیہ السلام نے ایک دیا۔

راوی نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! میں نہیں سمجھ پایا؟!

امام علیہ السلام نے فرمایا: سنو! اگر مومن واجبات اور محرمات کی پابندی پہلے کرے اور اس کے بعد مستحبات اور مکروہات کی پابندی کرے تو گویا اس نے اپنے آپ کو شیطان سے ہمیشہ کے لیے بچا لیا اور اگر مومن واجبات اور محرمات کو چھوڑ کر مستحبات اور مکروہات کی پابندی حد سے زیادہ کرے تو گویا اس نے شیطان کو اپنے تک پہنچنے کا راستا دکھایا۔

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَیۡکُمۡ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ

"اے آدمؑ کی اولاد! کیا میں نے تمہارے پاس یہ حکم نہیں بھیجا تھا

کہ (خبردار) شیطان کی پرستش نہ کرنا" (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۶۰)۔

اس کا طریقہ بھی ہے کہ پہلے واجبات کی پابندی کرو' پھر مستحبات کی جانب جاؤ' پہلے محرمات سے اپنے آپ کو بچاؤ پھر مکروہات سے اپنا تحفظ کرو' ثواب بھی ملے گا' فضیلت بھی ملے گی اور شیطان سے بچ بھی جاؤ گے اور واجبات کو قربان کر کے اگر مستحبات انجام دیے جا رہے ہیں اور حرام کا خیال کیے بغیر اگر مکروہات سے بچا جا رہا ہے تو گویا تم نے اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر دیا۔

اچھا!

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ غلطی آخر کیوں ہوتی ہے؟

یہ علم کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے' جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے' اس بے چارے کو پتا ہی نہیں ہے' ایسا نہیں ہے کہ جان بوجھ کر یہ اللہ کی مخالفت کرنا چاہتا ہے' جو جان بوجھ کر اللہ کی مخالفت کرنا چاہتا ہے' وہ واجبات کو چھوڑ کر مستحبات کی جانب نہیں آئے گا بلکہ وہ تو واجبات کو چھوڑ کر شراب خانے میں جا کر بیٹھے گا لیکن فجر کی نماز قضا کر کے نمازِ شب کے مصلے پر آنے والا' یہ اللہ کی مخالفت نہیں کر رہا' یہ سرکشی اور بغاوت کا مظاہرہ نہیں کر رہا' اس کا مسئلہ صرف یہ بن گیا ہے کہ اس کے پاس علم نہیں ہے۔

اب امام علیہ السلام نے جو طریقہ بتایا کہ شیطان کے پھندے میں مومن پھنسے گا اور خاص طور پر ظہورِ امام علیہ السلام کے بعد تو شیطان کی ہر ممکن کوشش ہو گی کہ سارے مومن بندوں کو اپنی طرف مائل کرے چاہے وہ لشکرِ امامؑ ہی میں کیوں نہ رہیں۔ وہ صرف جہالت کی وجہ سے فائدہ اٹھائے گا' وہ ہماری کمی علم سے فائدہ اٹھائے گا' جس

کی ایک مثال دے دوں۔

مثلاً اِسلام کے مکروہات میں سے ایک مکروہ یہ ہے کہ انسان کے پاس اگر choice ہے تو قمر در عقرب کے سفر نہ کرے۔

اچھا!

ایک مسئلہ یہ ہے کہ یہ علم نجوم کی اِسلام میں کیا حیثیت ہے؟

بہر حال!

باقی سارا موضوع تو ایک بہت لمبا موضوع ہے لیکن قمر در عقرب کی اہمیت سفر، نکاح، رُخصتی اور اس کے بعد شوہر اور بیوی میں جو تعلقات ہیں ان کے حوالے سے قمر در عقرب ثابت ہے اور معتبر روایت سے ثابت ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اگر آدمی کے پاس choice ہے یعنی اختیار ہے کہ آدمی آج بھی جا سکتا ہے اور تین دن بعد بھی جا سکتا ہے، اب اگر اس کے پاس یہ اختیار ہے تو اچھا سے زیادہ مکروہ ہے یعنی کراہت شدیدہ ہے قمر در عقرب میں سفر کرنا۔

ہاں!

جہاں کوئی choice ہی نہ ہو کہ سیٹ ہی نہیں مل رہی ہے، بہت جلد ایک کام سے جانا ہے تو اس میں چھوڑ دیجیے۔

اب یہ قمر در عقرب کی فضیلت اور اہمیت تو قریب قریب ہر آدمی جانتا ہے۔ ہمارے کیلنڈر اور جنتری میں بھی یہ چیز لکھی ہوتی ہے بلکہ ایک جملہ کہہ دوں کہ جنتری میں دعاؤں اور اعمال کے علاوہ جو لکھا ہوتا ہے شاید اس میں ایک اِسلامی چیز قمر در عقرب ہی ہوتی ہے۔

اب یہ قمر در عقرب ٹھیک ہے اپنی جگہ لیکن اگر کبھی اس کی وجہ سے ٹکراؤ ہو گیا کسی واجب سے' کیوں کہ مجھ پر گزرا ہوا واقعہ ہے یعنی میں بھی شاہد ہوں کہ ایک صاحب پر حج واجب تھا اور سفر حج میں آپ کو معلوم ہے کہ فلائٹ بڑی مشکل سے ملتی ہے۔ یہ لندن کے مومن ہیں ان کو جو فلائٹ مل رہی تھی وہ صرف وہ تھی جو قمر در عقرب میں تھی' حج واجب ہو چکا ہے' حیثیت و استطاعت ہے' اس سے پہلے حج نہیں کیا' اس لیے اس سال حج پر آنا ہی آنا ہے لیکن ساری زندگی جو قمر در عقرب کے بارے میں سنا ہوا تھا اور پتا بھی ہے کہ اس کے بعد کوئی فلائٹ نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ قمر در عقرب میں سفر تو ہمارے خاندان میں آج تک نہیں ہوا' یہ ہمارے ہاں کا رواج ہی نہیں ہے اس لیے میں نہیں جاؤں گا سفر حج پر۔

اچھا!

جتنے اس وقت کے مشہور مراجع ہیں' اُن میں حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ علامہ سید علی سیستانی مدظلہ العالی کے ہاں تو شاید اس چیز کی گنجایش ہے کہ حج واجب اس سال ہے تو آپ آئندہ سال جا سکتے ہیں لیکن باقی تمام مراجع کے ہاں تو حج واجب ہے فوری ہے اور جس زمانے کا یہ واقعہ ہے اس زمانے میں مرجعیت حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ علامہ سید روح اللہ الموسوی الخمینی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی یا حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ علامہ سید ابوالقاسم الخوئی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ میں نہیں جاؤں گا بل کہ میں اگلے سال آؤں گا اور اگلا سال آنے سے پہلے اُن کا انتقال ہو گیا۔

اب اپنی حد تک انھوں نے ایک مکروہ کا خیال کیا اور اپنے آپ کو سفر حج سے بچایا لیکن ایسے وقت میں قمر در عقرب کا خیال کرنا جس سے واجب حج خطرے میں پڑ

رہا ہو یہ حرام ہے اور گناہ ہے۔

اچھا! اب یہ مثال آگے بڑھائیے!

پتا چلا کہ امام علیہ السلام ظاہر ہو گئے ہیں اور سارے مومن جانے کی تیاری کر رہے ہیں مگر ایک مومن جو ہیں وہ اکڑ گئے کہ کہا میں نہیں جاؤں گا۔

کیوں نہیں جاؤ گے؟

کہا: یہ قمر در عقرب ہے' ہمارے ہاں رواج ہی نہیں ہے' آج تک ہمارے خاندان میں کسی آدمی نے قمر در عقرب میں سفر نہیں کیا' قمر در عقرب میں' میں نہیں جاؤں گا لیکن دو تین دن کے بعد پہنچ جاؤں گا۔

اب وہ روایت ذہن میں رکھیے کہ جس دن امام علیہ السلام آئیں گے اسی صبح کو اگر امام علیہ السلام کی آواز آئے گی تو اسی شام کو شیطان کے بہکانے کی آواز بھی آئے گی۔

بہر حال!

استخارہ اسلام میں کتنی اہم چیز ہے لیکن بہر حال واجبات میں شامل نہیں ہے بلکہ ایک مستحب چیز ہے اگرچہ استخارے کا جو شرعی مفہوم ہے وہ اس سے مختلف ہے جو ہمارے ہندوستان اور پاکستان میں رائج ہے۔

اب استخارہ ایسے کام میں کرنا چاہیے کہ جہاں آدمی کی عقل فیصلہ نہ کر سکے۔ اسلام نے اس کی اجازت دی ہے لیکن ایک ایسے مومن کو میں جانتا ہوں کہ جو سفر حج ہی میں نہیں بلکہ تقلید کے حوالے سے کہ کس مرجع کی تقلید کرتا ہے۔ شریعت نے مسئلہ بتا کر کہ تقلید واجب ہے ہمیں بے مہار نہیں چھوڑا بلکہ طریقہ بھی بتایا کہ تقلید کیسے کی جاتی ہے۔ تقلید واجب ہے لیکن تقلید کا طریقہ بھی شریعت نے بتایا۔

اب وہ سوچ رہے کہ تین چار مراجع ہیں ان کے بارے میں وہ پریشان ہیں کہ کس کی تقلید کریں۔

اچھا!

تو کیسے تقلید کی؟

ایک تو وہ جواب ہوتا ہے کہ بیوی سے پوچھ کر آتا ہوں جس کی وہ تقلید کرتی ہے اس کی میں کروں گا اور دوسرا یہ ہے کہ میں استخارہ نکلواتا ہوں۔

تقلید کس کی، کی جائے؟

یہ استخارے کا محل نہیں ہے' استخارے کا مستحب ہونا اپنی جگہ ثابت ہے لیکن تقلید واجب ہے اور واجب مسئلے میں استخارہ نہیں چلے گا۔

اب یہ سب کیا ہے؟

لاعلمی کا نتیجہ۔

ہوسکتا ہے کہ وہاں بھی لوگ کہیں' جب تقلید کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ مرجعیت کا تعین ہم استخارے سے کریں گے۔

ایک صاحب کہہ سکیں گے کہ امام علیہ السلام نے بلایا تو ہے لیکن بہرحال ہم بغیر استخارے کے تو کہیں کا سفر نہیں کرتے ہیں' تو امام علیہ السلام کے پاس کیسے چلے جائیں۔ ہم استخارہ دیکھیں گے' اگر آیت آئی اچھی تو جائیں گے' ورنہ نہیں جائیں گے۔

سب سے بڑی آیت تو خود امام علیہ السلام کی ذات ہی ہے لیکن جب یہ ساری چیزیں ذہنوں میں بیٹھ جاتی ہیں تو پھر انسان گمراہی کی طرف زیادہ جاتا ہے۔

خیر!

اسلام نے کچھ مستحبات ایسے رکھے ہیں جن کی اتنی فضیلت نہیں ہے لیکن بہرحال خیال کرلو تو اچھا ہے' ان میں ایک مسئلہ ہے ناخن کاٹنے کا' فلاں دن ناخن نہ کاٹو تو اچھا ہے اور فلاں دن کاٹو تو اچھا ہے۔

دیکھیے!

بہت چھوٹی باتوں سے میں کہاں تک جا رہا ہوں یہ ذہن میں رکھیے گا۔

بہرحال!

میں نے دیکھا کہ اس مومن کے ناخن اتنے بڑے ہیں کہ وضو اور غسل میں تو ہے ہی رکاوٹ' سجدہ بھی انکا نہیں ہو سکتا' کیوں کہ سجدے میں پاؤں کے انگوٹھوں کا گوشت زمین سے لگانا پڑتا ہے۔

بھئی!

سجدہ جو ہے وہ محض پیشانی کو زمین پر رکھنے کا نام نہیں ہے بل کہ سات اعضا کو زمین پر رکھنے کا نام سجدہ ہے اور ان سات میں کسی میں بھی اگر غلطی ہو گئی تو وہ سجدہ باطل ہے' جس میں پاؤں کے انگوٹھے بھی زمین پر لگانا واجب ہیں لیکن اگر ناخن اتنا بڑھا ہو تو جب آپ سجدہ کریں گے تو ناخن زمین پر پہنچے گا اور گوشت زمین سے اُٹھا رہے گا تو انھوں نے کہا: جی! آج منگل کا دن ہے اور منگل کے دن تو ناخن نہیں کاٹنے چاہئیں۔

دیکھیے!

یہ بات ہے ایک عام حالت کی' جب یہ چیز کسی واجب سے نہ ٹکرائے پھر تو آپ کی مرضی ہے تو اپنی مرضی کریں لیکن اگر واجب سے ٹکراؤ ہو رہا ہے تو پھر آپ

کے لیے ضروری ہے کہ واجب کو صحیح طریقے سے انجام دیں۔

اب یہ جہالت ہے' یہ چھوٹی باتیں نہیں ہیں' یہ آدمی کا مزاج وہاں تک پہنچا دیتی ہیں کہ جہاں پر انسان شیطان کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن جاتا ہے۔

شہزادی کونینؑ نے سب سے زیادہ علم کے حوالے سے جو بات کہی اور خود شہزادیؑ اپنا علم دنیا کے سامنے پیش کریں اس سے پہلے پروردگار سے لے کر معصومین علیہم السلام تک نے جس طرح شہزادیؑ کے علم کو ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہ کسی بیان کا محتاج نہیں ہے۔

بہرحال!

جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ یہ ساری تو وہ تیاریاں ہیں جس کو آپ تیاری کی تمہید کہہ سکتے ہیں۔

اصل تیاری کیا ہے؟

فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۹۷)

اصل تیاری تقویٰ ہے۔

وہ تیاری شہزادی کونینؑ نے کس طرح کروائی ہے؟

یہ موضوع آج سے شروع ہو رہا ہے۔

اب سنیے ایک ایسی حدیث جو میں نے تین سال پہلے اس علاقے میں تین عشرے پڑھے تھے اور تینوں عشروں میں وہ حدیث پڑھی تھی اس لیے اس وقت اس کو میں دہرانا نہیں چاہتا ہوں۔

بہرحال!

وہ یہ ہے کہ جب زمانے کا امام علیہ السلام ظاہر ہوگا اور ان کی پہلی آواز سن کر مخلص محبانِ اہل بیتؑ وہاں تک پہنچیں گے جس میں زندہ بھی ہوں گے اور قبروں سے اُٹھ کر زندہ ہونے والے بھی ہوں گے تو امام علیہ السلام ان سے فرمائیں گے کہ میں اپنا جہاد شروع کرنے سے پہلے تم سے پچیس چیزوں پر بیعت لینا چاہتا ہوں اور آخری جملہ اس کا یہ ہوگا کہ اگر تم ان باتوں پر بیعت نہیں کرو گے تو میں اپنا جہاد شروع نہیں کروں گا۔

اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے پچیس باتوں کے بعد کہ اگر تم ان پچیس باتوں کا مجھ سے وعدہ کرو گے تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ فلاں فلاں کام میں کروں گا جن میں یہ ہے کہ دنیا سے ظلم و ستم کا خاتمہ کر کے اسے عدل و انصاف سے بھر دوں گا۔

امامِ زمانہ علیہ السلام کی سب سے اہم خصوصیت اور زمانے کے امام علیہ السلام کا مشن سب سے زیادہ مشہور اس حوالے سے ہے کہ جمعے کے خطبے میں یہ حدیث شامل ہے:

يَمْلَأُ اللّٰهُ بِهِ الْأَرْضَ قِسْطًا وَّ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّ جَوْرًا

"یہ امامؑ اس دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھرے گا
جس طرح یہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہے۔"

یہ امام علیہ السلام کا سب سے مشہور مقصد ہے لیکن امام علیہ السلام اپنے اس مشہور ترین مقصد کو روک کر بیٹھے ہیں۔

اچھا!

اگر یہ کہہ دیں کہ مصلحتِ پروردگار نہیں ہے تو الگ بات ہے لیکن تم اگر مجھ

سے پچیس باتوں کا وعدہ نہیں کرتے ہو تو میں اس وقت اپنے جہاد کو آگے نہیں بڑھاؤں گا۔

امام علیہ السلام نے یہ تو نہیں کہا کہ میں دنیا میں عدل و انصاف نہیں لاؤں گا بلکہ امام علیہ السلام نے کہا کہ تم وعدہ کرو تو پھر میں اس دنیا کو عدل و انصاف سے بھروں گا۔
چلیں!

بات ایک ہی ہے لیکن الفاظ ذرا امام علیہ السلام نے بدل دیے۔ وہ پچیس باتیں جو امام علیہ السلام نے اپنے جہاد کے لیے شرط قرار دیں کہ پہلے تم مجھ سے ان باتوں کا وعدہ کرو پھر دیکھو کہ کس طرح میں اس دنیا سے ظلم و ستم کا خاتمہ کرتا ہوں۔
تو گویا!

ساری دنیا میں ظالموں کا وجود ختم ہو جائے گا لیکن اس کا دارومدار آپ پر اور ہم پر ہے۔ اب یہ مومن پر منحصر ہے کہ اگر وہ ان پچیس باتوں کی پابندی کرلے تو امام علیہ السلام اس دنیا سے ظالموں کا خاتمہ اسی وقت کر دیں گے۔

اب یہاں پر دو چھوٹی چھوٹی چیزیں واضح کر دوں!

① پہلی بات تو یہ کہ یہ والی حدیث کہ زمانے کا امام علیہ السلام پچیس باتوں کی بیعت اپنے چاہنے والوں سے کرائے گا۔ اس حدیث کو سب سے پہلے ہمارے سامنے مولائے کائنات علیہ السلام نے منبر کوفہ پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا ہے یعنی آخری امامؑ کا بیعت نامہ پہلے امامؑ نے ہم تک پہنچایا ہے۔
تو یہ اتنا پہلے کیوں کہا گیا؟!

اسی لیے کہا گیا کہ تیاری کا بالکل مناسب وقت مل جائے تو مولا علیہ السلام نے اپنے زمانے میں پہلی امامت میں یہ بتایا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اگرچہ میں نے اس وقت بھی یہ بات کہی تھی لیکن یہ سوال اکثر ہوتا ہے تو آج پھر دُہرا دوں ایک جملے کی بات' روایت کا حوالہ' یعنی اتنی اہم روایت ہے کہ ہماری ان مجالس کی بنیاد اس روایت پر رکھی جا رہی ہے اور مجالس تو ایک طرف غیبت میں ہماری تمام تر تیاریوں کی بنیاد اس روایت پر ہے۔

وہ روایت ہے کون سی؟!

وہ روایت آئی کہاں سے؟

راوی کون ہے؟

کس کتاب میں لکھی ہے؟

یہ روایت ان چند روایتوں میں سے ایک ہے۔ ابھی دو چار دن پہلے میں کسی مومن کے گھر میں بیٹھا تھا اور چند صاحبانِ ایمان بھی تشریف فرما تھے تو میں نے ایک اُصولی بات معجزے کے حوالے سے کہی تھی وہی بات آج اس روایت کے حوالے سے کہتا ہوں۔

اچھا!

جتنی بھی روایتیں آپ کو کتابوں میں ملیں گی ایک اُصول اپنے ذہن میں رکھ لیں کہ معتبر ترین روایت ہوگی کہ جو کسی مرجع نے اپنی کتاب میں لکھی ہوگی اس لیے

کہ مرجعیت کا اصل کام یہی ہے کہ صحیح روایات کو حجت قرار دیتے ہیں۔ مرجعیت کا اصل کام ہی یہی ہے کہ وہ روایتوں کو دیکھیں کہ صحیح کون سی ہے اور غلط کون سی ہے۔

سب سے معتبر ترین روایت وہ ہے جو کسی مرجع کی کتاب میں آپ کو ملے گی۔

خلاصہ یہ کہ ابھی بات ہو رہی تھی کہ گذشتہ چند سالوں سے شیعہ دنیا میں معجزات معصومینؑ کی بہت زیادہ بہت کثرت کے ساتھ اطلاع آنے لگی ہے کہ فلاں علاقے میں یہ معجزہ ہوا فلاں علاقے میں یہ معجزہ ہوا' کہیں شبیہ نظر آئی' کہیں گھوڑے نظر آئے' کہیں علم کا معجزہ ہوا' کہیں مشک سے پانی جاری ہو گیا اور بھی بہت سارے معجزات ہیں اور پھر ہر وہ معجزہ جو مشہور ہوتا ہے تو اس کے بعد ہماری قوم میں ایک جذبہ اور جوش پیدا ہوتا ہے کہ ہر چیز وہاں بھول جاتے ہیں کہ حجاب کی بہت اہمیت ہے اور معجزہ بھی ہو تو تب بھی بے حجابی کی اجازت نہیں ہے اور معجزہ ہے تو وہاں تقدس اور روحانیت کا ماحول ہونا چاہیے' میلے اور تماشے کا انداز نہیں بننا چاہیے۔

تو خیر!

وہ ساری چیزیں لوگ مکس اَپ (mix up) کر دیتے ہیں' جس کے نتیجے میں ہماری قوم میں دو قسم کے لوگ پیدا ہو گئے ہیں:

① ایک اس راستے پر چلا گیا کہ جو کہتا ہے کہ ہم کسی معجزے کو نہیں مانتے' یہ ساری غلط خبریں ہیں' یہ ساری جھوٹی خبریں ہیں' ان سب میں کہیں پر کوئی فراڈ ہے' ان سب میں کہیں نہ کہیں کسی شعبدہ بازی سے کام لیا گیا ہے۔

چاہے آپ کو یقین نہ آئے لیکن کچھ ایسے لوگ ہیں ہماری قوم میں جو معجزات

کا اس انداز سے انکار کرنے لگے ہیں۔

(۲) دوسری طرف کچھ ایسے خوش عقیدہ لوگ بھی ہیں کہ کہیں سے کوئی اطلاع، کہیں سے کوئی خبر آ جائے مصدقہ ہو یا نہ ہو، اس آدمی پر بھروسا ہو یا نہ ہو، چوں کہ امام علیہ السلام کا نام آ گیا ہے ہم اس پر آنکھیں بند کر کے یقین بھی کریں گے اور جو عام لوگ کر رہے ہیں وہی ہم بھی جا کر وہاں کریں گے۔

اب ان دونوں چیزوں کا تعلق اسلام سے نہیں ہے بل کہ اسلام ان دونوں کے درمیان ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کے بارے تیرہ سو سال سے آج تک مسئلہ چلا آ رہا ہے۔ چوں کہ سچی اور جھوٹی حدیثیں ہمارے پاس موجود ہیں چاہے وہ اہل سنت علما کی کتابیں ہوں اور چاہے وہ ہمارے شیعہ علما کی کتابیں ہوں ان میں سچی حدیث بھی ہے، جھوٹی حدیث بھی ہے اور سچی حدیث میں معتبر بھی ہے اور ضعیف بھی ہے، تو اب کچھ لوگ گھبرا کر کہتے ہیں کہ ہم حدیثوں کو نہیں مانیں گے، کون اس چکر میں پڑے کہ غلط کیا ہے اور صحیح کیا ہے، سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے، دماغ چکرانے لگتا ہے۔ چوں کہ تمھارا دماغ چکرانے لگتا ہے اس لیے تم کہتے ہو کہ ہمیں کلامِ امامؑ ہی نہیں چاہیے اور یہ والا جو مزاج ہے اسی کا نتیجہ ہے وہ جملہ کہ یہ دکھا دیجیے کہ قرآن میں ڈاڑھی (بن چکی) کہاں پر لکھی ہوئی ہے؟

یہ اسی عقیدے کا نتیجہ ہے کہ جی ہم حدیثوں کو مانتے ہی نہیں۔

کیوں نہیں مانتے؟

اس لیے نہیں کہ امام علیہ السلام کو نہیں مانتے، امام علیہ السلام کو تو مانتے ہیں لیکن سچی اور

جھوٹی حدیثیں اس طرح سے مکس ہو کر آ گئی ہیں تو اب کون اس چکر میں پڑے بس فقط قرآن ہمارے لیے کافی ہے۔ ایک مزاج تو یہ ہے۔

دوسرا مزاج یہ ہے کہ جس حدیث میں امام علیہ السلام کا نام نظر آ جائے چاہے وہ کیسی ہی حدیث ہو کسی کی بھی ہو جھوٹے راوی کی بھی ہو مجہول راوی کی بھی ہو جب امام علیہ السلام کا نام آ گیا تو اس کو مان لیتے ہیں۔

یہ بھی اسلام نہیں ہے۔

جب یقینی طور پر پتا ہے کہ راویوں نے جھوٹی حدیثیں بنائی ہیں اور کئی ایسے راوی تھے جو امام علیہ السلام کے زمانے میں جھوٹی حدیثیں گھڑتے تھے اور امام علیہ السلام نام لے کر کہتے تھے کہ دیکھو! یہ راوی ہمارے زمانے میں ہے اس سے پہلے ہمارے بابا کے زمانے میں فلاں راوی گزر چکا ہے اور ہمارے دادا کے زمانے میں فلاں گزر چکا ہے لیکن وہ جوش عقیدگی کہ امام علیہ السلام کا نام آ گیا اگر کسی حدیث میں چاہے اس میں جھوٹی نسبت دی گئی ہو اسے قبول کیا جاتا ہے۔

نہ صرف ہر حدیث کو قبول کیا جائے گا اور نہ ہی حدیث کو رد کیا جائے گا اس لیے کہ اگر ہر حدیث کو قبول کریں تو صدفی صد آپ نے جھوٹی حدیثیں بھی لے لیں اور اگر ہر حدیث کو رد کریں تو صدفی صد ہی آپ نے کلامِ امامؑ کو چھوڑ دیا مگر مرجع ان دونوں کے درمیان تحقیق کرتا ہے۔ یہی معجزات کے حوالے سے میں جملہ کہتا ہوں کہ نہ ہر معجزے کو قبول کیا جائے گا کہ جہاں سے کوئی اطلاع آئی کوئی خبر آئی تو آپ دوڑ پڑے اس کے پیچھے نہ ہر معجزے کو رد کیا جائے گا۔

ہر معجزے کو قبول نہیں کیا جائے گا' اس میں مَیں ایک انڈیا اور پاکستان کی مثال دے دوں کہ چالیس پرچے لکھ کر تقسیم کیجئے اگر چالیس نہیں لکھ سکے آپ تو یہ آفت آئے گی' یہ تباہی آئے گی' یہ بربادی آئے گی اور چالیس لکھ لیے آپ نے تو معصومۂ کونینؑ کی وارثہ ثانی زہراؑ آپ کے گھر کو پیسے سے بھر دیں گی چاہے وہ جوئے کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو۔

بھئی!

معجزہ بنانے والوں کو معجزہ بنانے کا طریقہ بھی نہیں آتا۔

ارے!

اگر جھوٹا بھی بنانا ہے معجزہ تو صحیح طریقے سے تو بناؤ' وہ چیزیں کیوں لکھتے ہو جو ثانی زہراؑ کے لیے مناسب ہی نہیں ہیں۔

اب ہر ایک کو قبول بھی نہیں کیا جائے گا لیکن یہ کہنا کہ بھئی! اب کوئی معجزہ نہیں ہو سکتا اس لیے امام علیہ السلام غائب ہیں' ہر ایک کو رد بھی نہیں کریں گے۔

پھر یہاں کیا کریں؟

وہی جو حدیث کے سلسلے میں ہے' حدیث تو بہر حال امام علیہ السلام کا کلام ہے۔

اس میں بھی ہم کیسے طے کرتے ہیں کہ مرجع کہہ رہا ہے' عام آدمی کہہ رہا ہے اسی طرح معجزات جن کی مراجع عظام تصدیق کر دیں' جن کی مجتہدین کرام تصدیق کر دیں اور ہیں' تصدیق بھی کی' جیسے حال ہی میں غلف کے علاقے میں ایک معجزہ پیش آیا جو ساری دنیا میں مشہور ہو رہا ہے وہ کیوں اتنا مشہور ہو رہا ہے؟

اس لیے کہ مراجع میں سے ایک مرجع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے فاضل لنکرانی اعلی اللہ مقامہ کے وکیل خاص کے ذریعے سے یہ معجزہ پیش آیا اور خود آقائے فاضل لنکرانی رحمہ نے اس کی تصدیق اور تائید کر کے معجزے کے آخر میں جو اپنا اجتہادی نوٹ لکھا۔ اس کے بعد اب اس میں شک کی گنجائش ہی نہ رہی جو ان کی ویب سائٹ www.lanqrani.org میں آپ کو ملے گا عربی میں بھی' فارسی میں بھی' انگریزی میں بھی اور اُردو میں بھی۔ اٹھارہ زبانوں میں یہ ویب سائٹ ہے' تو اب ہر معجزے کا ہم انکار بھی نہیں کریں گے اور ہر معجزے کی تائید بھی نہیں کریں گے۔ پہلے دیکھیں گے کہ معجزے کی تصدیق کرنے والی شخصیت جو ہے وہ کون ہے' جیسے حدیث کے لیے یہ معیار ہے۔

بہر حال!

اب جو حدیث میں پڑھ رہا ہوں کہ یہ بیعت نامہ کئی کتابوں میں آیا لیکن زمانے کے اعتبار سے ہمارے اس وقت کے مراجع میں ایک بہت ہی مشہور نام ہے حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے صافی گلپایگانی مدظلہ العالی کا' انھوں نے امامِ زمانہ علیہ السلام کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "منتخب الاثر"۔ یہ ایک بہترین کتاب ہے امامِ زمانہ علیہ السلام کے موضوع پر۔ جو ایک مرجع کے قلم سے لکھی ہوئی (اور اس وقت الحمدللہ ہمارے پاکستان کے ایک انتہائی پُرکار اور عظیم عالم دین حضرت حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری صاحب قبلہ نے اس کتاب کا اُردو ترجمہ اپنے ادارہ منہاج الصالحین اُردو بازار لاہور سے بہت ہی خوب صورت انداز سے شائع فرمایا

ہے۔ ہماری دعا ہے کہ پروردگار محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقے میں موصوف کے توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین!)

بہرحال!

خلاصہ یہ کہ اتنی تفصیل میں جو میں چلا گیا جس کے لیے ایک جملہ کافی تھا کہ دیگر کتابوں کے علاوہ خود اس کتاب میں موجود ہیں یہ پوری پچیس باتیں اور ان پچیس باتوں کے جواب میں امام علیہ السلام کا وعدہ تو اب یہ پچیس باتیں جو آپ کو اس کتاب میں ملیں گی۔ ان پچیس باتوں کو اگر غور سے دیکھیں گے تو یہ تین چیزیں اس میں ملیں گی:

① ان میں سے بارہ چیزوں کا تعلق ایک خرابی سے ہے۔

② دس چیزوں کا تعلق دوسری خرابی سے ہے۔

③ تین چیزوں کا تعلق تیسری خرابی سے ہے۔

ان پچیس باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تین ایسی خرابیاں ہیں جو امام علیہ السلام اپنے چاہنے والوں میں برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں خاص طور پر ان چاہنے والوں میں جو لشکرِ امامؑ میں شامل ہیں۔

ان میں سب سے پہلی خرابی جو ہے جس کے حوالے سے تین باتیں تو اس بیعت نامے میں بھی ہیں۔

وہ تین کیا ہیں؟

① خبردار! زنا نہ کرنا۔

(۲) خبردار! کسی پر حرام طریقے سے نگاہ نہ ڈالنا۔

(۳) خبردار! مرد سے مرد کی اور عورت سے عورت کی شادی کی جانب نہ جانا۔

اچھا اب یہ دیکھیے!

یہ تین چار باتیں ہیں' ان سب کا خلاصہ یہ کہ انسان کے پاس' خاص طور پر اس مومن کے پاس جو لشکر امامؑ میں شامل ہونا چاہتا ہے' اس کے پاس دل کی پاکیزگی اور sex یا جنس کے حوالے سے فقط وہ جذبہ ہونا چاہیے جو اللہ نے حلال کیا ہے۔

اب اس کی مزید تشریح کل آئے گی' آج میں اس کی تشریح میں نہیں جاتا لیکن یہ ایک اتنی بڑی خرابی ہے کہ جب آپ کسی لشکر کو کسی علاقے میں جنگ کے لیے بھیجیں اور اگر وہ لشکر طاقت ور لشکر ہے' اگر اس کے پاس طاقت ہے اور سامنے والے کو اس سے شکست کھانا ہے تو بہت زیادہ اس بات کے امکانات ہیں کہ جس علاقے میں گیا وہاں عزت و آبرو کا خیال نہ کرے یعنی وہاں کی عورتوں کی عزتیں اس کی وجہ سے خطرے میں پڑ جائیں۔

دنیا کے ہر لشکر کی یہی کہانی ہے اب اس کی مزید تشریح بعد میں آئے گی لیکن آج چوں کہ شہزادی کونینؑ کا بظاہر کوئی ذکر نہیں ہوا اس لیے میں اس طرف آ رہا ہوں۔

حضرت سیدہؑ کی سیرت پر اگر آپ نگاہ ڈالیں تو آپ کو نمایاں چیز یہ نظر آئے گی جیسے ہمارے ہاں بچہ بچہ تو جانتا ہے' لیکن اسے سیرت سیدہؑ سے ہٹا کر تیاری

امام زمانہؑ سے ملائیے۔

جیسے ہی شہزادی کونینؑ کا تصور ذہن میں آتا ہے تو حجاب کا تصور بھی ذہن میں آتا ہے۔

اچھا!

اسلام فقط بیماری نہیں بتاتا بل کہ بیماری کا علاج بھی بتاتا ہے' محض یہ نہیں کہتا کہ تمھاری یہ خرابی ہے' نہیں بل کہ یہ خرابی دور کیسے کی جائے۔ اب انسان اس دنیا میں رہے گا' مرد اور عورت کو الگ الگ طریقے سے اس دنیا میں بنایا اور ایک دوسرے کے لیے کشش بھی رکھی ہے اور اس کے بعد اسلام یہ کہہ دے کہ بھئی! ٹھیک ہے کہ یہ کشش بھی ہے' سب کچھ ہے پھر بھی تم سب اپنے آپ کو اس سے بچاؤ۔

فارسی کا ایک شعر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ کون سی عقل مندی کی بات ہے کہ کسی سے کہو دریا میں قدم رکھو اور پھر کہو کہ خبردار! تمھارا بدن گیلا نہ ہونے پائے۔

بھئی!

جب دریا میں قدم رکھوایا جا رہا ہے تو قدم یقیناً گیلا ہو گا۔ اب وہی مسئلہ کہ اگر اسلام یہ کہے کہ نگاہوں میں پاکیزگی ہو' دلوں میں پاکیزگی ہو' مرد اور عورت کسی حرام راستے پر نہ جائیں' تو صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے بل کہ اس کے لیے کچھ طریقے' کچھ احتیاطیں' کچھ دوا اور کچھ اس کا علاج بھی بتانا پڑے گا جن میں سب سے پہلا سلوشن (solution) اور علاج ہے عورت کا حجاب' عورت کے حجاب کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ جس نے اس عورت کو بنایا' اللہ جس نے اس مرد کو بنایا اس کو پتا

ہے کہ ان دونوں کے درمیان میں نے ایک کشش بھی رکھی ہے' جس طرح مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اس طرح یہ بھی کھینچتے ہیں' یہ کشش تو اس لیے رکھی گئی تاکہ نسل انسانی آگے بڑھتی رہے لیکن ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے لوگ فعل حرام کی جانب جائیں' تو پہلی پابندی عورتوں پر یہ لگائی کہ تمہیں حجاب کرنا ہے' مرد کو کھلی چھوٹ نہیں دی ہے' مرد کے لیے بھی کچھ چیزیں ہیں۔

بہرحال!

عورت پر پہلی پابندی یہ لگائی کہ تمہیں حجاب کرنا ہے۔

یاد رکھیے!

ہمارے یہاں عبادت کا جو نظریہ ہے وہ بھی بہت محدود ہے' غلط تو نہیں ہے لیکن محدود ہے۔

اللہ کی عبادت نماز ہے' روزہ ہے' حج ہے' زکوۃ ہے اور مستحبات میں دعائے کمیل ؒ ہے' زیارت ہے' نماز شب ہے اور غدیر کا روزہ ہے۔ یہ سب عبادتیں ہیں لیکن صرف یہی عبادت نہیں ہے۔ اب اگر ایک عورت سر سے پیر تک ملبوس ہو کر نکل رہی ہے تو یاد رکھیے وہ بھی ایک بہترین عبادت کو سرانجام دے رہی ہے اور مردوں کو تو اندازہ ہی نہیں ہے کہ اس شدید گرمی میں جو عورت حجاب کر کے گھر سے نکلتی ہے یہ کتنی بڑی وہ قربانی دے رہی ہے' یہ نماز اور روزے کی تکلیف سے بعض اوقات زیادہ تکلیف بن جایا کرتی ہے لیکن محض اگر یہ تصور ہو کہ بس اسلام نے واجب کیا ہے اس لیے کرنا پڑے گا۔

نہیں!

اس کو ایک عبادت قرار دیا ہے۔

میں مرجع نہیں ہوں' میں مجتہد نہیں ہوں اور میں کوئی عالم بھی نہیں ہوں' میں تو ایک طالب علم ہوں لیکن یاد رکھیے کہ اگر ایک طرف یہ مسئلہ ہو کہ نماز شب پڑھے یا یہ پورا حجاب کرے تو وہ حجاب کرنے والی عورت اس سے افضل ہے جو نماز شب پڑھ کر بھی بے حجاب گھر سے نکل رہی ہے اس لیے کہ یہ بجائے خود ایک عبادت ہے اور واقعاً ایسی عبادت ہے جو قربانیوں اور زحمتوں والی عبادت ہے۔

سیرت سیدہؑ میں سب سے پہلا جو پیغام آتا ہے وہ حجاب کے بارے میں ہے' شہزادیؑ کی سیرت میں حجاب سب سے اہم ہے۔

بس!

فقط اتنی بات کہ وہاں آدھا پیغام ہم کو یاد رہا کہ شہزادیؑ کا حجاب اتنا اہم ہے لیکن یہ یاد نہیں رہا کہ شہزادیؑ کا اتنا اہم حجاب ہے تو پھر ہمارے گھر والوں کے حجاب کی اس کے بعد کیا ضرورت بچتی ہے؟

دیکھیے!

ہمارے ہاں ایک رواج تھا کہ شہزادیؑ کی کہانی پڑھی جاتی تھی اس کی نیاز کسی بچے تک کو نہ کھلائی جاتی تھی' نہ دکھائی جاتی تھی۔

کیوں؟

کہا کہ یہ شہزادیؑ سے منسوب ہے' شہزادیؑ سے جس چیز کی نسبت ہو گئی

ہے چاہے وہ بازار سے کسی حلوائی کی دُکان سے بنی بنائی لائی گئی ہو لیکن وہ نسبت سے پہلے کی بات تھی' اب نسبت ہو گئی ہے تو اسے ان بچوں تک سے چھپایا جائے گا جن سے شہزادیؑ بھی اپنے آپ کو شاید اس لیے نہ چھپائیں کہ جتنے بھی صحیح النسب سید ہیں' جن کے شجرے بالکل ثابت ہیں وہ سارے کے سارے حضرت سیدہؑ کے لیے محرم ہیں' حضرت سیدہؑ اور ان کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے' حضرت فاطمہؑ ان کی دادی ہیں اور یہ ان کے پوتے ہیں' ان کے لیے بھی دیکھنا منع ہے۔

کیوں؟

ہو تو تم بہرحال مرد اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

اب یہ برنی یا یہ مٹھائی یہ شہزادیؑ سے منسوب ہو گئی تو خود شہزادیؑ کی اولاد کے لیے بھی اس کو دیکھنا غلط ہے یعنی ہمارے ہاں جو مسئلہ تھا لیکن یہ مٹھائی اگر اتنی زیادہ اہم بن گئی تو جو شہزادیؑ کا کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو شہزادیؑ کی کنیز بتا رہی ہے کیا وہ اس مٹھائی سے بھی گئی گزری ہے کہ ساری دنیا اس کو دیکھے نہ شہزادیؑ کو بُرا لگے اور نہ شہزادیؑ کی نسبت کے حق میں کوئی کمی ہو؟!

ارے!

جب یہ مٹھائی اس طرح چھپائی جاتی ہے تو شہزادیؑ کا کلمہ پڑھنے والی اور محبت کا دعویٰ کرنے والی مومنہ' اسے اور زیادہ اپنے آپ کو نامحرم سے چھپانا ہے (صلوٰۃ)۔

ذکرِ مصائب: حضرت سیدہؑ اور حجاب

پہلی مجلس کا ایک جملہ آج چوتھی مجلس میں سنیے!

پہلی مجلس میں آدھا جملہ آیا اور باقی آدھا جملہ آج کی مجلس میں سنیے!

پہلی مجلس کا جملہ کیا تھا؟

پہلی مجلس کا جملہ یہ تھا کہ شہزادیؑ اپنے باباؐ کی وفات کے بعد صرف دو مرتبہ مسکرائیں بل کہ ایک تو باباؐ کی زندگی کے آخری لحات میں موت کی بات سن کر اور دوسرا کیوں مسکرائیں؟

وہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ جس وقت حضرت اسماؓ نے شہزادیؑ کے ایک سوال کے جواب میں کہ اے اسماؓ! مرنے کے بعد عرب جس طرح جنازہ اُٹھاتے ہیں اس سے کتنی بے حجابی ہوتی ہے۔

اسماؓ نے یہ بتایا کہ میں تو ملکِ حبشہ میں رہ کر آئی ہوں اور وہاں وہ لوگ کھجور کی ٹہنیوں کو اس طرح موڑ کر گہوارہ بناتے ہیں اور تابوت یا میت پر اس طرح رکھتے ہیں کہ پھر تو پتا بھی نہیں چلتا کہ اس چارپائی پر کوئی ہے بھی یا نہیں۔

فَتَبَسَّمَتْ فَاطِمَةُ

"حضرت سیدہؑ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔"

ایک جملہ سنیے!

مسکرانا کوئی بُری بات نہیں ہے' اگر کوئی صفِ عزا میں بیٹھ کر مسکرا رہا ہے اور اگر فاطمہؑ جیسی عزادار ہے' ہماری عزاداری تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی ہے حضرت

سیدہؑ کی عزاداری کے سامنے......

عقیدے کے اعتبار سے بھی کہہ رہا ہوں اور نص کے اعتبار سے بھی کہہ رہا ہوں۔

عقیدہ بھی ہمارا ہے اور حدیث بھی ہے کہ دنیا جب سے بنی ہے قیامت تک ہماری دادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے زیادہ ماتم کرنے والا کوئی نہیں گزرا۔

بہر حال!

یہ جتنی دیر مسکرایا جا رہا ہے اتنی دیر گویا ماتم بند کر دیا' آخر کتنا اہم مسئلہ حضرت سیدہؑ کو پیش آیا کہ جس کے لیے حضرت سیدہؑ جیسی بیٹی نے رسولؐ خدا جیسے بابا کا ماتم بند کر دیا اور اس مسئلے کی جانب توجہ مبذول کرائی۔

اے صاحبانِ ایمان!

اے فاطمہ زہراؑ کی کنیزو!

حجاب کی اہمیت کو سمجھو کہ یہ حجاب اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اس کی خاطر حضرت سیدہؑ اپنے باباؐ کا ماتم ایک لمحے کے لیے سہی لیکن بند تو کر رہی ہیں اور حجاب کی اہمیت جتا رہی ہیں۔ اب یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے زیادہ علم اسماءؑ بنت عمیس کو تو نہیں ہو سکتا تھا۔ کیا اسماءؑ بنت عمیس شہزادیؑ کو سکھا رہی ہیں؟

یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔

عقیدے کے اعتبار سے بھی معصومہ' معصومہ ہیں اور اسماءؑ بنت عمیس سے زیادہ علم رکھتی ہیں اور نص کے اعتبار سے بھی معصومہ' معصومہ ہیں جو کل علومِ سیدہؑ کا

ذکر ہوا۔

اس کے باوجود بھی جو بات اسماءؑ جانتی ہیں وہ بات شہزادیؑ نہیں جانتی ہیں؟

یقیناً جانتی ہیں۔

پھر آخر اسماءؑ سے کیوں پوچھا گیا؟

اس لیے پوچھا گیا کہ شہزادیؑ اپنے حجاب کے لیے تو کوئی بات ہی نہیں کر رہی ہیں بلکہ اُمت کی عورتوں کو پیغام دے رہی ہیں۔

اگر یہ واقعہ نہ آتا اسماءؓ بنت عمیس کا تو سیدہؑ اپنی کنیزوں تک یہ پیغام کیسے پہنچاتیں۔

یہ پیغام شہزادیؑ نے اپنے لیے نہیں دیا بلکہ یہ تو ہماری اور آپ کی عورتوں کے لیے ہے۔

حضرت سیدہؑ مرنے کے بعد بھی حجاب کا اتنا خیال کر رہی ہیں جب کہ دو وصیتیں حضرت فاطمہؑ لکھ ہی چکی ہیں۔

فرمایا: میرا جنازہ تاریکی شب میں اُٹھانا۔

یہ چودہ سو سال پہلے کی تاریکی شب ہے۔

فرمایا: اس جنازے پر کسی کو بھی نہیں آنے دینا ہے۔

صرف پانچ چھے آدمیوں کے نام ہیں جو اپنی آنکھ ایک لمحے کے لیے اُٹھا کر دیکھنے کو تیار نہیں۔

ارے!

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے جنازے پر کوئی تھا ہی نہیں دیکھنے والا تو

پھر یہ پریشانی کیوں تھی؟

یہ پریشانی ہم کو اور آپ کو جتانے کے لیے تھی: جس کے حجاب کو کوئی خطرہ تک نہیں ہے وہ کیوں حجاب کے مسئلے پر اتنا پریشان ہیں کہ بابا کا ماتم روک رہی ہیں؟

وہ صرف اور صرف ہماری اور تمہاری عورتوں کے حجاب کی وجہ سے۔

ایک جملہ اور سن لیجیے!

شہزادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے باپؐ کی صف عزا پر ماتم روک دیا۔

جس چیز کے لیے ماتم روک دیا جائے اس کی اہمیت میں کوئی شک نہیں ہے۔

کیوں؟

حجاب کی اہمیت جتانے کے لیے۔

اپنا حجاب نہیں بلکہ ہماری اور آپ کی عورتوں کا حجاب۔

حضرت علی علیہ السلام اور حضرت سیدہؑ کی سیرت ایک دوسرے سے الگ ہو ہی نہیں سکتیں۔

اس کا دوسرا حصہ مولاؑ نے جتایا۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے حجاب کی اہمیت واضح کرنے کے لیے بابا کا ماتم روک دیا اور مولا علی علیہ السلام نے حجاب کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا جنازہ روک دیا۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا واقعہ تو آپ نے سنا ہے اب میرے مولا علیہ السلام کا واقعہ سنیے!

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی وصیت تھی کہ میرے جنازے کو رات کے وقت اُٹھانا اور یہی وجہ تھی کہ میرے مولا علیہ السلام نے سارا دن حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی میت کو گھر میں رکھا ورنہ ایک عام مسئلہ تو یہ ہے کہ میت جتنی جلدی گھر سے رُخصت ہو جائے اتنا بہتر ہے۔ اس کی اور مصلحات کے علاوہ ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ جتنی دیر تک میت آنکھوں کے سامنے رہے گی' اتنی دیر تک وارثوں کی حالت بگڑتی جائے گی' میت جانے کے بعد وارثوں کو یاد آتا ہے کہ ہاں یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارا بابا نماز پڑھتا تھا' ہاں یہ وہ جگہ ہے جہاں ہماری ماں آرام کرتی تھیں اور اگر ماں خود آنکھوں کے سامنے ہو اور پورا دن حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی میت گھر میں رہی اور جنازہ اُٹھا ہے آدھی رات کے وقت' پورا دن میت گھر میں ہے۔

کس گھر میں ہے؟

جہاں حضرت امام حسن علیہ السلام بھی ہیں' حضرت امام حسین علیہ السلام بھی ہیں اور حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا اور حضرت اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا جیسی بیٹیاں بھی ہیں۔

عجیب انداز سے بیٹوں اور بیٹیوں نے سارا دن ماں کی میت کے چاروں طرف بیٹھ کر ماں کو مخاطب بھی کیا اور ماں کا ماتم بھی کیا' یہاں تک کہ آدھی رات کا وقت ہوا' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جیسے چند مخلص صحابی آئے اور جنازہ لے کر گھر سے نکلے۔ حجرۂ فاطمہؑ سے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا جنازہ برآمد ہوا۔ اگرچہ تاریکی شب ہے' ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دے رہا ہے' جنازے میں کوئی دیکھنے والا بھی

نہیں ہے لیکن مولا علیہ السلام جب چند قدم چلے تو مولا علیہ السلام کے کان میں کسی بچی کے رونے کی آواز آئی۔ مولا علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا' ہائے ثانی زہرا سلام اللہ علیہا اپنی ماں کا ماتم کرتے ہوئے گھر کی چوکھٹ سے ایک قدم باہر آ چکی ہیں' صرف پانچ سال کی عمر ہے' سر سے لے کر پاؤں تک حجاب ہے' تاریکی شب ہے اور دیکھنے والا کوئی بھی نہیں ہے مگر میرا مولا علیہ السلام برداشت نہ کر سکا۔

فرمایا: بیٹا حسنؑ و حسینؑ! اپنی ماں کا جنازہ لے کر چلو میں ابھی آتا ہوں۔

یہ کہہ کر میرے مولا علیہ السلام نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے جنازے کو چھوڑ دیا۔

عزادارو!

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا جنازہ کیوں چھوڑا؟

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے قریب آئے' سر پر ہاتھ رکھا۔

فرمایا: بیٹی! مجھے پتا ہے ماں کی جدائی کتنا بڑا صدمہ ہوتی ہے لیکن ابھی تیرا غیرت مند باپ زندہ ہے' علیؑ برداشت نہیں کر سکتا کہ میری زندگی میں میری بیٹی گھر سے باہر آ جائے۔

فرمایا: بیٹی! گھر میں چلی جاؤ۔

بس عزادارو!

حضرت زینب سلام اللہ علیہا گھر میں واپس چلی گئیں' جنازہ دفن کر کے فجر کے قریب میرے مولا علیہ السلام واپس آئے' جیسے ہی حجرے میں داخل ہوئے' حضرت زینب

سلام اللہ علیہا نے آگے بڑھ کر بابا کا دامن تھاما۔

فرمایا: بابا! بھیا حسنؑ و حسینؑ تو ماںؑ کی قبر دیکھ آئے لیکن میں نے تو ماں کی قبر بھی نہیں دیکھی۔

بابا! کیا آپؑ مجھے اماںؑ کی قبر کی زیارت نہ کرائیں گے؟

فرمایا: بیٹی! ابھی نہیں' فجر کی اذان ہونے والی ہے لوگ گھروں سے باہر نکل آئے ہیں' چہل پہل ہو گئی ہے' میں اس وقت تجھے نہیں لے کر جا سکتا ہوں۔

عزادارو!

سر سے پاؤں تک حجاب ہے مگر میرے مولا علیہ السلام کی غیرت اس چیز کو برداشت نہیں کر سکتی کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا جیسی بیٹی کو گھر سے باہر لے کر جاتے۔

عزادارو!

سارا دن گزرا' آدھی رات کا وقت آیا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: بابا! اب چلیں۔

میرے مولا علیہ السلام روک دیتے ہیں' ابھی ٹھہر جا' ابھی لوگ گلیوں میں ہیں' ابھی مسافر مدینے آ رہے ہیں۔

آدھی رات کو ایک عجیب قافلہ حجرۂ سیدہؑ سے نکلا' آگے آگے حضرت امام حسن علیہ السلام ہیں' پیچھے پیچھے مولا علی علیہ السلام ہیں' ایک طرف حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں اور درمیان میں ثانی زہرا سلام اللہ علیہا ہیں' اس جگہ پر پہنچے جہاں پر قبر سیدہؑ تھی' قبر سیدہؑ پر چراغ جل رہا تھا۔

عزادارو!

یہ چراغ کہاں سے آیا تھا؟

جیسے ہی غروب آفتاب کا وقت آیا' حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا: بھیا حسنؑ! ماںؑ کی قبر پر اندھیرا ہو رہا ہے چلو چل کر چراغ تو روشن کر کے آ جائیں۔

یہ چراغ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے روشن کیا تھا۔ آدھی رات کو پھر پہنچے' حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے ماں کی قبر کو دیکھا' تڑپ کر آگے بڑھے' اماںؑ! تیرے بیٹے تجھے سلام کرنے آئے ہیں۔

دو مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام زیارت کر چکے ہیں' یہ تیسری زیارت ہے لیکن حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی تو پہلی زیارت ہے۔ شہزادی زینبؑ بھی بھائیوں کے ساتھ تڑپ کر آگے بڑھیں' مولا علی علیہ السلام نے بازو تھام لیا۔

فرمایا: زینبؑ! تُو نہیں جا سکتی' میں تجھے نہیں جانے دوں گا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: بابا! آپؑ میرے لیے ہی تو اس وقت قبرستان میں آئے ہیں اور مجھ ہی کو روک رہے ہیں۔

فرمایا: ایک لحہ ٹھہر جاؤ۔

فرمایا: حسنؑ بیٹا! چراغ کو گل کر دو۔

عزادارو!

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ زینبؑ اب جاؤ۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے پوچھا: بابا! آپؑ نے اس وقت کیوں روکا؟

فرمایا: بے شک آدھی رات ہے اور قبرستان کی تنہائی ہے لیکن پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ کوئی مسافر غلطی سے یہاں سے نہ گزر جائے اور چراغ کی روشنی میں اس کی نگاہ میری زینبؑ پر پڑ جائے اس لیے چراغ بجھایا گیا۔

میں ہاتھ جوڑ کر عرض کروں گا: مولاؑ ! بس! ایک جملہ آپؑ سے پوچھنا ہے وہ یہ کہ یہ ۱۱ ہجری تھی اور رات کا وقت تھا' کوئی دیکھنے والا نہ تھا' حضرت زینب سلام اللہ علیہا پورے حجاب کے ساتھ تھیں' پھر بھی آپؑ کی غیرت نے برداشت نہ کیا' لیکن صرف پچاس سال بعد ۶۱ ہجری کے کوفہ میں آ جائیے' یہ دن کا وقت ہے' سینکڑوں نامحرموں کا مجمع ہے اور آپؑ کی زینبؑ بے مقنع و چادر کے ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلسِ پنجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰاُولِى الْاَلْبَابِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۹۷)

"اور (راستا کے لیے) زادِ راہ مہیا کرلو اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔"

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ نمل: آیت ۳۴)

"ملکہ نے کہا: بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی بستی میں (بزورِ فتح) داخل ہوتے ہیں تو اس کو اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کردیتے ہیں۔"

تین دن پہلے دنیا کی دس عظیم ترین خواتین کا تذکرہ جو امامِ معصوم علیہ السلام کی زبان پر آیا اس میں دو تین ایسی چیزیں تھیں جو عام شہرت کے خلاف ہیں اور میں نے اس وقت بھی آپ کی توجہ اس کی طرف مبذول کروائی تھی کہ مثلاً حضرت زلیخا علیہا السلام کا تذکرہ جس حوالے سے ہو رہا ہے اس حوالے سے ہمارے ہاں کچھ اور مشہور ہے۔

تو بہرحال!

جس آیت کی تلاوت آج کی مجلس میں سرنامہ کلام کے طور پر کی گئی ہے یہ دراصل حضرت بلقیس کا ایک قول ہے جسے پروردگارِ عالم نے قرآن کی آیت میں اس انداز سے بتایا کہ اسی قول کو بطور دلیل پیش کر کے صادق آلِ محمدؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا: پروردگار نے حضرت بلقیس کو عقل اور دانشمندی عطا کی۔

حضرت بلقیس کے سارے حالات کو امامِ معصوم علیہ السلام نے بطور دلیل پیش نہیں کیا بلکہ خاص یہ قول جو قرآن کی آیت بنا اور یہ وہ قول ہے کہ جس میں حضرت بلقیس ایک ایسا اُصول بیان کر رہی ہیں جو ہماری اور آپ کی آنکھوں کے سامنے بھی آ رہا ہے اور تاریخ بھی اس بات کی گواہی دیتی ہے اسی لیے آنے والے امام علیہ السلام کو یہ فکر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہی خرابی میرے لشکر میں پیدا ہو جائے۔

قرآن کی آیت میں حضرت بلقیس کا قول یہ ہے:

قَالَتْ

حضرت بلقیس نے کہا:

إِنَّ الْمُلُوْكَ إِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً

"یہ بادشاہوں کا اور حکم رانوں کا طریقۂ کار ہے کہ جب کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں"

أَفْسَدُوْهَا

"تو اس میں ایک فساد اور تباہی برپا کرتے ہیں"

وَجَعَلُوٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً

"اور جو صاحبانِ عزت ہوتے ہیں ان کو ذلیل کرتے ہیں"

وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ نمل: آیت ۳۴)

"اور یہی طریقہ حکمرانوں اور بادشاہوں کا رہتا ہے۔"

حضرت بلقیس نے یہ کب کہا؟

یہ اس وقت کہا جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط حضرت بلقیس کے نام پہنچا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نبی خدا ہیں، معصوم ہیں اور معصومؑ ابن معصومؑ ہیں اس لیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے ہیں، وصی ہیں، وارث ہیں، جانشین ہیں۔

ایک خصوصیت کے ساتھ خطبہ فدک میں جو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا ایک شہرۂ آفاق خطبہ ہے اس میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے مسئلے کا بھی ذکر آیا کہ جہاں پر وہ بیان فرما رہی ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی بیٹی اپنے باپ کی میراث سے اس لیے محروم ہو جائے کہ اس کے باپ کو پروردگار نے ایک منصب عطا کر دیا ہے اور اس میں بطور استشہاد حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی وراثت کا تذکرہ ہوا ہے، اب معصومؑ ابن معصومؑ کا لشکر آئے گا حضرت بلقیس کے علاقے کی طرف۔

اس خط کا خلاصہ تو یہی ہے کہ دین خدا کو مانو یا پھر یہ کہ تم سے جہاد کیا جائے گا۔

ہر دور میں کچھ صلح پسند اور کچھ جذباتی' کچھ لڑنے مرنے کی بات کرنے والے لوگ ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ غالباً آج کی سیاسی اصطلاح میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہر حکمران کے مُشیروں میں کچھ تو فاختائیں ہوتی ہیں جو نرمی کا' مصالحت کا مشورہ دیتی ہیں اور ایک مُشیروں کی وہ قسم ہے جو عقاب ہوتے ہیں جو ہر وقت لڑنے اور مرنے کی بات کرتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں ایسے ہی مُشیر چھائے ہوئے ہیں جن کا میں نام لینا بھی مناسب نہیں سمجھتا اس لیے کہ ان کو ہمارا بچہ بچہ جانتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت بلقیس کے دربار میں اس انداز کے مُشیر جو آج بھی سپر پاور کے پاس ہوں گے وہ یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیثیت کیا ہے' ہم اتنے قدیم میراث رکھنے والے' ہم لڑیں گے' ہم مریں گے' ہم مقابلہ کریں گے' سلیمان علیہ السلام کی حیثیت ہی کیا ہے ہمارے سامنے؟!

قَالَتْ

عقل رکھنے والی بلقیس فرماتی ہیں:

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

''دیکھو! خبردار! یہ غلطی نہ کرنا' یہ حکمران یہ بادشاہ' یہ طاقت رکھنے والے جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں تباہی اور بربادی پیدا کرتے ہیں''

وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً

''اور جو صاحبانِ عزت کو ذلیل کر کے رکھ دیتے ہیں۔''

چناں چہ حضرت بلقیس نے مقابلہ نہیں کیا' اپنی قوم کو بچایا' ایمان لائیں' حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیوی قرار پائیں لیکن جو اُصول وہ بتا رہی ہیں وہ اُصول تو بہر حال ہر دور میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں پُرانے زمانے میں' جب انسان کی معلومات کم ہوتی تھیں' جب انسان کے پاس شعور نہیں تھا' جب وہ حقوقِ انسانی کا ادراک نہیں کرتا تھا' جب کوئی اقوامِ متحدہ (United Nations) اس دنیا میں نہیں تھی' جب چنگیز خان اور ہلاکو خان جیسے سپاہ سالار ہوتے تھے' صرف اسی وقت سپاہ سالار شہروں میں جا کر تباہیاں برپا کرتے تھے۔

نہیں!

وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ (سورۂ مبارکہ نمل: آیت ۳۴)

حضرت بلقیس نے قیامت تک کے حوالے سے بات کی ہے۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ چاہے جتنی بھی انسانیت کے پاس تعلیم آ گئی ہو' عقل آ گئی ہو' شعور آ گیا ہو' اقوامِ متحدہ بنالی گئی ہو' حقوقِ انسانی کا احساس پیدا ہو گیا ہو لیکن آج بھی اگر حکم رانوں کے لشکر کسی علاقے میں جاتے ہیں تو تباہیاں اور بربادیاں لے کر جاتے ہیں' صاحبانِ عزت کو ذلیل کیا جاتا ہے' جہاں ضرورت بھی نہیں ہے' وہاں بھی طاقت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ آنے والے امام علیہ السلام کائنات کی تاریخ کے سب سے طاقت ور لشکر کو لے کر آ رہا ہے اور جیسا کہ میں نے چار دن پہلے ایک جملہ عرض کیا تھا

کہ یہ آنے والا امام علیہ السلام ہر وقت اپنے لشکر کی نگرانی بھی نہیں کرے گا یعنی خود بہ نفس نفیس امام علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ نہیں جائیں گے بل کہ امام علیہ السلام کو ایک جگہ کربلا یا کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنائیں گے اور کربلا کو اپنے لیے رات کو سونے کی جگہ بنائیں گے تو امام علیہ السلام یا کوفہ میں ہوں گے اگر رات کے وقت امام علیہ السلام کو دیکھنا ہے یا کربلا میں ہوں گے اگر دن کے وقت امام علیہ السلام کو دیکھنا ہے اس کے علاوہ تو ہر علاقے میں لشکر امامؑ جا رہا ہے اور اصول وہی ہے کہ چوں کہ یہ لشکر امامؑ بہرحال ہے تو غیر معصومینؑ پر مشتمل چاہے امامؑ کے چاہنے والے ہیں چاہے امام علیہ السلام کے ماننے والے ہیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ پہلے امام علیہ السلام کی اگر آپ خلافت ظاہری کو دیکھیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ خود مولائے متقیان علیہ السلام کے نام پر مولاؑ کا استعمال کیا گیا مولائے متقیان علیہ السلام کے نام پر ابن زیاد کا باپ جو زیاد بن ابیہ کہلاتا تھا اور جو اپنے آپ کو مولا علیہ السلام کے انتہائی مخلص شیعوں میں ظاہر کیا کرتا تھا اور مولا علیہ السلام کی طرف سے علاقے کا گورنر بھی تھا اور علیؑ کی محبت کے نام پر علیؑ کی امامت کے نام پر اس زیاد نے کیا ظلم وستم شروع کیا۔

نہج البلاغہ میں مولا علیہ السلام کے دو یا تین خط آگئے کہ اپنے گورنر زیاد کو مولا علیہ السلام تنبیہ کر رہے ہیں اور جو ان مظالم پر پوچھ گچھ کر رہے ہیں لیکن نام وہ مولا علی علیہ السلام کا ہی کا استعمال کر رہا ہے مولا علیہ السلام ہی کی محبت کے حوالے سے کہ یہ لوگ علیؑ کی محبت کو نہیں مانتے اس لیے ہم ان پر یہ ظلم کر رہے ہیں۔

اب آخری امام علیہ السلام جس لشکر کو بھیج رہے ہیں وہ تو کائنات کی تاریخ کا سب سے طاقتور لشکر ہوگا جس کے مقدر میں کبھی شکست نہیں ہوگی۔ اب وہ جہاں بھیجا جا رہا ہے' جب وہاں پر وہ پہنچے گا تو ایک بہت بڑا خطرہ تو یہی ہے' جو ابھی آپ نے سنا حضرت بلقیس کا واقعہ جو پیش کیا گیا اور اس کے ساتھ ایک دوسرا خطرہ ہے جو میں پہلے بھی کئی مرتبہ بتا چکا ہوں اور وہ یہ ہے یہ تو ایک خطرہ ویسے ہی ہے کہ یہ بادشاہوں کا طریقہ کار ہے کہ وہ جس علاقے میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں یہ تو ویسے ہی ایک لشکر کا طریقہ کار ہے اور سامنے دوسری جانب' وہ بھی جب اپنی شکست کو یقینی دیکھے گا تو ہر ممکن کوشش کرے گا کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ مقابلہ نہ ہو اور بجائے لڑائی کے' میدان میں آئے بغیر ان کا خاتمہ کیا جائے۔

اب یہاں پر ایک چھوٹی سی بات پھر سن لیجیے!

یہ بات ہے تو بہت بڑی کہ جو آخری امام علیہ السلام کا لشکر ہے اس کو سمجھنے کے لیے آپ کو سیرتِ معصومین علیہم السلام میں دو لشکر بہت ضروری ہیں سمجھنا' ایک مولائے متقیان علیہ السلام کا وہ لشکر جو جمل اور صفین میں گیا تھا اور ایک کربلا میں آقا حسین علیہ السلام کا لشکر ان دونوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے لیکن میرا موضوع امامِ زمانہ علیہ السلام تو نہیں ہے' وہ تو محض ایک تمہید کے طور پر یہ بات آ رہی ہے تاکہ ہم سیرتِ سیدہؑ کی جانب جائیں۔

تمہید کا آخری جملہ!

کیا آپ نے تاریخ میں بار بار یہ بات نہیں پڑھی ؟

دو مرتبہ تو تاریخ میں واضح طور پر یہ جملہ آیا کہ صفین کی لڑائی میں لڑائی کے دوران میں کم سے کم دو مرتبہ یہ واقعہ رپورٹ ہوا' بعض علما کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ بھی یہ واقعہ پیش آیا۔

بہر حال!

وہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

تو وہ کیا واقعہ ہے؟

جب مخالف نے یہ دیکھا کہ وہ مولا علیہ السلام کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی مولا علیہ السلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو آخر وہ کس ہتھیار کو استعمال کر کے علی علیہ السلام کے سامنے سے اپنی جان کو بچا کر بھاگا ہے؟

علی علیہ السلام کے مقابلے میں آ گیا' علی علیہ السلام کی تلوار کے نیچے آ گیا یعنی علی علیہ السلام کی تلوار اس کے سر پر پڑنے والی ہے اور وہ زمین پر گرا ہوا ہے۔

تاریخ میں آپ کو فقط دو آدمی ایسے ملیں گے کہ اس کے باوجود ان کی جان بچ گئی' اس کے باوجود وہ علی علیہ السلام کے مقابلے میں بہر حال اپنی جان کو بچا کر واپس لے گئے۔

دشمنوں نے آخر کیا ہتھیار استعمال کیا تھا؟!

کس ہتھیار کے ذریعے سے انھوں نے مولائے کائنات علیہ السلام کی ضربت کو روک لیا تھا؟

کس ہتھیار کی مدد سے انھوں نے اپنی جان کو بچا لیا تھا؟

خیر یہ تو بیان کرنا ہی مناسب نہیں ہے اس کا نام لینا بھی ضروری نہیں ہے لیکن خلاصہ ہر ایک کے ذہن میں ہے کہ علی علیہ السلام کی تلوار کے مقابلے میں ان کی تلوار تو نہیں چلی تھی اور علی علیہ السلام کے ہتھیار کے مقابلے میں ان کے نیزے وغیرہ تو نہیں چلے تھے؟ انھوں نے بھی تو کیا تھا، نا، کہ اپنے جسم کے کچھ حصے کھول کر اپنی جان کو بچایا تھا۔

اب بظاہر ہم اور آپ چوں کہ دشمنانِ اہل بیت کے مزاج کو بھی جانتے ہیں اور مجالس میں اکثر واقعات کو اس لیے نہیں سنتے ہیں کہ اس سے اپنی عملی زندگی کا کوئی پیغام لیں لیکن بات بھی بہت اہم ہے کہ پہلے امام علیہ السلام کی تلوار کے سامنے آنے والا اپنے جسم کو عریاں کر کے مولائے کائنات علیہ السلام کے مقابلے سے جا رہا ہے۔

یہ بھی ایک حدیث ذہن میں رکھیے گا کہ جہاں پر عورت کے لیے کہا گیا کہ پورا جسم عورت کا عورت ہے۔

اب آیئے آخری امام علیہ السلام کا لشکر!

وہاں بھی جس جس علاقے میں لشکر جا رہا ہے وہاں پر سب سے بڑا خطرہ یہی ہے کہ ایک طرف تو یہ لشکر خدائی طاقت لے کر جا رہا ہے دوسری جانب جو مقابلے میں آ رہے ہیں وہ اپنی جان بچا رہے ہیں تو ہر ہتھیار استعمال کریں گے ہر حرکت کریں گے اور یہ سب سے پرانی حرکت ہے کہ جب مردوں کے لشکر کو تیر و تلوار کے ذریعے شکست دینا مشکل ہو تو وہاں عورتوں کو استعمال کیا جائے چاہے وہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہو' چاہے وہ خود مولائے کائنات علیہ السلام کے جہاد جنگ صفین کا واقعہ ہو' چاہے وہ جنگ اُحد میں ہندہ کا لشکر کی قیادت کر کے آنے کا واقعہ ہو' چاہے وہ دجال کے حوالے سے آخری زمانے کی پیش گوئی ہوئی۔

بہرحال!

یہ دنیا کا ایک مانا ہوا اُصول ہے۔

اب سیرت سیدہؑ کی جانب چلیے لیکن ایک جملہ دُہرا کر۔

یہی وجہ ہے کہ امام علیہ السلام اپنا جہاد شروع کرنے سے پہلے اپنے لشکر میں سے وہ تمام خرابیاں دور کرنا چاہیں گے' جن خرابیوں کی بنا پر اس سے پہلے والے لشکر خود تباہ ہوئے یا پھر لشکر ظالم بن کر واپس آیا۔ امام علیہ السلام یہ دو چیزیں نہیں چاہتے ہیں' نہ یہ چاہتے ہیں کہ میرا لشکر تباہ ہو' نہ یہ چاہتے ہیں کہ میرا لشکر کسی پر ظلم کر کے واپس آئے۔

تین بنیادی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی مدد سے معصوم علیہ السلام کا لشکر شکست کھاتا ہے یا پھر وہ لشکر کہ جسے عدالت کے ذریعے جہاد جیتنا چاہیے وہ ظلم کے ذریعے جنگ جیت کر آتا ہے۔

ان میں سب سے پہلی چیز حجاب اس لیے میں نے کہی کہ یہ وہ خرابی ہے جو لشکر کے دلوں میں بھی پیدا ہوتی ہے کہ جہاں جاتے ہیں' سب سے پہلے عورتوں کی عزت پر حملہ کرتے ہیں اور یہ وہ خرابی ہے جسے دشمن بھی استعمال کرتا ہے۔

سیرت سیدہؑ!

مکمل طور پر اٹھارہ سالہ زندگی میں اتنا بھرپور کوئی اور پیغام نہیں ہوگا کہ

جہاں پر حضرت سیدہؑ کا نام آیا اور لفظ حجاب' تصور حجاب ذہن میں آ گیا۔

البتہ!

حجاب یک طرفہ نہیں ہوتا' ایسا نہیں ہے کہ محض عورت کو سر سے پاؤں تک برقعہ' چادر یا عبا میں ملبوس کر کے مردوں کو بالکل شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جائے کہ اب جس طرح چاہو چلو' جس طرح چاہو گھومو' جس طرح چاہو پھرو۔

نہیں!

مردوں پر بھی کتنی پابندیاں اسلام نے لگائیں' اگرچہ سیرت سیدہؑ کا یہ حصہ تو نہیں ہے لیکن بہرحال مولائے متقیان علیہ السلام کی زندگی کا تو ایک حصہ ہے نا!

پہلے اس جملے کو مکمل کر لیں!

اللہ کا رسولؐ ایک دن مسجد نبویؐ میں ایک quize competition کرا رہا ہے' ایک سابقہ علمی کرا رہا ہے' اس سے متعلقہ کئی واقعات آپ نے سنے ہوں گے کہ پیغمبر اسلام ہمیں ایک سوال کرتے ہیں جس کا جواب مجلس سے چاہیے' مجمع حیران بھی ہوتا ہے' گھبرا بھی جاتا ہے' پریشان ہو کر بھی یہ کہتا ہے: یا رسولؐ اللہ! ہماری حیثیت اور بساط کیا ہے کہ آپؐ کے سوال کا جواب دیں' پھر پتا چلتا ہے کہ آخر میں بات کچھ اور نکلی' چاہے وہ تین دوستوں والی روایت ہو' چاہے وہ حضرت سلمان فارسیؓ والا مسئلہ ہو کہ ساری رات عبادت کون کرتا ہے اور سارا دن روزہ کون رکھتا ہے' اسی طرح سے آج ایک سوال کیا۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اس دنیا میں عورت کے لیے سب سے بہتر

صفت کیا ہے؟

اب پیغمبر اکرمؐ باری باری ایک ایک سے کہہ رہے ہیں کہ تم بتاؤ' تم بتاؤ۔

اچھا!

فرض کیجیے کہ اس مجمعے میں کسی سے سوال ہو جائے تو کوئی کہے گا کہ عورت میں سب سے اچھی چیز یہ ہے کہ کھانا اچھا پکانا جانتی ہو' عورت میں سب سے اچھی چیز یہ ہے کہ خوب صورت ہو' اب مختلف چیزیں ہیں' کسی نے کہا کہ خاندان بہت اچھا ہونا چاہیے' کسی نے کہا کہ سب سے اچھی عورت وہ ہے جو جہیز لے کر اپنے ساتھ آتی ہے۔

ہندوستان میں تو سنا ہے کہ آگ میں جلا دیا جاتا ہے' اس میں پاکستان بھی کسی سے پیچھے تو نہیں ہے وہاں بھی اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔

غرض یہ کہ ہر آدمی کے پاس ایک اچھی عورت کا ایک معیار ہوتا ہے اور اگر آپ کو دیکھنا ہے کہ آج کل یہ کیا معیار ہے تو اُردو زبان کے حوالے سے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ "جنگ" اخبار میں ایک ضرورت رشتہ کا اشتہار دیکھ لیا کریں۔ اس میں جس انداز سے بعض اوقات خود لڑکے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں......

بہر حال!

عربوں نے اپنے حساب سے جواب دیا' اس میں بعض جواب تو خاص طور پر بے ہودہ بھی ہیں لیکن پیغمبر اکرمؐ ہر ایک کی بات اس وقت سن رہے ہیں۔ اب یہ وہ روایت نہیں ہے کہ جس کے آخر میں پتا چلے کہ کوئی جواب نہ دے سکے اور پیغمبرؐ

اسلام کو کہنا پڑے یہاں پر ذرا سی روایت مختلف ہے کہ جب یہ سوال شروع ہو گیا تو حضرت سلمان فارسیؓ نے دیکھا کہ اب میری باری بھی آنے والی ہے۔ روایت میں یہی تو ہے کہ جیسے ہی حضرت سلمانؓ نے یہ دیکھا تو اب حضرت سلمان فارسیؓ اُٹھ کر گئے۔ حجرۂ سیدہؑ کی طرف جاتے ہیں' دروازے پر دستک دیتے ہیں' حجرے کے دروازے کے پیچھے ایک دروازہ بھی ہے اس کے پیچھے ایک چادر بھی لٹک رہی ہے اس کے پیچھے شہزادیؑ ہیں۔

فرمایا: سلمانؓ! کیا بات ہے؟

حضرت سلمانؓ نے یہ مسئلہ پیش کیا۔

اچھا!

اب یہاں پر یہ بھی ہے کہ بہت ساری چیزیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں بعض لوگوں نے اس کا نقشہ نہیں سمجھا تو اعتراض بھی کر سکتے ہیں۔

حجرۂ سیدہؑ اور مسجد نبویؐ میں فاصلہ کتنا ہے؟

حجرۂ سیدہؑ اور مسجد نبویؐ میں اتنا فاصلہ ہے کہ جیسے یہ حجرہ ہے اور یہ دروازہ ہے اور اگر کوئی دروازے کے پیچھے بیٹھا ہے تو وہاں پر وہ بیٹھے بیٹھے یہ چیز دریافت کر سکتا ہے۔

بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے اعتراضات کرنے کا' جب اور کوئی اعتراض نہیں ملتا تو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جی سلمانؓ گئے' آئے' اتنی دیر میں تو وہ سارا سوال و جواب مکمل ہو جانا چاہیے تھا کیا پیغمبرؐ اتنی دیر بیٹھے حضرت سلمانؓ کا انتظار کرتے

رہے؟ اس میں تو آدھا منٹ بھی نہیں لگتا' کچھ لوگ ہوتے ہیں نا! جن کو ہر چیز میں کوئی نہ کوئی اعتراض ضرور کرنا ہوتا ہے۔

پیغمبرؐ اسلام کی ایک حدیث ہے کہ اللہ قیامت کے دن ہر آدمی کا حساب کتاب ایک انداز سے نہیں کرے گا بلکہ اللہ ہر آدمی کا حساب کتاب اس کے اپنے معیار اور انداز سے کرے گا۔ ایک زمانے میں کراچی کی دیواروں پر ایک شعر لکھا جاتا تھا جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا کہ ہم آدمی تو تمہارے ہیں' تم جیسا ہم سے کرو گے ویسا ہم تجھ سے کریں گے' وفا کرو گے' وفا کریں گے' جفا کرو گے' جفا کریں گے۔

قیامت کے دن پروردگار کا اُصول کیا ہوگا؟ پیغمبرؐ اسلام کی حدیث ہے کہ اللہ قیامت کے دن اس طرح حساب کتاب لے گا کہ اگر کوئی آدمی اس دنیا میں ایسا ہے جو دوسروں کی خرابیوں' غلطیوں اور عیبوں کو تاڑتا رہتا ہے اور ہر وقت اس کی نگاہ اسی پر جمی رہتی ہے اس نے کیا کیا' اس نے کیا کیا' یہ کیوں کیا' اس کی نگاہ صرف دوسروں کے عیوب پر جمی رہتی ہے لیکن قیامت کے دن جب اس کا نامہ اعمال کھولا جائے گا تو اس کے اتنے چھوٹے چھوٹے عیب اور گناہ' ان کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا اور اگر کوئی آدمی' ایسا ہے جو دنیا میں دوسروں کے عیبوں پر نگاہ ہی نہیں ڈالتا مگر یہ کہ جہاں پر شرعاً ضروری ہو جائے تبلیغ یا امر بالمعروف کی خاطر تو اس کو چھوڑ کر اس کو اس سے غرض ہی نہیں ہے' وہ ہر ایک کی اچھائیاں دیکھتا ہے' برائیاں نہیں دیکھتا ہے' قیامت کے دن اس کے نامہ اعمال کو اللہ بھی اسی طرح سے دیکھے گا' برائیوں کے صفحے کو بہت سرسری طور پر پلٹتا جائے گا اور اچھائیوں کے صفحے پر رُک کر

ایک ایک نیکی کا تذکرہ کر کے اس کا اجر و ثواب اس کو دلوایا جائے گا۔

میدان قیامت میں آپ کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا کہ جیسا اس دنیا میں آپ دوسروں کے ساتھ سلوک کرتے چلے آ رہے ہیں۔

یہ تو قیامت کے لیے حدیث تھی لیکن ایک دنیا کے لیے بھی حدیث ہے۔

گناہوں کے ساتھ مسئلہ یہی ہے کہ گناہ صرف قیامت کا عذاب ہی نہیں لاتے ہیں بل کہ ہر گناہ اپنے ساتھ اس دنیا میں بھی کوئی نہ کوئی اثر لے کر آتا ہے۔

اللہ کا رسول فرماتا ہے: اگر کوئی آدمی ایسا ہے جو دوسروں کے عیب دیکھتا ہے اور انھیں اُچھالتا ہے اگر وہ سات پردوں کے پیچھے چھپ کر بھی کوئی گناہ کرے گا تو خدا اس کے گناہ کو کسی نہ کسی طریقے سے ساری دنیا کے آگے اُچھالے گا اور پیش کرے گا اور ایک ایسا آدمی ہے کہ جو دوسروں کے گناہوں پر پردہ ڈالا کرتا ہے، اگر اس سے کوئی بڑی غلطی بھی ہو گئی تو پروردگار اس کے اس عیب کو چھپائے گا۔

بہر حال!

یہ تین چار روایتیں ہیں جو یہ بتا رہی ہیں کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دوسروں کے عیبوں پر اوّل تو نگاہ ہی نہ ڈالیں اور اگر نگاہ پڑ ہی جائے تو جتنا زیادہ ہو سکے ان کو چھپایا جائے۔

یہ ساری بات کیوں نکل آئی تھی؟

ان مومنین کرام کے اعتراض کی بنا پر کہ مولانا! آدھے گھنٹے تک پیغمبرؐ اسلام کیا کرتے رہے؟

آدھا گھنٹہ نہیں، آدھا منٹ بھی نہ لگا ہوگا اور اِدھر باری باری ہر ایک سے مسئلہ پوچھتے ہوئے ہر ایک کا جواب سنتے جا رہے ہیں اور کہتے جا رہے ہیں کہ نہیں، یہ تمہارا جواب درست نہیں ہے یہاں تک کہ حضرت سلمانؓ کی باری آئی۔

فرمایا: سلمانؓ! اب تم بتاؤ کہ عورت کے لیے سب سے بہتر کون سی خوبی ہے؟

حضرت سلمانؓ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! ایک عوت کی بہترین خوبی یہ ہے کہ نہ وہ کسی نامحرم پر نگاہ ڈالے اور نہ کوئی نامحرم بھی اس کو دیکھنے پائے۔

پیغمبرؐ اِسلام نے فرمایا: سلمانؓ! تم نے جواب تو صحیح دیا ہے لیکن یہ جواب تمہارا نہیں لگتا (نعرۂ حیدری)۔

اس سے پہلے بھی واقعات پیش آئے تھے کہ جب کوئی جواب نہ دے سکا تو حضرت سلمانؓ نے جواب دیا، پیغمبرِ اکرمؐ نے وہاں تو تعریف کی تھی وہاں تو شاباش کہا تھا اور آج وہی سلمانؓ اسی طرح سے اس چھوٹے سے سوال کا صحیح جواب دے رہے ہیں اور پیغمبرِ اکرمؐ مسکرا کر کہتے ہیں: سلمانؓ! جواب بالکل ٹھیک ہے لیکن یہ جواب تمہارا نہیں لگتا ہے، یہ جواب تم کہیں اور سے لے کر آئے ہو۔ حضرت سلمانؓ نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! بے شک یہ میرا جواب نہیں ہے، یہ تو میں شہزادی کونینؑ سے پوچھ کر آیا ہوں۔

اس وقت بھی پیغمبرؐ اِسلام نے مسکرا کر کہا تھا: ہاں! ایسا کیوں نہ ہو:

فَاطِمَةُ بَضعَةٌ مِنِّی

"فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے، جو میرے دل میں آئے گا وہی فاطمہؑ کا

جواب ہوگا۔"

بہترین خوبی شہزادی کونینؑ کی زبان پر کیا آئی؟ بہترین خوبی شہزادی کونینؑ نے یہ بتائی کہ نہ کوئی عورت کسی نامحرم کو دیکھے اور نہ کوئی نامحرم اس کو دیکھنے پائے (نعرۂ حیدری)۔

اب آیئے مولاؑ کا ایک مختصر سا واقعہ!

یہ واقعہ ہمارے مذہب کی بہت بڑی تفسیر میں ہے' جو منسوب ہے ہمارے گیارھویں امام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف جس کا نام ہے تفسیر امام حسن عسکریؑ' اس میں یہ واقعہ موجود ہے۔

سورۂ مبارکہ نساء کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے میرے گیارھویں امام علیہ السلام نے یہ واقعہ نقل فرمایا: مولا علی علیہ السلام نے بازارِ کوفہ میں ایک نوجوان کو گرفتار کیا اور کہا کہ اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

مولاؑ! اس نے کیا کیا ہے؟ اس کی غلطی کیا ہے؟

فرمایا: یہ ایک ایسی جگہ کھڑا ہوا ہے بغیر ضرورت کے' کوئی ضرورت نہیں ہے' محض ویسے ہی کھڑا وقت گزار رہا ہے' جہاں سے نامحرم عورتیں گزر رہی ہیں' وہ اس کو دیکھ رہی ہیں' یہ ان کو دیکھ رہا ہے۔

دیکھیے!

ایک بات ذہن میں رکھیے گا!

یہ مولائے متقیان علیہ السلام کی خلافتِ ظاہری بھی ہے اور عرب کا وہ ماحول ہے

جہاں سے ابھی ابھی پیغمبرؐ اِسلام دنیا سے رُخصت ہوئے ہیں' تو اس وقت عورتیں مکمل حجاب میں ہوتی تھیں۔ ایک تو ویسے ہی عرب کے کلچر میں حجاب آ گیا تھا یہاں تک کہ بے دین عورتیں بھی' یہاں تک کہ شریعت کا مذاق اُڑانے والی بھی حجاب کے حوالے سے اتنی طاقت ور ہوتی تھیں کہ ایک جملہ کہہ دوں' وہ یہ کہ یزید جیسا بھی اگر ایک بار بھی ہندہ دربار میں آ گئی تھی تو برداشت نہ کر سکا تھا' اپنی عبا اُسے اوڑھا کر اسے وہاں سے لے کر گیا تھا' تو اب عرب کے کلچر میں حجاب آ گیا تھا کہ بے دین' فاسق و فاجر' اِسلام کا مذاق اُڑانے والے' جنھوں نے تخت پر بیٹھ کر اِسلام کا مذاق اُڑایا تھا اور کہا تھا:

لَعِبَت بَنُوهَاشِم بِالمُلكِ فَلَا مَلَكٌ جَآء وَلَاوَحيٌ نزل

اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے' لیکن وہ بھی حجاب کی پابندی کرتے تھے۔

اس دور میں بازارِ کوفہ سے گزرنے والی کوئی عورت ایسی نہیں تھی کہ ایک بال بھی اس کا نظر آ رہا ہو بلکہ شاید بھی نظر نہ آ رہا ہو اس وقت کے حالات میں لیکن مولائے متقیان علیہ السلام اس کے باوجود یہ کہہ کر اس نوجوان کو سزا دے رہے ہیں کہ ایسی جگہ کیوں کھڑا ہے کہ جہاں نامحرم عورتیں اس کو دیکھ سکیں اور یہ ان کو دیکھے۔

کون نامحرم عورتیں؟

جو مکمل طور پر سر سے پاؤں تک ڈھکی ہوئی ہیں لیکن مولا علیہ السلام نے اسے بھی برداشت نہ کیا۔

شہزادی کونینؑ نے عورت کی بہترین خوبی یہ بیان کی کہ نہ وہ کسی نامحرم کو

دیکھے اور نہ کوئی نامحرم اسے دیکھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی ایسی خرابی اور کوئی گناہ نہ کرے صرف ایسی جگہ کھڑا ہو جائے تو کیا یہ فعل حرام ہے؟ آخر کیوں مولانا اس کو سزا دے رہے ہیں؟

اب یہاں پر ایک اصول سمجھیے تاکہ جو بات میں آج کہنے والا ہوں وہ سمجھ میں آ جائے اور وہ بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں آج بھی ایک خرابی ہے جو چودہ سو سال پہلے بھی تھی۔

وہ خرابی کیا ہے؟

مسئلہ شرعی سنیں، قرآن کی آیت پڑھیں یا حدیث رسول کو سنیں، ہمیشہ آدھی، ہمیشہ نامکمل، حق و باطل کو ہمارے ہاں بالکل ملا دیا جاتا ہے اگرچہ ہمارے ہاں ایک محاورہ بہت مشہور ہے لیکن بار بار اس محاورے کا حوالہ دینے والے بھی یہی غلطی کرتے ہیں۔

کیا محاورہ مشہور ہے؟

قرآن مجید میں ایک آیت ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى (سورہ مبارکہ نساء، آیت ۴۳)

"دیکھو! نماز کے قریب نہ جانا جب تم نشہ کی حالت میں ہو۔"

ایک حصے کو آپ چھپا دیں اور دوسرے حصے کو پیش کریں کہ قرآن کہہ رہا ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ

ہمارے ہاں محاورہ مشہور ہے' یہ کتنی "بڑی حماقت' نادانی اور نا سمجھی ہے لیکن جو اس بات کا مذاق اُڑاتے ہیں وقت عمل وہ بھی یہی غلطی کر لیتے ہیں' یہ ہمارے ہاں کی ایک بڑی خرابی ہے۔

میں کیا کہہ رہا ہوں؟

ابھی واضح ہوتا ہے۔

اسلام میں حلال چیزیں بھی' جائز چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں اگر پتا چلے کہ کچھ عرصے کے بعد اس کا نتیجہ حرام نکل سکتا ہے' ایسا نہیں ہے کہ جو چیز حلال ہے تو حلال ہے' بہت ساری حلال چیزیں ہیں کہ ان کا نتیجہ کچھ عرصہ کے بعد میں نکلے گا' تو ابھی تک حرام نہیں' لیکن ابھی سے اسلام نے ان پر پابندی لگا دی' ایک مرد کا بازار میں ایسی جگہ کھڑا ہو جانا جہاں سے نامحرم عورتیں گزر رہی ہیں چاہے ابھی کوئی خرابی اس میں نہیں ہے لیکن آہستہ آہستہ یہی وہ چیز ہے جو معاشرے کو فاسد کرتی ہے اور وہ ایسے کہ جب عورتوں نے دیکھا کہ کوئی ہمیں دیکھ رہا ہے تو ان میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اپنے آپ کو بنا سنوار کر پیش کرو اور پہلے تھوڑے سے بال' ایک چھوٹی سی لٹ ظاہر ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ پورے سر سے چادر اتر جاتی ہے اور اُدھر وہ مرد جو ابھی بالکل اس طرح سے عورت کو دیکھ رہا ہے جیسے بجلی کے کھمبے کو دیکھا کرتا ہے لیکن آہستہ آہستہ یہی چیز ہو سکتا ہے کہ دو سال بعد' چار سال بعد معاشرے کو فاسد کر دے۔

میں اپنی بات کو اور واضح کر دوں!

مثلاً یہ فتویٰ آپ مراجع عظام سے لیں گے تو ان کا جواب آئے گا کہ حلال

ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ حرام ہے۔

میں کون ہوں؟

مرجع؟

نہیں۔

مجتہد؟

نہیں۔

عالم؟

نہیں۔

میرے لیے تو کسی مسئلہ شرعی میں اپنی ذاتی رائے کو داخل کرنا بھی گناہ ہے تو پھر میں کیسے اپنی ذاتی رائے ظاہر کر رہا ہوں؟

نہیں!

مرجع کا آدھا فتویٰ آپ تک پہنچتا ہے اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ پورا فتویٰ سنیے۔

وہ کیا ہے؟

وہ یہ ہے کہ معاشرہ تباہ ہو رہا ہے' معاشرہ بگڑ رہا ہے اور زمانے کا امام علیہ السلام جب آئے گا تو وہ اس معاملے میں اتنا حساس (sensitive) ہوگا' اتنا محتاط ہوگا کہ وہ اپنے لشکر کو جہاد کے لیے تیار کرنے سے پہلے ان سے بیعت لے گا جس بیعت کا خلاصہ تین باتیں ہیں۔ جن میں پہلی بات یہ ہے کہ کسی ایسے گناہ کی جانب قدم نہیں

بڑھانا جو انسان کی جنسی لذتوں کو یا نفس کے جذبے کو بڑھانے والا ہے چناں چہ زنا نہیں کرو گے کسی کی عزت پر نگاہ نہیں ڈالو گے مرد مرد سے اور عورت عورت سے شادی کی طرف نہیں جائیں گے۔

یہ صرف تین چیزیں نہیں بل کہ یہ جو طہارت کا ماحول امام علیہ السلام بنانا چاہتے ہیں اس میں اتنے محتاط ہیں۔

آج کا زمانہ دیکھیے!

آج کا زمانہ!

بے حجابی اور بے پردگی اپنی جگہ ایک مسئلہ ہے یہ نہیں ہے اسلام میں کہ ایک عورت نے حجاب کر لیا بس اب اسے بھی کھلی چھوٹ مل گئی اور اب بچوں کو اور نوجوانوں کو بھی کھلی چھوٹ مل گئی ایسا نہیں ہے۔

عورت کی مرد سے بات چیت۔

کیا تمام مراجع آگے ایک جملہ نہیں لکھتے ہیں کہ ویسے تو حلال ہے لیکن اگر اس سے کوئی اخلاقی فساد پیدا ہو رہا ہے آگے چل کر تو حرام ہو جاتا ہے چاہے وہ بات چیت قرآن و حدیث و فقہ اور مسائل شرعیہ پر ہو رہی ہے۔

ایک لفظ آتا ہے۔

دیکھیے!

فساد یعنی کرپشن (corruption) صرف روپے پیسے میں ہوتی ہے۔ محض رشوت لینے دینے کا نام corruption نہیں ہے فقط عوام کے مال کو لوٹنے کا نام

کرپشن (بدعنوانی) نہیں ہے بلکہ ایک اخلاقی کرپشن بھی ہوتی ہے جس میں نگاہیں الگ بدلتی ہیں، دل میں الگ بُرے خیالات آتے ہیں اور آہستہ آہستہ حلال طریقے سے انسان حرام کی جانب جایا کرتا ہے۔

دو اور باتیں سنیے!

یہ مراجع عظام کے فتوے حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ محسن الحکیم رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی مدظلہ العالی سب کا ایک ہی فتویٰ ہے پہلے مسئلے میں اور دوسرا مسئلہ تو آیۃ اللہ العظمیٰ محسن الحکیم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تھا ہی نہیں، مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے خوئی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اگر ہوگا بھی تو اتنا وہ پھیلا نہیں تھا لیکن آج کے مراجع کا اس میں بھی یہی فتویٰ ہے۔

پہلا مسئلہ!

لڑکے اور لڑکیوں کو ایسے اداروں میں، ایسے اسکولوں میں تعلیم دلوانا جہاں "کوایجوکیشن" ہوتی ہے۔ آج کتنی خرابیاں اس کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔ شاید آپ یقین بھی نہ کریں لیکن یہ انھی خرابیوں کا نتیجہ ہے کہ مغرب میں مسلمان لڑکی غیر مسلم نوجوانوں سے بغیر کسی ہچکچاہٹ اور تذبذب کے شادی کر رہی ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں آج مسلمان بچیاں ہندو لڑکوں سے شادیاں کر رہی ہیں اور اس کا نتیجہ ہے کہ پاکستان میں اور کئی اسلامی ممالک میں اپنی مومن بچیاں غیر مومن گھرانوں میں خوشی کے ساتھ جا رہی ہیں حتیٰ کہ والدین بھی اگر کہہ دیں کہ کم سے کم ایسا رشتہ تو دیکھو نا! کہ تم شیعہ ہو تو وہ بھی شیعہ ہو، تو بغاوت ہو رہی ہے، ہر جگہ یہ مسئلہ

چل رہا ہے لیکن یہ سارا سلسلہ چلا کہاں سے ہے؟

یہ سلسلہ چلا وہاں سے ہے جو میں دوسرا فتویٰ پیش کر رہا ہوں۔

پہلا فتویٰ تو بات چیت میں گزر گیا اب دوسرا فتویٰ!

اب آیئے دوسرا فتویٰ!

اس دوسرے فتوے کی تین شقیں ہیں۔ ان میں سے دوسری شق یہ آتی ہے کہ اسلام نے عورت کو کام کرنے سے نہیں روکا۔

دیکھیے!

عورت کو جانور نہیں سمجھا گیا' عورت کو قیدی نہیں سمجھا گیا' عورت کو کسی مرد کے ماتحت نہیں قرار دیا گیا' ہر ایک کی اپنی اپنی شخصیت ہے اور ہر ایک کے اپنے اپنے حقوق ہیں۔ چناں چہ ہمارے یہاں بعض جگہ پر تو اب تک یہی تصور ہے کہ جی عورت کے پاس جتنا اس کا مال و دولت ہے سب کا اختیار اس کے شوہر کو ہے لیکن اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے' اسلام میں یہ تو ہے کہ مرد جو کما کر لائے اس میں سب سے پہلا حق اس عورت کا بنتا ہے جس کا نان نفقہ واجب ہے لیکن عورت اگر فرض کریں کہ نوکری کرتی ہے تو اس آمدنی' فرض کریں کہ اگر وہ کوئی نوکری نہیں کرتی ہے کہ اس کے باپ کی طرف سے اسے کوئی میراث ملی تو یہ اس کا اپنا مال ہے' اس کی اپنی مرضی ہے جس طرح چاہے خرچ کرے' جس کو چاہے دے' جس کو چاہے نہ دے۔ شرعاً تو اس کے لیے اپنے شوہر کو بتانا بھی ضروری نہیں ہے کہ اس وقت میرے پاس کتنا مال ہے لیکن یہ بات بہت لمبی ہو رہی ہے یہ آج کا موضوع نہیں ہے۔

موضوع یہ تھا کہ اس میں ایک بات آ گئی کہ آج ہماری عورتیں ملازمت کرتی ہیں اور مراجع سے آپ فتویٰ لیجیے تو فتویٰ دیں گے لیکن آدھا فتویٰ ہم تک آتا ہے' فتویٰ یہی ہوگا کہ اگر عورت اپنے حجاب میں ہے تو کام کر سکتی ہے بشرطیکہ اس سے کوئی اخلاق فساد پیدا نہ ہو رہا ہو اگر وہ حجاب کے ساتھ کام کر رہی ہے تو محض حجاب کی وجہ سے تو اس کو اجازت نہیں مل گئی کہ وہ کسی غیر مسلم سے شادی کرلے کہ جی وہ ہمارے آفس کا دوست ہے اور اس سے ہمارے خیالات بہت مل رہے ہیں' اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ غیر مومن نظریات رکھنے والوں سے شادی کرلے۔ اس کی بہت تفصیل ہے یہ مجلس ہے' درسِ فقہ تو ہے نہیں اس لیے فقط اشارے کر رہا ہوں۔

اب یہ جو دوسرا فتویٰ آتا ہے جس میں ایجوکیشن کی تعلیم' ملازمت کا مسئلہ' یہ جو ہے اس میں ہمارے پاس آدھے فتوے آ رہے ہیں اور اس میں ایک تیسری مثال سنیے اور وہ عورتوں سے متعلق نہیں ہے وہ ایک عام مثال ہے۔

دیکھیے!

جب یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ کیا مسلمان ملک میں رہنے والے کسی بھی مومن کو یہ اجازت ہے کہ وہ آسٹریلیا یا کینیڈا یا امریکا یا یورپ کی **nationality** لے' وہاں جا کر اپنے خاندان کو رکھے؟

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی مدظلہ العالی کی شہرۂ آفاق کتاب جس کا اُردو ترجمہ ہے "جدید فقہی مسائل" اس میں آپ دیکھیں کہ کتاب شروع یہیں سے ہوتی ہے کہ رہنے کی اجازت ہے بشرطیکہ اپنے اور اپنے بچوں کے دین اور ایمان

کے فاسد ہونے کا امکان نہ ہو۔ آگے وضاحت بھی ہے کہ اس سے مراد فقط عقیدہ نہیں ہے؛ اگر یہ آپ کو پتا ہے کہ نہ میرا عقیدہ بگڑے گا اور نہ میری اولاد کا لیکن عمل میں تبدیلی آ جائے گی جیسے خاص بات یہ کہ بچی حجاب نہیں کرے گی۔ پہلا مسئلہ جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے عمل اور عقیدے کو فاسد نہ ہونے دیں۔

اب آیئے اس کے بعد تیسری بات!

تین باتیں مجھے آج بیان کرنا تھیں اپنے اصل موضوع پر آنے کے لیے اگرچہ اصل موضوع آپ کے سامنے ہے کہ کس طرح شہزادی کونین ؑ نے آنکھوں کو، دماغ کو، دل کو طاہر اور پاک و پاکیزہ بنانا چاہا اپنی سیرت پیش کر کے اور اپنے اقوال پیش کر کے۔

تیسری چیز!

جیسا کہ میں نے کہا کہ یہ تیسری چیز پرانے مراجع کے زمانوں میں نہیں تھیں اگر ہوگی بھی تو کسی کسی کے پاس ہوگی اور وہ ہے انٹرنیٹ پر chatting جو آج لشکر امامِ زمانہؑ کی تباہی کا ایک خطرناک انتظام ہو رہا ہے۔

یہ وہ فتویٰ ہے جو مراجع سے پوچھا گیا اور آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی دامت برکاتہ نے پھر اس میں تبدیلی بھی کر دی، پہلے تو ایک عام فتویٰ دیا لیکن وہ عام فتویٰ بھی آدھا پہنچا وہ یہ کہ کسی لڑکے نے پوچھا: جی! ہم انٹرنیٹ پر بیٹھے ہوتے ہیں اور chatting کر رہے ہوتے ہیں کہ ایک لڑکی آ جاتی ہے chat میں تو کیا ہم اس سے chat کر سکتے ہیں؟

آیۃ اللہ علی سیستانی دامت برکاتہ کا جواب یہی تھا: جی ہاں! اگر اس chatting میں بے ہودہ اور خلافِ اسلام بات نہیں ہے تو اس کی اجازت ہے بشرطیکہ اخلاقی فساد پیدا نہ ہو رہا ہو۔

اس میں بشرطیکہ حصے کو چھوڑ دیا گیا لیکن اب جو فتویٰ آیۃ اللہ علی سیستانی دامت برکاتہ کا آیا اس میں یہی ہے کہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے کہ اب تک انٹرنیٹ کی chatting نے عزت دار گھرانوں کی لڑکیوں کو بھاگنے اور فرار ہونے پر مجبور کیا' اب تک اس chatting کے نتیجے میں کچھ صحیح شادیاں بھی ہوئیں لیکن دس فی صد' نوے فی صد یا تو عزتیں لوٹی گئی ہیں یا عزت دار گھرانوں کی عزتوں کو پامال کیا گیا ہے۔

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (سورہ مبارکہ نمل: آیت ۳۴)

"ملکہ نے کہا: بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی بستی میں (بزورِ فتح) داخل ہوتے ہیں تو اس کو اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں۔"

اس آیت میں یہی تو لفظ ہے نا! کہ ظالم حکمرانوں کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ صاحبانِ عزت کو ذلیل کر دیا جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر صاحبِ عزت کی ذلت اور کیا ہو گی کہ اس انٹرنیٹ کی chatting سے اس کی لڑکی گھر سے فرار ہو جائے یا گھر سے فرار تو اختیار نہیں کرتی' گھر میں آتی ہے لیکن اپنی عزت کو لٹوا کر آتی ہے۔

یہ تو وہ مسئلہ ہے کہ ہم تو بہرحال سیرت سیدہؑ کو اپنے ماڈل کے طور پر اپنے سامنے رکھتے ہیں' جو مغربی دنیا' جس کے پاس مادر پدر آزادی ہے' وہاں بھی یہ مسئلہ اتنا بڑا ہے کہ اس کے کتنے ہی نئے قوانین حکومتوں نے بنائے ہیں تا کہ اس چیز کو کنٹرول کر سکیں اور اسے ایک بہت بڑا جرم قرار دینے کے حوالے سے' ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں لیکن یہ اتنا بڑا فتنہ ہمارے ہاں شروع ہو چکا ہے اور بڑے زور و شور سے ہو رہا ہے اور مرجع کے فتوے کو اگر کبھی کوٹ (quote) بھی کیا جاتا ہے تو آدھا کیا جاتا ہے' اس لیے بعد میں ایک بار آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی دامت برکاتہ نے اپنے فتوے کی عبارت ہی بدل دی۔ پہلا فتویٰ یہ تھا کہ اجازت ہے بشرطیکہ اس سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو رہی ہو لیکن دوسرا فتویٰ یہ دیا کہ اب موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے' میں اس کی اجازت ہی نہیں دیتا ہوں۔

بہرحال!

یہی وہ منزل ہمارے سامنے آتی ہے جہاں پر سیرت سیدہؑ کا یہ واقعہ بھی آپ کو اپنے ذہنوں میں دہرانا ہے۔

جب شدید ترین مخالفت تھی حضرت اُمّ المومنین خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی' اعلانِ رسالت کے بعد عرب کے لوگوں نے پہلی پیش کش تو یہی کی تھی کہ اے خدیجہ طاہرہؑ! آپؑ کی عزت ہم کرتے ہیں' آپؑ کا احترام ہمارے دلوں میں ہے' آپؑ ہماری آقا و سردار ہیں اور آپؑ ہماری محسنہ ہیں' آپؑ اس گھر کو چھوڑ کر الگ ہو جائیے۔

جب شہزادیؑ نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا تو انھوں نے کہا کہ مجبوراً پھر ہم آپ سے اپنے تمام تعلقات ختم کرتے ہیں۔

روایت یہ ہے: دس سال ایسے گزرے اور خاص طور پر آدمی کو زیادہ تر جو چیز اذیت دیتی ہے وہ یہ ہے کہ جن پر اتنا احسان تھا' آج وہ بھی طوطے کی طرح آنکھیں پھیر کر بیٹھ گئے ہیں اور عرب کے لوگوں نے اتنا مکمل طور پر یہ بائیکاٹ کیا تھا کہ اگر کوئی آدمی غلطی سے بھی حضرت خدیجہ طاہرہ سلام اللہ علیہا سے بات کرتا تھا تو خود اس آدمی کا بائیکاٹ کر دیا جاتا تھا' تو کتنے ہی لوگ ایسے تھے جو احترامِ خدیجہ طاہرہؑ کو جانتے تھے لیکن مجبور تھے۔ اسی وجہ سے تو شہزادیِ کونینؑ کا ایک لقب بنا محدثہ۔

شہزادیِ کونینؑ کے نو (۹) نام ایک روایت میں آئے ہیں ان میں سے ایک نام ہے محدثہ۔ محدثہ کے لغوی معنی ہیں بات کرنے والی' گفتگو کرنے والی۔

بھئی!

بات اور گفتگو تو ہر عورت کیا کرتی ہے تو کس حوالے سے حضرت سیدہؑ کو محدثہ کہا گیا؟

اب اس کے لیے دو روایتیں آئیں:

① ایک روایت یہ ہے کہ شہزادیؑ فرشتے سے کلام کیا کرتی تھیں۔

② دوسری روایت یہ ہے کہ جب شہزادیؑ شکمِ مادر میں تھیں تو اپنی والدۂ گرامیؑ سے باتیں کیا کرتی تھیں۔

محدثہ کا معنی ہے کلام کرنے والی' گفتگو کرنے والی۔ یہ محدثہ کا لقب اس لیے

عطا ہوا کہ پورے عرب نے اس انداز سے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کا بائیکاٹ کر کے رکھا مگر ایک آدمی کوئی ایسا تھا اور یہ بھی آٹھ یا نو (۹) سال کے بعد' جس پر کوئی اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کی بیٹی کی شادی تھی' وہ یہ برداشت نہ کر سکا کہ سب آئیں اور میری وہ محسنہ نہ آئیں جس کی وجہ سے آج میری جان بھی بچی ہوئی اور میری عزت بھی بچی ہوئی ہے' کچھ بھی ہو' میں ان کو بلاؤں گا۔

دعوت نامہ آیا اور پھر وہ دن آ گیا کہ جس دن شادی میں جانا ہے' شہزادی کونین ؑ اپنی مادر گرامی ؑ کو دیکھ رہی ہیں کہ تیاری کے کوئی آثار نمودار نہیں ہو رہے ہیں' شادی کا دن آ گیا اور جس نے بلایا' اس نے اتنی ہمت کر کے بلایا کہ پورے عرب کی دشمنی مول لے لی۔

عرض کیا: اے مادر گرامی ؑ! کیا بات ہے آپ ؑ شادی میں نہیں جائیں گی؟

فرمایا: نہیں بیٹی! میں نہیں جاؤں گی۔

حضرت سیدہ ؑ نے عرض کیا: اے مادر گرامی ؑ! اتنے سالوں کے بعد کسی نے آپ ؑ کو بلایا ہے' محفل میں جائیں گی تو ملاقات' بات چیت اور ساری باتیں ہوں گی' کیا وجہ ہے کہ آپ ؑ نہیں جا رہیں؟

فرمایا: بیٹی! مجھے اپنی تو کوئی فکر نہیں ہے جو لباس میرے پاس ہے اس کو پہن کر میں چلی جاؤں گی لیکن مجھے تمہارا خیال ہے۔ اس لیے کہ آج تک عرب کی عورتوں نے خدیجہ ؑ کی بیٹی کو یوں نہیں دیکھا۔

بھئی!

ان کے ذہنوں میں تجسس تو ہو گا جو عرب کی شہزادی تھیں، عرب کی ملکہ تھیں، پیغمبرؐ سے شادی کر کے اسے ملا تو کیا ملا؟ اس کی بیٹی کس حالت میں ہے؟!

اب اگر وہ یہ دیکھیں کہ میری بیٹی کے پاس جانے کے لیے ایک لباس نہیں ہے جو شادی کی محفل کے قابل ہو اس لیے کہ سارے بوسیدہ لباس ہیں اور ایک زیور نہیں ہے، زیور کے نام پر مثلاً کان کا ایک کانٹا تک نہیں ہے، تو کتنا وہ مذاق اُڑائیں گے، کتنا وہ لوگ یہ کہیں گے، درد ہوتا ہے یا نہیں ہوتا ہے۔

بہر حال!

فرمایا: بیٹی! تیرا مذاق اُڑایا جائے گا اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ ساری محفل تیرا مذاق اُڑائے۔

حضرت سیدہ کونینؑ نے عرض کیا: مادرِ گرامیؑ! فقط یہ پریشانی ہے؟ آپ فکر نہ کریں، میں شادی میں ضرور جاؤں گی اور پوری طرح تیار ہو کر جاؤں گی، لباس پہنوں گی اور دنیا کا بہترین لباس پہن کر جاؤں گی، زیور پہنوں گی اور دنیا کا بہترین زیور پہن کر جاؤں گی۔

ماں سے زیادہ بیٹی کی حالت کو کون جانتا ہے۔

فرمایا: بیٹی! ایسا کون سا زیور اور لباس تمھارے پاس ہے؟

حضرت سیدہ کونینؑ نے عرض کیا: ایک بار رسول اللہؐ نے مجھے گود میں بٹھایا تھا اور ایک جملہ کہا تھا: بیٹی! کیا تجھے معلوم ہے کہ میرا کلمہ پڑھنے والی عورت کا بہترین لباس کیا ہے؟

شہزادیؑ فرماتی ہیں: اس سے پہلے کہ میں کچھ کہوں، میرے باباؐ نے فرمایا تھا: بیٹی! سن لے کہ میرا کلمہ پڑھنے والی اور مجھ سے محبت کا دم بھرنے والی عورت کے لیے کائنات کا بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے اور ایک بار مجھ سے فرمایا: بیٹی کیا تجھے معلوم ہے کہ میرا کلمہ پڑھنے والی کے لیے بہترین زیور کیا ہے؟ پھر میرے جواب کا انتظار کیے بغیر باباؐ نے فرمایا: میرا کلمہ پڑھنے والی عورت کے لیے بہترین زیور شرم وحیا کا زیور ہے (صلوات)۔

اگر تقویٰ کا لباس جسم پر ہے اور دنیاوی اعتبار سے بڑا حقیر لباس ہے اس عورت کو گھبرانا نہیں ہے، اسے شرمندہ نہیں ہونا ہے۔ اس لیے کہ یہ سب سے اچھا لباس پہن کر جارہی ہے۔ اگر تقویٰ کا لباس نہیں ہے تو چاہے سونے کے تاروں سے بنا ہوا لباس پہن کر جائے اس سے زیادہ حقیر بارگاہِ الٰہی میں کوئی نہیں ہے اور اگر کسی عورت کے پاس واقعاً چاندی ایک بالی تک نہیں ہے لیکن شرم وحیا کا زیور اس نے پہنا ہوا ہے تو اس سے بہتر کوئی عورت نہیں ہے اور اگر اس کے جسم پر سر سے پاؤں تک سونا اور چاندی ہی ہے اور شرم وحیا اس کے پاس نہیں ہے، تو اس سے زیادہ بدتر نگاہِ پروردگار میں اور کوئی نہیں ہے۔

شرم وحیا کے زیور کے اعتبار سے حضرت سیدہؑ کا جملہ ہمارے سامنے آیا۔

عرض کیا: مادرِ گرامیؑ! میں بھی شرم وحیا کا اور تقویٰ کا لباس پہن کر تقریب میں چلوں گی۔

یہ شرم وحیا کا زیور کیوں کہا گیا؟

یہ شرم وحیا کا زیور جب آجائے گا تو کیا انٹرنیٹ پر اس طرح chatting

ہو سکے گی؟ کیا آفس کے ساتھیوں کے ساتھ اس طرح بات چیت ہو سکے گی؟ کیا اسکول کے جو اسکول فیلوز ہیں ان کے ساتھ اس انداز سے بول چال ہو سکے گی؟

ذکرِ مصائب: حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر کے دروازے کی عظمت

سیرتِ سیدہؑ ایک طہارت چاہتی ہے، سیرتِ سیدہؑ ایک پاکیزگی چاہتی ہے، سیرتِ سیدہؑ لشکرِ امامؑ کی تیاری کا حصہ بنتی ہے اور یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ یہ بھی حضرت سیدہؑ کی سیرت کا حصہ ہے کہ جس کو اگر ذہن میں رکھو گے تو پھر وہ جملہ اور زیادہ سمجھ میں آئے گا۔

کون سا جملہ؟

بس یہ آخری جملہ ہے!

سیرتِ سیدہؑ کا یہ پہلو کہ جتنا اسلام نے واجب کیا ہے حجاب سیرتِ سیدہؑ اس سے زیادہ حجاب کے بارے میں ہمیں بتا رہی ہیں۔

اب میں ظاہری طور پر کہہ رہا ہوں محاورتاً!

حضرت سیدہؑ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

زندگی بھر طہارت و پاکیزگی کا پیغام دینے والی اور خود اس سے بڑھ کر پابندی کرنے والی زہراؑ یہ سوچ سکتی ہیں کہ اس طرح میرے گھر کا دروازہ کھول دیا جائے گا؟

یہ کوئی معمولی گھر بھی نہیں ہے، یہ کوئی معمولی دروازہ بھی نہیں ہے، دیکھنے والوں کی نگاہ میں چاہے وہ لکڑی کا بنا ہوا دروازہ ہو لیکن لکڑی جب منسوب ہونے لگتی ہے

منبر بنتی ہے تو ایک عظمت لے کر آتی ہے' علم بنتی ہے تو ایک فضیلت لے کر آتی ہے' حجرۂ سیدہؑ کے گھر کا دروازہ بنتی ہے تو وہی لکڑی کا دروازہ اتنا اہم ہو جاتا ہے کہ بیٹی کی گود میں باپ سر رکھے ہوئے ہے اور غشی کے عالم میں ہے اور دروازے پر ایک آواز آتی ہے' دستک کی اور بیٹی گھبرا کر پوچھتی ہے: کون؟

کہا: رسولؐ اللہ کا ملاقاتی ہوں' پیغمبرؐ خدا سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

فرمایا: میرے بابا' اس وقت غشی کے عالم میں ہیں' بے چین ہیں کسی اور وقت آنا۔

یہ عظمت ہے اس حجرے کی' یہ عظمت ہے اس دروازے کی۔

علم کے بانس پر اعتراض کرنے والے کہتے ہیں: ارے! یہ تو لکڑی ہے اس کو چومنے کا کیا فائدہ؟

ارے!

یہ وہی لکڑی ہے لیکن جب یہ دروازہ بنا حجرۂ سیدہؑ کا اللہ کے حکم سے آنے والے کے پاؤں میں بھی بیڑی پڑ گئی وہ آگے نہیں بڑھ سکا' دوبارہ دستک تو دے گا اور درخواست تو کرے گا۔

دستک کی آواز پھر سنی شہزادیؑ نے پوچھا: کون ہے؟

وہی آواز آ رہی ہے کہ میں رسولؐ خدا سے ملنا چاہتا ہوں۔

شہزادیؑ نے فرمایا: میرا بابا' بہت بے چینی کے عالم میں ہے بڑی مشکل سے کچھ دیر کے لیے آرام آیا ہے' کسی اور وقت آ جانا۔

جب تیسری مرتبہ دستک کی آواز آئی جس میں وہی ملاقاتی نظر آ رہا تھا تو

اب شہزادیؑ کو جلال آ گیا اور کہا: اے بندۂ خدا! میں نے کتنی مرتبہ تجھے روکا ہے اور منع کیا ہے کہ میرے باباؐ کو بے چین نہ کر۔

اب پیغمبرؐ اکرم آنکھیں کھولتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: بیٹی فاطمہؑ! اس آنے والے کو اجازت دے دو، یہ آنے والا وہ ہے جو آج تک نہ کسی نبی کے دروازے پر رُکا ہے نہ کسی ولی کے گھر پر رُکا ہے نہ کسی وصی کے گھر پر رُکا ہے، یہ حکم خدا سے آتا ہے لیکن تیرے گھر کا اتنا احترام ہے کہ جب تک تُو اجازت نہ دے گی اللہ کے حکم سے آنے والا فرشتہ اپنے قدم آگے نہ بڑھائے گا۔

عزادارو!

جس گھر کا احترام حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے تین دن پہلے دیکھا تھا اور جس گھر کا یہ احترام دیکھا، یہ روایت چوں کہ مشہور ہے ورنہ ملک الموت کی بھی کیا حیثیت ہے۔

ارے!

حضرت سیدہؑ کا گھر وہ ہے کہ جب رسولؐ خدا سیدۂ کائناتؑ کے یہاں آتے ہیں جب تک کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اجازت نہ دے دیں، رسولؐ اسلام بھی قدم آگے نہیں بڑھاتے اور بعد وفاتِ رسولؐ وہی زہراؑ دیکھ رہی ہیں، ابھی مشکل سے تین دن گزرے ہیں کہ میرے گھر کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر کوئی دھمکی دے رہا ہے: رسولؐ کی بیٹی! اپنے گھر کا دروازہ کھول ورنہ اس دروازے کو ہم جلا دیں گے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو یقین نہ آیا، میرے گھر کا دروازہ جہاں

ملک الموت بھی اجازت کے بغیر آگے نہیں بڑھتا' جہاں میرا بابا بھی اجازت کے بغیر قدم آگے نہیں بڑھاتا۔

عزادارو!

آنے والے نے کہا: ہم جلا دیں گے۔

واقعاً جلا بھی دیا۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو یقین بھی نہ تھا' وہ دروازے کے پیچھے ہی تو کھڑی تھیں' آنے والے نے دروازہ جلایا اور جب دروازہ کھولا تو اپنا حجاب بچانے کے لیے زہراؑ دروازے کے پیچھے چلی گئیں۔

عزادارو!

آنے والا دروازے کو دباتا چلا گیا' ایک وہ وقت آیا کہ دروازے اور دیوار کے درمیان دب کر میری شہزادیؑ غش کھا کر گر پڑیں اور اس طرح سے گریں کہ حضرت محسن علیہ السلام ماں کے شکم میں شہید ہو گئے۔

عزادارو!

صرف یہی نہیں' آنے والے کے ہاتھ میں کوڑا تھا اس کمینے نے ہاتھ گھمایا۔

ارے!

وہ منظر تو ذرا کوئی دیکھے!

حسنینؑ کی والدۂ گرامیؑ اور پہلو پر کوڑا پڑ رہا ہے۔

عزادارو!

جب ایک بار حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے آنکھیں کھولیں تو ایک

عجیب منظر دیکھا کہ بی بیؑ کے سامنے حضرت زینب سلام اللہ علیہا رو رو کر کہہ رہی ہیں: ہائے میرا بابا۔

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: بیٹی زینبؑ! آخر اس طرح سے کیوں فریاد کر رہی ہو؟

عرض کیا: مادر گرامیؑ! آپؑ کو کوڑا مارا گیا' بابا کے گلے میں رسّی باندھی گئی' بابا کو گرفتار کر کے لے گئے۔

عزادارو!

ایک وہ وقت بھی آیا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو کہنا پڑا: ارے! ابوالحسنؑ کو چھوڑ دو ورنہ میں بددعا کرتی ہوں۔

عزادارو!

بی بیؑ نے اپنی بددعا (کی دھمکی) سے میرے مولاؑ کو رہا تو کروا لیا لیکن پہلو کا زخم بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ وقت آیا کہ میرا مولاؑ بی بیؑ کو غسل دے رہا ہے اور زینبؑ نے سنا کہ بابا چیخ چیخ کر رو رہا ہے' غسل کے بعد باہر آئے۔

بیٹی نے پوچھا: بابا! اماں کو غسل دیتے وقت رونے کیوں لگے؟

فرمایا: جب پانی ڈالتے ڈالتے پہلو پر پہنچا' تو کوڑے کا نشان پہلوئے زہراؑ پر اب بھی تازہ نظر آ رہا تھا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

مجلسِ ششم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ نمل: آیت ۳۴)

"ملکہ نے کہا: بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی بستی میں (بزور فتح) داخل ہوتے ہیں تو اس کو اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں۔"

حضرت بلقیس ایک قاعدہ کلی' ایک اُصول اور ایک جنرل رُول بتا رہی ہیں کہ حکم رانوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کرتے ہیں' اس میں فساد برپا کرتے ہیں' اس کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے:

وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً

"اور وہ وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر کے رکھ دیتے ہیں۔"

وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ

"اور یہ طریقہ کار ہمیشہ رہے گا۔"

اچھا!

اب یہ جو حکم رانوں کا طریقہ کار ہے' ہم نے دیکھا حتیٰ کہ نبی اور معصومؑ

کے لشکر کو بھی اگر کسی جگہ بھیجا گیا تو وہ خرابیاں جو ظالموں کے لشکروں میں' ہلاکو خان اور چنگیز خان جیسوں کے لشکروں میں تھیں' اس پیمانے کی نہ سہی لیکن بہرحال اس قسم کی خرابیاں ہمیں معصومؑ کے اس لشکر میں بھی نظر آئیں کہ جس کی قیادت معصومؑ نہیں کر رہا تھا۔ لیکن لشکر کو بھیجا گیا ہے بلکہ آج جس نکتے پر آپ کو لے جانا ہے وہاں تو معصومؑ بذاتِ خود اپنے لشکر کی قیادت کر رہا ہے اور ایسی خرابی (پھر بھی) ہو رہی ہے۔

بھئی!

اس جملے کی میں تشریح کروں گا لیکن اسی وجہ سے کہ ظالموں کو چھوڑ و دنیا کے عام حکمرانوں کو نظر انداز کرو بلکہ خود معصومؑ کا لشکر......

اچھا!

یہ آیت جو ہے جس میں حضرت بلقیس کا قول نقل ہوا ہے اس میں حضرت بلقیس' حضرت سلیمان علیہ السلام نبی کے بارے میں کہہ رہی ہیں جو معصوم ہیں لیکن اسی وجہ سے کہ معصومؑ کے لشکر میں اس بات کا امکان پایا جاتا ہے۔ جس وقت زمانے کا امام علیہ السلام ظاہر ہوگا تو اپنے لشکر سے جہاد شروع کروانے سے پہلے پچیس باتوں کا وعدہ لے گا' بیعت لے گا اور عہد کروائے گا اور یہ پچیس باتیں تفصیل کے ساتھ تین سال پہلے میں مختلف عشروں میں' شارجہ میں' ابوظہبی اور دبئی میں بھی پڑھ چکا ہوں تو وہ میرا موضوع نہیں ہیں' یہ تو ان کا سرسری بیان رہا ہے اور ان پچیس باتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ لشکر جس علاقے میں جائے وہاں صرف تبلیغ دین کے لیے جائے' ایسا نہ ہو کہ

وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کیا جا رہا ہے' ایسا نہ ہو کے وہاں کے شہروں میں لوٹ مار کی جا رہی ہے۔ یہ پچیس باتیں ہیں اور اگر ہم ان پچیس باتوں کو غور سے دیکھیں تو پتا چلے گا کہ ان کا خلاصہ تین باتیں ہیں۔

پہلی بات کل بیان ہو چکی ہے' پرسوں بیان ہو چکی ہے' اس لیے آج اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب آیئے دوسری بات کی طرف!

یہ دوسری بات سب سے پہلے ذہن میں آئی ہے' جب بھی کوئی لشکر کسی علاقے پر حملہ کرتا ہے تو عورتوں کی عزتیں ضرور لوٹی جاتی ہیں لیکن اس سے پہلے کا بھی جو کام ہے جو زیادہ بڑی خرابی ہے وہ ہے مال کے اعتبار سے لوٹ مار شروع کرنا اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جب معصومؑ کا لشکر جائے گا تو وہاں پر چوں کہ لفظ بدل جائے گا۔

دیکھیے!

میں نے چار دن پہلے ایک جملہ عرض کیا تھا کہ بہت سارے گناہ انگریزی میں جا کر گناہ نہیں رہتے لیکن یہاں آج جو میں بات کہہ رہا ہوں' وہ اس کے برعکس ہے۔

اس دن کیا بات ہوئی تھی؟

اس دن بات یہ ہوئی تھی کہ اُردو میں گناہ واقعی گناہ لگتا ہے' انگریزی میں گناہ' گناہ نہیں لگتا۔

آج میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ اُردو سے عربی میں

جائیں گے تو وہ ایسا گناہ محسوس نہیں ہوگا۔ یعنی شیطان اس وقت ذہن کو ورغلائے گا' اسی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ کہ لوٹ مار یعنی جب میدانِ جہاد میں ہو رہی ہوگی تو اس وقت شیطان دل میں یہ خیال ڈال سکتا ہے کہ یہ تو مالِ غنیمت ہے۔

اچھا!

مالِ غنیمت کی اِسلام میں ایک باقاعدہ تعریف ہے لیکن ہر جہاد کا ہر مال مالِ غنیمت نہیں ہوتا۔

اب جب یہ تصور آجائے گا کہ لشکر امامؑ جارہا ہے کہ جی یہ تو مالِ غنیمت ہے اور مالِ غنیمت ہے تو گناہ اب ذرا سا بھی تصور بھی نہ رہا اور جب مالِ غنیمت ہے تو انسان کو اس کے لوٹنے کے لیے ذرا سی احتیاط کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی کیوں کہ مالِ غنیمت تو مومن کے لیے ایک اعزاز ہوتا ہے' مالِ غنیمت تو مومن کے لیے ایک تمغہ ہوتا ہے' مالِ غنیمت تو اس کے جہاد کا ایک یقینی نتیجہ ہوتا ہے۔ اب یہ لشکر جہاں جا رہا ہے' بحکم امامؑ سے جارہا ہے' چناں چہ ان کے ذہنوں میں یہ خیال زیادہ آسکتا ہے کہ جس علاقے میں جارہے ہیں یہاں کی ساری دولت تمہارے لیے حلال ہے۔

اب وہ جو پہلا جملہ تھا اس کی وضاحت کروں!

اس پوری کائنات کی تاریخ میں جتنے معصومؑ گزرے ان میں عصمت و طہارت کے اعتبار سے بلند ترین رُتبہ کس معصومؑ کا ہے؟

جو سید المعصومینؑ کہلائے گا' سارے انبیاءؑ کا بھی وہی سردار اور باقی تیرہ معصومین علیہم السلام کا بھی وہی سردار' وہ سید المعصومینؑ تمام معصومینؑ کا سید و سردار'

خود میدانِ جنگ میں موجود ہے' خود میدانِ جہاد میں موجود ہے' خود اپنے لشکر کی قیادت کر رہا ہے۔

دیکھیے!

یہ خیبر کا واقعہ نہیں ہے کہ بیماری یعنی آشوبِ چشم کی یا بخار کی وجہ سے اللہ کا رسولؐ اور مولاؑ خیمے میں ہیں لوگ خود سے جا رہے ہیں۔

نہیں!

یہاں تو بہ نفسِ نفیس سید المعصومینؐ جس لشکر کو لے کر آیا ہے اس کے سامنے ہے' قیادت کر رہا ہے لیکن سارا نقشہ میدانِ اُحد میں کیسے پلٹا؟

فقط مالِ غنیمت کی وجہ سے پلٹا' جب کہ وہ تو مالِ غنیمت تھا بھی' لیکن اتنی سی بات کہ پیغمبرؐ اسلام کی یہ ہدایت کہ چاہے مالِ غنیمت مل رہا ہو' چاہے جنگ میں کامیابی حاصل ہو رہی ہو' چاہے ناکامی ہو' تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا' مالِ غنیمت کی تمنا میں' لالچ میں' سید المعصومینؐ کے لشکر میں شامل ہیں' سید المعصومینؐ آنکھوں کے سامنے ہیں' سید المعصومینؐ لشکر کی قیادت کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود بھی مسلمان جیتی ہوئی جنگ ہارنے لگے اور پھر ہاری ہوئی جنگ آخر میں جیت لی گئی' وہ تو میرے مولاؑ کے طفیل جیت لی گئی اور وہ تو میرے مولاؑ کا معجزہ تھا لیکن ذوالفقار بھی ہر ایک کے ہاتھ میں معجزہ نہیں ہے "لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی" جیسا جوان ہونا چاہیے لیکن وہ بعد کا مرحلہ ہے' پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ جیتی ہوئی جنگ ہاری کیوں گئی؟

فقط اس لیے ہاری گئی کہ وہ لشکرِ اسلام دولت کو سامنے دیکھ کر اپنے آپ پر

کنٹرول نہ رکھ سکا اور چرانوے فی صد (94%) لشکر یعنی پچاس میں سے سینتالیس نے اپنی جگہ چھوڑی تھی۔ وہ پہلے معصومؑ کا لشکر تھا لیکن آخری معصوم علیہ السلام جہاں پر اپنا لشکر بھیج رہا ہے وہاں پر تو اس کا مقام اور زیادہ ہے' خود امام علیہ السلام نہیں جا رہے ہیں' اگر امام علیہ السلام جا رہے ہوں تو تب بھی اس بات کا امکان رہتا ہے' وہاں تو امام علیہ السلام جا ہی نہیں رہے چناں چہ ان کے دلوں سے دولت کی محبت کو نکالنا ہے۔ مالِ غنیمت مومن کا حق بھی ہے' مومن کے لیے ایک تمغہ اور اعزاز بھی ہے لیکن اس طرح سے ان کے دلوں سے مال کی محبت کو نکالنا ہے کہ یہ کسی جگہ جا کر دولت کے لالچ میں چاہے اسے مالِ غنیمت کا نام دے کر بھی اس سیدھے راستے سے نہ ہٹیں۔ چناں چہ اب آگے کی دس باتیں' پچیس میں سے تین باتیں دو دن کا موضوع بنیں گی اور اس کے بعد کی دس باتیں وہ ہیں جن سب کا تعلق اس بات سے ہے کہ دولت کے لالچ کو دلوں سے نکالنا ہے۔

بہت ہی جلدی جلدی ان دس باتوں کی فہرست بیان کروں لیکن وہ دس باتیں بھی دولت کی محبت دلوں سے نکالنے کے لیے اور لشکر امامؑ وہ غلطی نہ کرے جو میدانِ اُحد میں مسلمانوں کا لشکر کر چکا ہے تو وہ دس باتیں جو ہیں اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔

پہلے یہ بتایا گیا کہ دولت کی جانب نگاہ نہیں ڈالنا ہے چناں چہ کہا کہ چوری نہیں کرو گے' یتیم کے مال پر نگاہ نہ ڈالو گے۔

یہاں پر وہ حدیث میں نہیں پڑھ رہا ہوں کہ جس میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

ویسے سب سے بڑے یتیم تو ہم ہیں اور یہ خمس ہمارا حق ہے جو خمس کھاتا ہے وہ گویا یتیم کے مال کو کھاتا ہے' یہ پورا ایک موضوع بن جائے گا۔ شہزادی کونینؑ کی سیرت میں خمس کا بیان نہ ہوتو تب بھی بڑا عجیب لگتا ہے' کیوں کہ شہزادی کونینؑ نے فدک کے مطالبے میں آخری بات یہی کی تھی کہ بیٹی کو اگر میراث بھی نہیں دیتے ہو تو کم سے کم ایک سیدزادیؑ کا خمس میں تو حصہ بنتا ہے وہ حصہ تو دے دو۔ جب خمس بھی نہ دیا گیا تو چوتھی بات شہزادیؑ نے نہیں فرمائی۔

شہزادیؑ نے چار باتیں کی تھیں:

① پہلی بات تو یہ تھی کہ باباؐ نے مجھے ہبہ کیا ہے' یہ تو ایک تحفہ ہے۔

② دوسری بات میراث کی کی یعنی جب ہبہ کے دعویٰ کو ٹھکرا دیا گیا تو اس وقت شہزادیؑ نے میراث کا دعویٰ کیا۔

③ تیسری بات خمس کی کی یعنی جب میراث کو تسلیم نہ کیا گیا تو پھر شہزادیؑ نے خمس کا مطالبہ کیا۔

جب خمس کو نہ مانا گیا تو اس کے بعد شہزادی کونینؑ نے فرمایا۔

دیکھیے!

اب یہ جملہ میرا ہے' شہزادیؑ کے عمل کو اپنے الفاظ کی شکل میں ڈھال رہا ہوں کہ شہزادیؑ نے فرمایا: جو خمس جیسی شے کو بھی نہ مانے' جو میراث کو رد کرے اس سے بات کی جاسکتی ہے' جو ہبہ کے دعوے کو رد کرے اس سے بات کی جاسکتی ہے لیکن جو خمس کو رد کر رہا ہے اب تو وہ اس قابل بھی نہیں ہے کہ اس سے بات کی جائے۔

بس!

اب جو ناراض گئیں تو مرتے دم تک بات کرنے کو تیار نہ ہوئیں یہاں تک کہ سلام کا جواب دینے کو بھی تیار نہ ہوئیں۔

خمس اور شہزادیؑ کی سیرت دونوں لازم و ملزوم ہیں (صلوات)۔

بہر حال!

مال کی محبت' یتیم کے مال پر نگاہ نہ ڈالو اور یتیم میں خود آلِ محمدؐ بھی شامل ہیں۔

سونے اور چاندی کا ذخیرہ نہیں کرو گے' مالِ غنیمت کا سب سے بڑا مسئلہ جو ہوتا ہے وہ یہ نہیں ہوتا کہ اس وقت آدمی کو جتنی بے ضرورت اتنا اُٹھالیا۔

نہیں!

یہ جمع کرنے کا جو نظریہ ہے اور یہ جو saving کا ایک نظام ہے اس کو امام علیہ السلام اپنے لشکر والوں کے دلوں سے نکال رہے ہیں۔

دیکھیے!

یہی تو وہ تصور ہے نا! جس کی وجہ سے ہم لوگ خمس دیتے ہوئے گھبراتے ہیں اور ہماری جان نکلتی ہے۔

ارے!

خمس تو اس بات پر ہے ہی نہیں کہ اپنے بیٹے کی روٹی اُٹھا کر خمس کے نام پر دے دو اگر چہ شہزادی کونینؑ نے ایسا کیا لیکن ہم سے تو یہ نہیں کہا گیا' خمس اس بات کا تو نام ہی نہیں کہ تم بیمار ہو اور تمھارے پاس علاج کے لیے پیسے ہیں' تم اپنا علاج نہ

کراؤ اور خمس دے دو۔

بھئی!

خمس تو نام ہی اس بات کا ہے کہ جو بچ گیا تمہارے پاس، جو saving ہے اس میں سے ایک حصّہ دینا ہے۔

اب یہ جو جذبہ ہوتا ہے نا! کہ ابھی تو کوئی ضرورت نہیں ہے، بس ذخیرہ کرنا ہے، جمع کرنا ہے، بعد کے لیے سوچتا ہے، یہی انسان کو مال کی اس محبت کی جانب لے جاتا ہے کہ جہاں پر اُردو زبان کا ایک لفظ ہے جسے سمجھانے کا وقت نہیں ہے، جہاں پر آدمی پر جن سوار ہو جاتا ہے، دولت جمع کرنے کا ضرورت سے بھی زیادہ۔

خیر!

تیسری جو بات امام علیہ السلام نے کہہ دی یہ گویا مال کی محبت کے حوالے سے حرفِ آخر ہے کہ سونا اور چاندی یعنی مال جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ ایک مرحلہ ہے لیکن اس کے فوراً بعد دوسرا مرحلہ ہے جو میں نے دو دن پہلے بھی کہا تھا اور آج بھی دُہرا رہا ہوں کہ اِسلام محض مسئلہ یا بیماری نہیں بتاتا ہے بلکہ اس کا علاج اور اس کا حل بھی بتاتا ہے۔

اب یہ مال کی محبت دلوں میں کیسے آتی ہے کہ میدانِ اُحد میں لوگوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑتا ہے مالِ غنیمت کے لالچ میں؟

یہ مال کی محبت دلوں میں کیسے آتی ہے کہ جس کی وجہ سے زمانے کے امام علیہ السلام کو پہلے سے یہ عہد نامہ لینا پڑے گا؟

اسی وجہ سے تو آئی ہے نا!

اب اس کے بعد کی جو پانچ باتیں ہیں۔

دوسرا حصہ بیعت نامے کا جس میں دس چیزیں ہیں اس کے بعد کی جو پانچ باتیں ہیں وہ اس کا علاج ہیں۔

اب مال کی محبت پیدا ہونے کے بارے میں پانچ باتیں امام علیہ السلام نے فرمائیں۔

مال کی محبت کیوں پیدا ہوئی ہے؟

اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ ایک آدمی میں شوق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے' وہ یہ خیال کرتا ہے کہ لوگوں کے دل میں میری عزت اور میرا احترام اس وقت ہوگا جب میرا لباس اچھا ہو' جب میری گاڑی بہترین ہو چناں چہ یورپ میں اکثر میں یہ واقعہ نقل کرتا ہوں کہ باقاعدہ مجلس میں آنے کے لیے وہ لوگ بھی جن کی حیثیت نہیں ہے وہ بھی کرائے پر گاڑی ایک گھنٹے کے لیے لے کر آتے ہیں کہ پارکنگ میں کھڑی ہوتی نظر آئے اور لوگ کہیں کہ یہ فلاں مومن کی گاڑی ہے۔

اب یہ کیسا جذبہ ہوتا ہے؟

دکھاوے کا جذبہ! یہ جو ایک جذبہ ہوتا کہ یہ سوچنے کا جذبہ کہ ہماری عزت' ہمارا احترام' ہمارا مقام (status)' کہ میں گیا ایک جگہ نارتھ امریکا کا واقعہ ہے' اس سے زیادہ میں اس جگہ کی نشان دہی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔

بہر حال!

نارتھ امریکا کا واقعہ ہے' مسجد بنی ہے۔

اچھا!

جن صاحب کے گھر میں مَیں ٹھہرا تھا' اُن سے میں نے سوال بھی کیا تھا کہ آخر وجہ کیا ہے کہ آپ اور آپ کی بیوی صرف دو آدمی اتنے بڑے مکان میں زندگی گزار رہے ہیں' اتنا بڑا آپ نے مکان لیا ہوا ہے اور میں اس وقت بھی یہاں آیا تھا کہ جب آپ کے چار بچے تھے' اب سب کی شادیاں ہو گئیں لیکن اب اتنا بڑا مکان تو آخر اس کی کیا وجہ ہے؟!

انھوں نے کچھ نہ کہا' رات کو مجلس تھی اس میں دوسرے برادر لے گئے' مجلس سے پہلے نماز ہوئی' اب نماز شروع ہونے والی ہے' ابھی مسجد خالی ہے' پہلی صف میں جا کر ہم بیٹھ گئے' بلاوجہ اس ثواب سے اپنے آپ کو کیوں کھوئیں وہ جو مجھے لے کر آئے تھے' وہ میرے ساتھ نہیں بیٹھے۔ میں سمجھا کہ وہ جو ہمارے ہاں ایک مزاج ہے نا! کہ لوگ پہلی صف میں بیٹھتے ہوئے گھبراتے ہیں۔

اچھا!

اس سے گھبراتے ہیں کہ اس نے کہا: جی! میری ڈاڑھی نہیں ہے اور اسلام میں حکم یہ ہے کہ پہلی صف میں متقی' پرہیزگار لوگوں کو بٹھایا جائے' یہ تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ایک عادت سی بن جاتی ہے۔

میں نے کہا: جی! آپ آگے آئیے بلاوجہ اس کا ثواب ہاتھ سے کیوں کھوتے ہیں؟

کہا: مولانا! مسئلہ یہ ہے کہ میرا مکان سات لاکھ ڈالر کا نہیں ہے۔

ارے! میں آپ کو پہلی صف میں بلا رہا ہوں' آپ کا مکان جتنے لاکھ ڈالر کا بھی ہے' اس سے مجھے کیا لینا۔

اس نے کہا: اس مسجد کا یہ دستور اور قانون ہے کہ جتنا مہنگا مکان ہوتا ہے اس کے حساب سے وہ صفوں میں بیٹھ سکتا ہے' ورنہ بڑا ذلیل کر کے اس کو اٹھا دیا جاتا ہے' پہلی صف ان کے لیے ہے کہ جن کا مکان سات لاکھ ڈالر کا ہے' اس کے بعد جتنی مکان کی قیمت کم ہوتی ہے بندہ صفوں میں پیچھے آتا جاتا ہے۔

اب یہ جو جذبہ کہ مسجد اور امام باڑے کی پارکنگ میں قیمتی گاڑی کھڑی ہو تو ہم کو معاشرے میں عزت ملے گی' ہمارا مکان' چاہے ہماری ضرورت پچاس ہزار ڈالر کے مکان سے پوری ہو رہی ہو لیکن اس لیے سات لاکھ ڈالر کا مکان خریدنا ہے کہ اس کے بغیر مسجد میں بھی ہم کو عزت نہیں ملے گی۔ تو یہ جو جذبہ ہے نا! واقعاً انسان جب مال کی محبت کی جانب جاتا ہے تو اس لیے جاتا ہے' لیکن ذرا اتنا تو دیکھ لو کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت کس کی ہے؟

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (سورۂ مبارکہ حجرات: آیت ۱۳)

''جس کا تقویٰ سب سے زیادہ ہے' وہی اللہ کے نزدیک صاحبِ عزت ہے۔''

اسی لیے پہلی صف میں مستحب حکم یہ آیا' واجب تو اس میں بھی نہیں' مستحب حکم یہ آیا کہ صاحبانِ تقویٰ کو یہاں بٹھاؤ لیکن ہم تو مسجد تک میں اللہ کے حکم پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہیں تو ایسے لوگوں سے کیا توقع کی جائے کہ دفتر میں یا کاروبار کی جگہ پر یا

شادی بیاہ میں اللہ کے حکم پر عمل کریں گے۔ جو اللہ کے گھر میں اللہ کے حکم پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

بہر حال!

امام علیہ السلام نے اپنے بیعت نامے کے دوسرے حصے میں مال کی محبت کے حوالے سے پہلے پابندی لگائی اور اس کے بعد وہ حکم دیا جس کا مقصد فقط وہ حکم نہیں ہے بل کہ دل سے وہ جذبہ نکالنا ہے جو انسان کو مال کی طرف لے جاتا ہے۔

کہا: دیکھو! ریشمی کپڑے نہیں پہنو گے اور مٹی کے بنائے تکیہ کو اپنا بستر بنا کر اس پر گزارا کرو گے اور سنو! بہت ہی قلیل پر راضی ہو جاؤ گے۔

سارا مسئلہ یہی ہے معاشرے میں کہ یا تو شوق کی وجہ سے انسان دولت کی محبت میں مبتلا ہو کر پیغمبرؐ اسلام کی آواز بھی سننے کے باوجود مالِ غنیمت کے لیے دوڑ جاتا ہے اور یا پھر شوق اور دکھاوے کا جذبہ نہ بھی ہو۔

دیکھیے!

یہ جملہ یاد رکھیے گا اس لیے کہ کل رات کی مجلس کا آخری جملہ بھی یہی تھا۔ دو جملے کہے تھے ایک حجاب سے متعلق تھا اور دوسرا اسی بات سے متعلق۔

بہر حال!

تو دکھاوے کا جذبہ اگر نہ ہو تو مال کی کتنی ہی محبت ہو دل سے نکل جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ آدمی اپنی ضروریات کو بڑھا لیتا ہے۔

یَرضَونَ بِالقَلِیلِ

"امام علیہ السلام نے فرمایا: اپنے آپ کو کم پر راضی رکھو۔"

اپنی زندگی ایسی بنالو کہ خرچے ہی کم ہو جائیں۔

اب دیکھیے تیسری بات!

یہ ہے پل صراط۔

جب راوی نے ایک بار گھبرا کر عرض کیا تھا: مولاؑ! قیامت کے دن ہم پل صراط پر کیسے چلیں گے جو بال سے زیادہ باریک، تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور آگ سے زیادہ گرم ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تم قیامت کے بارے میں فکرمند ہو حالانکہ اس وقت بھی تو پل صراط پر کھڑے ہوئے ہو۔ اس کے بارے میں سوچ ہی نہیں رہے ہو۔

یہاں دنیا میں ہر ہر موقع پر انسان بال سے زیادہ باریک پل پر چلتا ہے، اب قیامت کے لیے ڈرتا اس لیے ہے کہ وہاں یہ ہے کہ اگر ذرا پاؤں پھسلا تو جہنم نظر آ رہی ہے لیکن یہاں فی الحال کوئی جہنم نظر نہیں آ رہی ورنہ صبح و شام پاؤں تو ہمارے بھی بار بار پھسل رہے ہیں اگرچہ اب وقت نہیں ہے لیکن شہزادی کونینؑ کی زندگی میں اور سیرت میں ساس اور بہو کا مسئلہ کراچی میں میں اکثر کہا کرتا تھا وہ پل صراط ہے۔

وہ نہ ساس کے لیے پل صراط ہے، نہ بہو کے لیے پل صراط ہے، وہ تو ایک دوسرے کو دھکا دے کر گرا ہی چکی ہیں، پل صراط تو ہے اس بے چارے مرد کے لیے کہ ایک طرف اس کی ماں ہے جس کا شرعی، قانونی، اخلاقی ہر اعتبار سے حق ہے اور دوسری جانب اس کی بیوی ہے کہ جس سے نکاح اس نے ایک معاہدہ اللہ کو اور رسولؐ

کو درمیان میں رکھ کر کیا ہے' اس کے لیے یہ پل صراط ہی ہے' جس میں کتنی دفعہ وہ نوجوان گرا کرتا ہے' اگر زیادہ ماں کی طرف جھک گیا تو وہ بھی حرام ہو جاتا ہے' اگر زیادہ بیوی کی طرف جھک گیا تو وہ بھی گناہِ کبیرہ بن جاتا ہے۔ [عاق والدین میں جا گرا]۔ یہ بھی ایک پل صراط ہے۔ اسی طرح سے جس عنوان پر میں ہوں یہ بھی ایک پل صراط ہے البتہ اس کی مصلحتیں اور فائدے آج کے سات' آٹھ منٹ کے بیان میں نہیں آ سکتے ہیں لیکن سمجھ دار لوگوں کے لیے اشارہ کافی ہے اور وہ یہ کہ اب جب امام علیہ السلام نے اس قدر سادگی' سادگی کی بات کی تو اس لیے بھی تا کہ دکھاوا ختم ہو' ضروریات کم ہوں' جب آدمی کو اتنے پیسوں کی ضرورت ہی نہیں ہے' پیسہ ذخیرہ کرنے کو ویسے امام علیہ السلام منع کر چکے ہیں' اب ضروریات ہی نہیں ہیں' لیکن یہاں ایک دوڑ ہے وہ یہ کہ یہاں پر ہرگز یہ نہ مانا جائے کہ گندگی اور خباثتِ ظاہری۔

ہیں تو میلے اور بدبودار کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں' نہ طہارت کا خیال ہے' نہ نظافت کا خیال ہے' نہ اپنے گھر کو ٹھیک ٹھاک رکھنے کا خیال ہے۔

دیکھیے!

یہ بھی بُری چیز ہے' اسلام کی بدترین تصویر ہے' بعض لوگ اسلام سمجھتے ہی اسے ہیں کہ ساری زندگی مثلاً داڑھی میں قینچی تک نہ لگے اور وہ اونچی شلوار پہنیں اور وہ گندے رہیں تو وہ جس اسلام کے تماشے بن کر دنیا کے سامنے آتے ہیں اس سے اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔

ایک ایسی قوم ہمارے ملک کے پڑوس میں گزر بھی چکی ہے تو ہم غیر مسلموں

کی بات کیا کریں۔ ہم تو مسلمان ہیں' ان کی شکل دیکھ کر' ان کے قریب سے پسینے کی بدبو دیکھ کر ایسی کراہیت اور نفرت ہوتی ہے۔

دیکھیے!

زیادہ امام علیہ السلام اگر قلیل' قلیل کی بات کریں اور زیادہ امام علیہ السلام اگر سادگی کی بات کریں تو سادگی کو لوگ گندگی نہ سمجھ لیں چناں چہ آخر میں پھر دو باتیں امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمائیں کہ دیکھو! اپنے آپ کو گندگی سے بچاؤ گے اور اپنے بدن پر عطر استعمال کرو گے تو یہ پل صراط ہے کہ اگر ذرا سا اس طرف کہا کہ زندگی کو ٹھیک ٹھاک کرنا ہے تو وہ آدمی سونے اور چاندی کے ذخیرے کی طرف چلا گیا اور اگر کہا کہ مٹی کا تکیہ بنا کر رہنا ہے تو آدمی اسلام کی ایک بھیانک اور خوف ناک تصویر بنانے چلا گیا۔

اس کے درمیان توازن نہیں ہے۔

بہرحال!

اصل عنوان یہ ہے کہ زمانے کے امام علیہ السلام نے اپنے لشکر والوں کو جو بیعت نامہ یا جو عہد نامہ دیا اس کی سب سے پہلی تیاری شہزادی کونین ؑ نے کروائی ہے۔

اب یہ مسئلہ جو ہے یعنی مال کی محبت کو دلوں سے نکالنا ہے اور سادہ طریقے سے زندگی گزارنے کا عادی بننا ہے خوشی کے ساتھ' صبر کا نام مجبوری ہے' صبر مجبوری کا دوسرا نام ہے اُردو میں ایک محاورہ بن گیا ہے' یہ تو کوئی صبر نہیں ہے' نہج البلاغہ کے آخر میں جو مولائے کائنات علیہ السلام کا کلام ہے اس میں ہے کہ بہت سے لوگ اس لیے متقی اور پرہیزگار بن جاتے ہیں کہ ان کو گناہ کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہی نہیں مل رہا' ایک

اندھا آدمی کہے کہ میں نے آج تک کسی حرام چیز پر نگاہ نہیں ڈالی اور بہرہ آدمی کہے کہ آج تک میں نے کبھی گانے وغیرہ کی آواز نہیں سنی۔ تو کیا یہ اس کا تقویٰ ہے یا یہ اس کی پرہیزگاری ہے؟!

جی نہیں! یہ تو اس کی مجبوری ہے۔

صبر اور مال اور دولت کی محبت دل سے نکالنا اس لیے نہ ہو کہ جی ہماری تو وہ حیثیت ہی نہیں ہے اس لیے کہ ہمارے پاس اتنے پیسے ہی نہیں ہیں' ہم نے کہا اِسلام کا لیبل (label) استعمال کرو۔

کہا: اللہ نے چوں کہ کہا ہے کہ وہ سادہ رہو اس لیے ہم سادہ رہ رہے ہیں۔

نہیں!

خوشی کے ساتھ۔

آیئے شہزادیِ کونین" کی زندگی کی طرف!

شہزادیِ کونین" کی زندگی میں آپ کو قدم قدم پر کیا اس کی مثالیں نہیں مل رہیں؟

شہزادیِ کونین" کی ساری زندگی خصوصیت کے ساتھ آخری نو (۹) سال جو شوہر کے گھر میں گزرے۔

دیکھیے!

عورت کا اصل امتحان شوہر کے گھر میں جا کر ہوتا ہے۔ باپ کے گھر میں جس طرح بھی اس کو رکھا جاتا ہے' وہ کسی طرح رہ ہی جاتی ہے۔

شوہر کے گھر میں شہزادیِ کونین" کے نو سال کیسے گزرے؟

اس مجمع کو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ اس وقت جو میں نے آپ کا اتنا وقت لیا' مال کی محبت بھی دل سے نکلے اور طہارت کا اعلیٰ معیار بھی گھر میں ہو' سادگی بھی ہو اور کسی قسم کا ذخیرہ بھی نہ ہو۔

ایک لفظ ذہن میں رکھیے گا!

وہ یہ کہ مال کا ذرا سا ذخیرہ نہ ہو۔

نہیں!

امام علیہ السلام نے کیا فرمایا؟

سونے چاندی کا ذخیرہ نہ ہو۔

یہ کس لیے کہا؟

یہ اس لیے کہا کہ ہم' ہماری عورتیں' ہمارے گھر شہزادی کونین ؑ کے معیار کو پہنچ ہی نہیں سکتے ہیں۔

میں اکثر ایک چھوٹا سا جملہ کہا کرتا ہوں کہ مولا علیہ السلام اور شہزادی ؑ اور معصومین علیہم السلام سو میں سو درجے پر رہ کر ہمیں ایک سیرت کا پہلو دیتے ہیں اور ہمیں یہ کہتے ہیں کہ تمھیں ایسا بننا ہی نہیں ہے' تمھیں تو سو میں تینتیس ہی پر رہنا ہے۔

شہزادی ؑ کا وہ حجاب ہوگا کہ تاریکی شب میں جنازہ ہے لیکن ہماری عورت کے لیے حجاب ہوگا کہ دن کی روشنی میں بھی چہرہ کھول کر گھر سے باہر نکل سکتی ہے البتہ وہ شرائط ذہن میں رکھتے ہوئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اب یہ سونے چاندی کا ذخیرہ نہ کرو' یہ ایک اشارہ ہے' اس کا

مطلب صرف سونا اور چاندی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ضروریات کے لیے جمع تو کرے گا مثلاً اولاد کی تعلیم کے لیے بیٹی کی شادی کے لیے اور آنے والے کسی بُرے وقت کے لیے۔

جس کے لیے لفظ سونا اور چاندی آیا لیکن اپنی سیرت میں نہیں چناں چہ مشہور واقعہ ہے اگرچہ لوگ اسے مختلف دلیلوں کے طور پر پڑھتے ہیں لیکن میں آج کے اس جملے کو دلیل کے طور پر پڑھ رہا ہوں کہ ہم سے یہ نہیں کہا جا رہا کہ ویسا بن جاؤ جیسا ہم بن رہے ہیں۔ ایسا تو تم بن ہی نہیں سکتے بلکہ بننے کی اگر کوشش بھی کرو گے تو غلطی اور حماقت کرو گے بجائے فائدے کے نقصان اُٹھاؤ گے۔

ایک عورت آتی ہے اور آنے کے بعد کہتی ہے: شہزادیؑ! مجھے ایک فقہی مسئلہ واجبات کا مسئلہ درپیش ہے جو آپ سے پوچھنا ہے وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہے تو آخر تمہارے گھر میں کتنا سونا چاندی ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہے؟

شہزادیؑ کا ایک جملہ!

یہ وہی بات ہے جو دو دن پہلے آپ نے سنی اور آج بھی سنیں گے کہ ہم سے یہ نہیں کہا جا رہا کہ بالکل ویسا اپنا گھر بناؤ جیسا شہزادیؑ کا تھا' تمہارے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔

یہ جملہ نہج البلاغہ میں میرے مولاؑ نے بھی استعمال کیا ہے کہ کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ تمہارے مولاؑ نے دنیا سے کیا لیا ہے؟

جو کی دو روٹیاں اور چادر کے دو ٹکڑے' تم یہ کر ہی نہیں سکتے۔

آگے اس کے بعد خود مولانا نے کہا کہ تم یہ کر ہی نہیں سکتے' کم سے کم اتنا خیال کرو کہ جتنا شریعت میں واجب اور حرام ہے۔ بس اس کا خیال کرلو۔

بہرحال!

اس عورت نے آکر سوال کیا کہ سونا اور چاندی کتنا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

فرمایا: پہلے یہ بتاؤ کہ یہ پوچھ کس کے لیے رہی ہو ہمارے لیے یا اپنے لیے؟

وہ عورت چکرا گئی' کیا شریعتیں دو ہیں؟ ایک ہی تو شریعت ہے' وہی ہمارے لیے اور وہی آپ کے لیے؟

فرمایا: نہیں۔

فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ اگر گھر میں بیس دینار یا دو سو درہم سے زیادہ ہو جائے تو زکوٰۃ دینی ہے اگر اس سے کم رہے تو زکوٰۃ نہیں ہے اور ہمارے لیے یہ ہے کہ دو سو یا بیس درہم گھر میں بچیں ہی کیوں کہ نوکوٰۃ پر بات آجائے۔

وہاں کا طریقہ تو یہ ہے کہ جس دن مدینے میں کوئی غریب غریب نہ رہا' ایک ہی دن تاریخ مدینہ میں آیا کہ جس دن مدینہ سے غربت ختم ہوگئی اور وہ غزوہ خیبر کے موقع پر مال غنیمت۔ اس دن اگر فاقے تھے تو ایک ہی گھر میں تھے نا! اور وہ شہزادی کونینؓ کا گھر تھا لیکن یہ فاقے کیوں تھے؟ یہ اس لیے نہیں تھے کہ رسولؐ نے مال غنیمت میں حصّہ نہیں دیا تھا بل کہ یہ تو اس لیے تھے کہ شہزادی کونینؓ کی دعا پوری ہوئی' جس وقت پہلے گھر میں پہلا صحابہ پہنچا تو پورے مدینے میں یہ خبر پھیل گئی جنگل

کی آگ کی طرح اب ہر عورت انتظار کر رہی ہے کہ میرا شوہر بھی گھر میں کیا کیا لے کر آ رہا ہے لیکن شہزادیٔ کونینؑ کی بے چینی اور بے قراری کچھ اور ہے اور جس وقت دیکھا کہ مولائے متقیان علیہ السلام خالی ہاتھ حجرے میں داخل ہو رہے ہیں تو شکر کے سجدے میں گر گئیں۔ یہ شکر کا سجدہ کس بات پر؟

شکر کا سجدہ اس بات پر کہ پروردگارا! میں ڈر رہی تھی کہ دولتِ دنیا آج میری دہلیز میں داخل نہ ہو جائے۔

کوئی بُری دولت ہے کیا؟

نہیں!

جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ مالِ غنیمت ہے جو مومن کے لیے اللہ کی طرف سے ایک اعزاز ہے' جو مومن کے لیے اللہ کی طرف سے ایک تحفہ ہے اس مالِ غنیمت کے حوالے سے شہزادیؑ پریشان ہیں۔

اب ایک جملہ ہے جو ایک عشرے کا عنوان ہے اور وہ ہے مومن کے گھر میں شیطان' حرام کے راستے سے داخل ہی نہیں ہو گا۔

یاد رکھیے!

وہ کبھی حرام کے راستے سے آپ کے گھر میں نہیں آئے گا' اسے پتا ہے کہ میں مومن کے گھر میں جا رہا ہوں' شیطان اتنا بے وقوف نہیں ہے' شیطان اتنا احمق نہیں ہے' وہ جب بھی مومن کے گھر میں آئے گا تو حلال کے راستے سے آئے گا' وہ حلال کے راستے سے داخل ہو گا پھر آہستہ آہستہ حلال کو حرام کی جانب لے جائے گا

چناں چہ جن لوگوں نے آج یہ عادت بنالی ہے کہ جب تک کہ دو چار ٹیکیاں شراب کی خالی نہ کریں اس وقت تک نہ ان کا کھانا ہضم ہوتا ہے اور نہ وہ کسی کام کے قابل ہوتے ہیں۔

ان سے پوچھیں کہ شراب شروع کیسے کی؟

وہ کہیں گے کہ پہلے تو شراب کا تصور بھی نہیں تھا' شراب شروع اس طرح ہوئی ہے کہ پہلی مرتبہ کسی شرابی کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئے۔

مسئلہ شرعی ہے' تمام مراجع عظام کا اتفاق ہے چاہے وہ آج حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی مدظلہ العالی اور حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی ہوں یا ان سے پہلے کے ہوں کہ شراب پینا تو کجا ایسے دسترخوان پر بیٹھنا بھی حرام ہے جہاں پر کسی اور کو شراب پیش کی جارہی ہو' اس لیے شیطان اس طرح سے داخل ہوتا ہے۔

اب دولت و دنیا بھی اس طرح سے شیطان نہیں لائے گا کہ چوری کروادی' ڈاکہ ڈلوادیا۔

نہیں!

وہ آئے گا حلال طریقے سے' جب ضرورت سے زیادہ دولت آگئی اور ذرا سا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانے کی عادت بن گئی اور کل یہ مال غنیمت نہ ملے گا تو پھر انسان چوری کے راستے پر جائے گا' چوری پہلے آل محمدؐ کے حق کیا کرے گا یعنی خمس دینے سے انکار کرے گا اور پھر یہ مرحلہ بڑھتا چلا جائے گا۔

تو شہزادیؑ!

دیکھیے!

یہ تیاری ہے امام زمانہ علیہ السلام کے لیے بھی اور یہ تیاری ہے قیامت کے لیے بھی۔

حضرت سیدہؑ گھبرا رہی ہیں کہ دولتِ دنیا میرے گھر میں نہ آ جائے لیکن پتا چلا کہ مولا علیہ السلام راستے میں یہ مالِ غنیمت غریبوں اور مستحقوں کو دے آئے ہیں اور مالِ غنیمت کی وجہ سے مدینہ میں کوئی غریب نہیں رہا۔ اگر کچھ غریب تھے تو مولائے کائنات علیہ السلام کا حصہ ان کو ملا اس لیے کوئی غریب نہ رہا لیکن فاقہ ہوا تو اس رات مدینہ میں فقط ایک گھر میں اور وہ شہزادیٔ کونینؑ کا گھر تھا' دولت کی محبت دلوں سے نکالی جا رہی ہے۔

یہاں پر سوال یہ پیدا ہو رہا ہے کہ اسلام کیا صرف فلسفیانہ گفتگو کرتا ہے' بہت ہی اعلیٰ معیار بتا دیا جو کسی کے لیے ممکن ہی نہ ہو آخر کس طرح سے دولتِ دنیا کی محبت دل سے نکلے' کوئی طریقہ بھی تو ہونا چاہیے ایسا؟

حکم دے دینا تو صحیح ہے' یہ ٹھیک ہے کہ دولتِ دنیا سے محبت نہ کرو لیکن اس کا طریقہ کیا ہے؟

دیکھیے!

میں نے دو دن پہلے ایک فارسی کے شعر کا خلاصہ پیش کیا تھا اور وہ یہ کہ پانی میں جا کر کہنا کہ گیلے نہ ہوں۔

پروردگارا یہ جو کہہ دے کہ دولتِ دنیا کی محبت دل سے نکلے تو کیسے نکلے؟!

آدمی کے لیے کشش ہے دولتِ دنیا میں؟

جیسے ایک سوال کسی نے کل کے حوالے سے کیا کہ مولانا! آپ نے تو کہہ دیا کہ ایسا نظام کہ نامحرم پر نگاہ بھی نہ ڈالو لیکن یہ جو چاروں طرف اس سوال کا جواب نامحرم گھومتی پھرتی ہیں تو ان کا کیا کریں؟

میں اس سوال کا جواب اُس مجلس میں دوں گا جس مجلس میں دوبارہ اتنا ہی مجمع آجائے گا جتنا کل تھا۔

بہرحال!

دولتِ دنیا کی محبت کیسے نکلے؟

اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے خاص ایک لباس اپنی ایک سہیلی کے پاس رکھوایا تھا کہ یہ امانت ہے اور کہا تھا کہ جب میری بیٹی کی شادی ہو تو اس کو یہ لباس پہنانا چناں چہ شہزادیِ کونین کی شادی شادی کے رُخصتی کے دن وہ سہیلی آتی ہے۔

اس نے کہا تھا: یہ حضرت خدیجہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کا تحفہ ہے ان کی وصیت تھی کہ یہ لباس میری بیٹی کے لیے ہے اور شادی کے دن ان کو پہنایا جائے۔

پیغمبرِ اسلام نے ویسے تو جہیز بہت ہی سادہ دیا تھا۔

بہرحال!

سہیلی نے وہ لباس دیا اور اسی لباس میں حضرت سیدہ کی رُخصتی ہوئی اور اگلی صبح کو اللہ کا رسول اپنی بیٹی کو اس گھر میں ملنے کے لیے آیا۔

کیا دیکھا؟

شادی کا لباس جو کل رخصتی کے وقت پہنایا گیا تھا اس کو ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے حضرت سیدہؑ کے پاس وہ لباس نہیں ہے بلکہ بی بیؑ اپنا وہی پرانا لباس پہنے ہوئے ہیں۔

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: بیٹی! وہ لباس کہاں گیا؟

کہا: بابا! وہ لباس چوں کہ قیمتی تھا اور میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس کو کسی اور تقریب میں پہنوں گھر میں پہنے کا کیا فائدہ اس لیے میں نے اس کو حفاظت سے رکھ دیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: بیٹی! حفاظت سے تو رکھا ہے لیکن ذرا لا کر تو دکھانا۔

حضرت سیدہؑ نے عرض کیا: بابا! وہ میرے پاس یہاں نہیں ہے وہ تو میں نے بڑی حفاظت سے رکھا ہے۔

فرمایا: بیٹی! کس کے پاس رکھا ہے؟

عرض کیا: جس وقت میں یہاں پر آئی تھی تو دروازے پر کوئی فقیر بھیک مانگ رہا تھا اور آپؐ کا یہ ارشاد ہے: جو کچھ انسان اس دنیا میں راہِ خدا میں دیتا ہے پروردگار اسی چیز کو بڑھا کر روزِ قیامت واپس دیتا ہے۔ اب وہ مانگ رہا ہے اس لیے ایک لباس تو اسے دینا ہے کیوں کہ میرے پاس دو لباس تھے ایک پرانا لباس ہے اور ایک وہ قیمتی اور نیا لباس ہے میں نے سوچا کہ قیامت کے دن اوّلین و آخرین کی ساری عورتوں کے سامنے مجھے جانا ہے اگر آج یہ قیمتی لباس میں پہنے رہوں تو کتنی

عورتیں مجھے دیکھیں گی' لیکن اگر یہی لباس میں قیامت کے دن پہن کر آؤں گی تو دنیا کی ساری عورتیں مجھے دیکھیں گی۔ اگر میں نے پرانا لباس دیا تو قیامت کے دن بھی لباس مجھے ملے گا' اگر قیمتی لباس دیا تو قیامت کے دن ایسا ہی ملے گا یہ سب کے سامنے پہن کر جاؤں گی اس لیے میں نے وہ قیمتی لباس دے دیا تو مال کی محبت سے نکلے کیسے؟

جب یہ یقین کامل پیدا ہو کہ جتنا دے رہے ہو راہِ خدا میں اس سے بڑھ کر قیامت کے دن مل رہا ہے (صلوٰۃ)۔

ذکرِ مصائب: شہادتِ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا

بہر حال!

امام علیہ السلام نے مال کی محبت نہ رکھنے کا وعدہ لیا کہ مال کی محبت کو دل سے نکالو اور مال کی محبت دل سے کیسے نکلتی ہے۔ شہزادیؑ نے اس کی ٹریننگ دلوائی' لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قیامت کے دن بھی یہ چیز پلٹ کر واپس ملے گی؟

یہ کس وقت آدمی کے دل میں خیال آئے گا؟

اسی کا ایک جزو ہے' شہزادیؑ کی ایک وصیت ہے جو آج کی رات مولا علیہ السلام کو کی گئی' جو میں نے پہلی مجلس میں بیان کی تھی کہ قیامت کا خوف دل میں پیدا ہو اور یہ احساس ہو کہ یہاں پر کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے' اصل ضرورت تو وہاں پر ہے۔

کب آدمی سمجھے گا؟!

جب اس کے دل میں خوفِ خدا اور خوفِ قیامت آئے' جب اس کو یہ احساس

ہو کہ وہاں اچھے حالات بھی ہو سکتے ہیں اور وہاں بُرے حالات بھی ہو سکتے ہیں۔

شہزادی کونینؑ نے آج کی رات مولاؑ کو بلا کر ایک وصیت یہ بھی کی تھی کہ اے ابوالحسنؑ! جب میں وفات پا جاؤں تو میرے کفن میں وہ شیشیاں بھی رکھ دینا جو فلاں الماری میں ہیں۔

یہ کون سی شیشیاں ہیں؟

فرمایا: اس میں وہ آنسو ہیں جو خوف خدا کی وجہ سے میری آنکھوں سے جاری ہوئے۔

شہزادیؑ کی آنکھوں سے جاری ہونے والے کچھ آنسو اپنے باباؐ کی جدائی کی وجہ سے ہیں کہ میرا باباؐ دنیا سے چلا گیا' کچھ آنسو اپنے بیٹے حسینؑ اور بیٹی زینبؑ کی وجہ سے ہیں اور کچھ آنسو خود پر ڈھائے جانے مظالم کی وجہ سے ہیں اور کچھ آنسو خوف خدا کی وجہ سے ہیں۔

بس عزادارو!

وہاں دو ہی آنسو تمہارے کام آئیں گے۔

ایک وہ آنسو جو خوف خدا سے تمہاری آنکھوں سے جاری ہوئے' دوسرے وہ جو رومال سیدہؑ میں جمع ہو کر شفاعت کا ذریعہ بنے۔

آج کی رات شہزادی کونینؑ نے یہ وصیت کی۔ آج کی رات وہ رات ہے کہ جس میں اگر آپ معصومین علیہم السلام کے حالات پڑھیں گے......

دیکھیے!

بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ہماری آپ کی زندگی میں بہت عام

ہوتی ہیں لیکن اگر وہ معصومؑ کی زندگی میں نظر آئیں تو سمجھ لیجیے گا کہ وہ قیامت ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر معصومؑ کی زندگی میں اگر کہیں آپ کو یہ جملہ نظر آیا کہ کسی معصومؑ یا معصومہؑ نے کوئی واجب نماز بیٹھ کر پڑھی ہے تو سمجھیے گا کہ یہ دن قیامت کا دن ہے کیوں کہ اپنی حالت کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو واجب نماز میں تو معصومؑ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر پاؤں سے تیر کھینچو تو بھی پتا نہیں چلتا۔

ارے!

اُمّ المصائبؑ اپنے مصائب کی انتہا پر پہنچ کر اگر ایک سنت نماز زندانِ شام میں بیٹھ کر پڑھ رہی ہیں تو حضرت سجادؑ ارشاد فرماتے ہیں: پھوپھی اماںؑ! یہ کون سا دن آ گیا کہ آپؑ نماز بیٹھ کر پڑھ رہی ہیں؟!

عزادارو!

آج کی رات وہ رات تھی کہ نمازِ مغرب اور عشاء میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بدن میں اتنی طاقت نہ رہی کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکیں۔

عزادارو!

اس سے پہلے بھی جو پچھتر دن گزرے یا پچانوے دن گزرے وہ جو کل آپ نے مصائب سنے تھے کہ دیوار اور دروازے کے درمیان دب کر زخمی ہونے والی زہراؑ جس کی پسلیاں اس صدمے سے ٹوٹ گئیں، جب روزانہ عام نمازوں (پنج گانہ نمازوں) کا وقت آتا ہے، وہ نمازیں بھی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لیے اتنی آسان نہیں ہیں، جب مصلے کی طرف جاتی ہیں تو ایک ہاتھ دیوار پر رکھتی ہیں، دوسرے ہاتھ سے اپنی ٹوٹی ہوئی پسلیوں کو سہارا دیتی ہیں، تب چل کر مصلے پر پہنچتی ہیں

لیکن آج کی رات تو ایسی رات آ گئی۔

ایک جملہ سن لو!

عزادارو!

چاہے دیوار پر ہاتھ رکھ کر جانا پڑے چاہے ٹوٹی ہوئی پسلیوں کو سنبھالتے ہوئے جانا پڑے لیکن سیرت سیدہؑ میں نماز کی پابندی آپ کو ضرور بالضرور نظر آئے گی۔

جو ٹوٹی ہوئی پسلیوں کو سنبھال کر نماز ادا کرے وہ اپنے چاہنے والوں کی نمازیں قضا ہوتی دیکھے تو اس بی بیؑ پر کیا قیامت گزرے گی۔

بس!

آج کی رات حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اتنی کم زور ہو چکی ہیں۔ یہ پچھتر یا پچانوے دن کے مسلسل مصائب کہ اب تو دیوار پر ہاتھ رکھ کر بھی چلنے کی طاقت نہ رہی اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنی زندگی کی یہ نماز بستر پر بیٹھ کر ادا کی' میرا مولا علیہ السلام یہ منظر دیکھ رہا ہے کہ آج زہراؑ اتنی کم زور ہے کہ نماز کے لیے بھی بدن میں طاقت نہیں کہ کھڑی ہو جائیں۔

عزادارو!

فجر کا وقت آیا' میرا مولاؑ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے گیا اور جب نماز کی تعقیبات سے فارغ ہو کر آیا تو عجیب منظر دیکھا کہ کل جس بی بیؑ کے بدن میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ تھی' وہ چکی پیس کر فارغ ہوئی ہے' گھر میں جھاڑو دینے لگی ہے' کھانا تیار کیا جا رہا ہے اور ایک طرف ڈھلے ہوئے لباس نظر آ رہے ہیں' مولا علیہ السلام یہ دیکھ کر گھبرا گئے کہ اتنی کم زور زہراؑ اور اس وقت اتنے مشکل کام

کر رہی ہے۔

گھبرا کر کہا: اے رسولؐ کی بیٹی! یہ سارے کام کس لیے؟!

فرمایا: یا ابوالحسن! فجر سے پہلے ایک لحہ میری آنکھ لگی تو میں نے خواب میں اپنے باباؐ کو دیکھا اور اکیلے نہیں دیکھا بلکہ باباؐ کے ساتھ میری ماں سیدہ خدیجہ طاہر سلام اللہ علیہا بھی تھیں، باباؐ کو دیکھتے ہی میں نے فریاد کی۔

عزادارو!

وہ فریاد مقتل میں نہیں لکھی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ بی بیؑ نے باباؐ کو دیکھتے ہی کہا ہوگا:

باباؐ!

صُبَّت عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَو اَنَّھَا
صُبَّت عَلَی الاَیَّامِ صِرنَ لَیَا لِیَا

"آپؐ کے بعد آپؐ کی بیٹی نے بڑی مصیبتیں برداشت کیں۔"

فرمایا: میرے باباؐ نے کہا ہے: بیٹی! آج ہم تجھے لینے آئے ہیں اسی لیے تیری ماں خدیجہؑ بھی آئی ہے ہمارے ساتھ چلنے کی تیاری کرو۔

میرے دل میں خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ میرے بعد لوگ میرا ماتم کرنے میں مصروف رہیں اور میرے حسنینؑ کا کسی کو خیال ہی نہ رہے اس لیے میں نے اپنے ہاتھوں سے ان کے کپڑے دھو دیئے اپنے ہاتھوں سے ان کے لیے کھانا تیار کیا۔

بس عزادارو!

اتنا سننا تھا کہ گھبرا کر اسماءؑ سے فرمایا: اسماء! یہ تو ایسا وقت ہے کہ حسنینؑ کو

یہاں ہونا چاہیے حسنینؑ کہاں ہیں؟

اسماؑ نے عرض کیا: مولاؑ! وہ تو نانا کی قبر پر سلام کرنے گئے ہیں۔

میرے مولا علیہ السلام حجرے کا دروازہ کھول کر باہر گئے اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے حجرے میں آ گئیں۔

آواز دی: اسماؑ! میں دروازہ بند کر رہی ہوں، خبردار! مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔

بس!

چادر کو اوڑھ کر لیٹ گئیں، حجرے کا دوسرا دروازہ کھلا، حسنؑ اور حسینؑ گھبرائے گھبرائے آئے، صحن خالی پایا۔

کہا: اسماؑ! ہماری ماں کہاں ہیں؟

اسماؑ نے کہا: بچو! تم تو روضۂ رسولؐ پر بیٹھتے ہو، آج فوراً کیوں آ گئے؟

کہا: جیسے ہی آج ہم نے ناناؐ کو سلام کیا، ناناؐ نے جواب دے کر کہا: حسنینؑ! آج یہاں بیٹھنے کا وقت نہیں ہے، آج تمھاری ماںؑ تمہیں چھوڑ کر دنیا سے جا رہی ہے جاؤ اپنی ماںؑ سے آخری ملاقات کر لو۔

کہا: ہمیں ناناؐ نے ہی بھجوایا ہے، مادرِ گرامیؑ کہاں ہیں؟

اسماؑ نے کہا: مجھے اجازت نہیں ہے لیکن شہزادوؑ! وہ حجرے میں ہیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام حجرے میں گئے، حضرت امام حسن علیہ السلام ماں کی پائنتی کی طرف بیٹھے اور حسینؑ ماں کے قریب آئے اور کہا: اماںؑ! اپنے حسینؑ کا سلام لو۔ کوئی جواب نہ آیا، دوبارہ کہا، سلام لو، جب اب بھی جواب نہ آیا تو ایک بار یہ کہہ کر سر پیٹا: اماںؑ! یہ کون سا دن آ گیا ہے کہ تیرا حسینؑ

سلام کرے اور تو حسینؑ کو جواب نہ دے۔

عزادارو!

حضرت امام حسین علیہ السلام غش کھا کر گر پڑے' اُدھر اسماءؑ نے دیکھا کہ حجرے کا دروازہ پھر کھلا اور میرے مولا علیہ السلام گھبرائے' گھبرائے آئے۔

اسماءؑ نے عرض کیا: مولاؑ! آپؑ پریشان کیوں ہیں؟

فرمایا: میں قبر رسولؐ پر گیا' رسولؐ اسلام کو آواز دی' رسولؐ اکرم کی آواز تو نہ آئی' جبرئیلؑ کی آواز آئی: اے ابوالحسنؑ! حسینؑ کے غش کھا کر گرنے سے یہاں زہراؑ غش کھا کر گر گئی ہیں اور زہراؑ کے غش کھا کر گرنے سے رسولؐ خدا غش کھا کر پڑے ہیں۔ ارے! جا کر حسینؑ کو تسلی اور دلاسہ دو۔

پھر فرمایا: حسینؑ کہاں؟!

اسماءؑ نے عرض کیا: حجرے میں ہیں۔

مولا علیہ السلام حجرے میں آئے' حسینؑ کو بیدار کیا۔

فرمایا: اے میرے بیٹو! باہر چلے جاؤ میں غسل میت دے لوں۔

عزادارو!

غسل میت شروع کیا تو میرے مولا علیہ السلام چیخ چیخ کر رونے لگے' تھوڑی دیر بعد دروازہ کھولا۔

فرمایا: بیٹا حسنؑ اور حسینؑ! ماںؑ کی آخری زیارت کر لو۔

تینوں بچے چلے مگر زینبؑ رُک گئیں۔

عرض کیا: بابا! آپؑ غسل دیتے وقت رونے کیوں لگے تھے؟!

فرمایا: زینبؑ بیٹی! جب میں نے پانی ڈالنا چاہا تو کمر پر کوڑے کا زخم اب تک تازہ نظر آ رہا تھا۔

عزادارو!

اُدھر حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فریاد کی: ہائے میری ماںؑ زخمی کمر کے ساتھ گئیں۔

شاید میرے مولا علیہ السلام نے کہا ہو: زینبؑ! تیری ماں نے تو ایک کوڑا کھایا ہے مگر بیٹی! تُو تو تمام راستےؑ کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام بازاروں اور درباروں میں کوڑے کھاتی جائے گی۔

عزادارو!

اُدھر پلٹ کر دیکھو کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ماں کی پائنتی کی طرف ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام ماں کے سرہانے ہیں لیکن اب کوئی بات نہیں کر رہے ایک بار آگے بڑھے ہاتھوں کا پیالہ بنایا ماںؑ کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا ماںؑ کے چہرے کو آخری مرتبہ دیکھا آسمان کو دیکھ کر ایک جملہ کہا:

وَا غُربَتَاہُ!

"ارے! میری ماں چلی گئی میں غریب الوطن ہو گیا میں اکیلا رہ گیا میں تنہا رہ گیا۔"

عزادارو!

روایات میں ہے کہ بند کفن ٹوٹے زہراؑ کے بازو باہر آئے حسینؑ کو سینے سے لگایا ارشاد فرمایا: میرے لالؑ! ماں تیری غربت کی فریاد نہیں سن سکتی ہے آ

میرے لالؑ! میرے سینے سے لپٹ جا۔

عزادارو آخری جملہ!

میں کہوں گا: اے شہزادی فاطمہؑ! آج تو مدینہ ہے' حجرے کی چھت ہے' مولا علیؑ جیسا بابا موجود ہے' حسنؑ جیسا بھائی موجود ہے لیکن آپؑ نے حسینؑ کے غریب الوطن ہونے کی فریاد برداشت نہ کی۔

بی بیؑ! ایک مرتبہ عصر عاشور میں آیئے' سہ پہر کا وقت' حسینؑ اکیلے رہ گئے' نہ علیؑ جیسا باپ ہے' نہ حسنؑ جیسا بھائی ہے' وہ دیکھیے میرا آقا حسینؑ ذوالجناح سے گرا۔

مگر عزادارو!

نہیں اٹھیں!

یہاں بھی زہراؑ آئیں' جلتی ریت پر بیٹھیں' آ میرے لالؑ! تیری ماں تجھے سہارا دے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

مجلسِ ہفتم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ تَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی وَ اتَّقُوۡنِ یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۹۷)

"اور (راستا کے لیے) زادِ راہ مہیا کر لو اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔"

قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡکَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡیَۃً اَفۡسَدُوۡہَا وَ جَعَلُوۡۤا اَعِزَّۃَ اَہۡلِہَاۤ اَذِلَّۃً ۚ وَ کَذٰلِکَ یَفۡعَلُوۡنَ (سورۂ مبارکہ نمل: آیت ۳۴)

"ملکہ نے کہا: بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی بستی میں (بزورِ فتح) داخل ہوتے ہیں تو اس کو اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں۔"

آغازِ تقریر میں یہ وضاحت کر دی جائے کہ آج کی رات شبِ تولد ہے یا شبِ ولادت ہے ہمارے چوتھے امام حضرت علی زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی (صلوات)۔

اگرچہ بہت سارے مومنین نے یہ دریافت کیا ہے کہ یہ کون سی روایت ہے لیکن خاصی مشہور روایت ہے اور خاصی معتبر روایت ہے یقیناً آج کل ماہِ شعبان میں

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے فوراً بعد ہی چوتھے امام علیہ السلام کی ولادت کی تاریخ منائی جاتی ہے لیکن برابر میں کتنی ہی اہمیت رکھنے والی یہ روایت بھی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت باسعادت پندرہ جمادی الاولیٰ کو ہوئی' کل چودہ جمادی الاولیٰ تھی اور آج پندرہ ہے۔

اچھا!

اب یہ ایک الگ بات ہے کہ جس امامِ معصوم علیہ السلام کی ولادت کا یہ دن ہے اس امامِ معصوم علیہ السلام کی زندگی کچھ اس انداز سے گزری کہ جشنِ ولادت میں بھی اس حوالے کے ساتھ کہ ساری زندگی کربلا کا ماتم کرتے رہے لیکن اس کے علاوہ بھی زندگی کے کچھ ایسے واقعات ہیں کہ جشنِ ولادت میں بھی وہ انداز پیدا نہیں ہو پاتا ہے البتہ چوں کہ ہماری اور آپ کی خوش قسمتی ہے کہ اُبھرتے ہوئے نوحہ خواں اور قصیدہ خواں محترم جناب شاہد بلتستانی صاحب آئے ہوئے ہیں' تو وہ جو میری تقریر میں ولادت کے حوالے سے ایک کمی آپ کو محسوس ہوگی وہ بعد میں ان قصیدوں کے ذریعے پوری ہو جائے گی۔

آئیے اب میں نفس کے موضوع پر اپنی بات کو شروع کروں اور گذشتہ دنوں میں مجھے یہ اندازہ ہوا کہ مجمع کے دو واضح حصے ہیں۔

ایک وہ حصہ ہے کہ جس نے اس روایت کو مجھ سے کئی بار سنا ہوا ہے جس روایت پر بنیاد رکھتے ہوئے یہ سلسلۂ مجالس آپ کے سامنے پیش کیا گیا چناں چہ ان کے لیے تو وہ سارے اشارے بھی کافی تھے بل کہ بعض لوگوں کو وہ اشارے بھی اس

لیے ذرا سا کھل رہے تھے یا زحمت والے بن رہے تھے کہ وہ روایت پوری ان کے ذہنوں میں محفوظ ہے اور وقت کی کمی کی وجہ سے وہ چاہتے تھے کہ اس کی جانب اشارہ بھی نہ کیا جائے بل کہ بس ہر ایک کے ذہن میں ہے تو یہ سوچ کر اس کے بعد سے بات شروع کی جائے۔

مجمع کا دوسرا حصّہ ایسا ہے کہ جو مسلسل گذشتہ مجالس سننے کے بعد بھی یہ طے نہیں کر پا رہا ہے کہ آخر یہ کون سی روایت ہے کہ جس کی بنیاد پر یہ ساری تقریر کی جا رہی ہیں۔ وقت زیادہ ہوتا تو میں اس روایت کو لفظ بہ لفظ پہلے پڑھ دیتا جیسا کہ میں نے تین سال پہلے کے عشروں میں پڑھا ہے اور پھر اس کے بعد اس روایت کے حوالے سے شہزادی کونینؑ کی سیرت کو اور انھوں نے جو ہمیں اور آپ کو تیار کیا ہے۔ وقت نہیں تھا اور شہادت کی مجلسوں میں مصائب کا بھی خیال کرنا پڑ رہا تھا تو آج میں ذرا سا صفر کے مرحلے سے بات شروع کر رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حوالے تو میں دوسری مجلس میں دے چکا ہوں کہ کن کتابوں میں یہ روایت ہے۔

خلاصہ اِس کا یہ ہے کہ جب ظہور ہوگا تو جتنے لوگ امام علیہ السلام کی پہلی آواز پر لبیک کہہ کر خدمتِ امامؑ میں آئیں گے ان کی مدد سے جو امام علیہ السلام اپنا پہلا جہاد شروع کریں گے تو وہ پہلا جہاد شروع کرنے سے پہلے ان تمام افراد سے ایک بیعت لی جائے گی، ایک عہدنامے پر گویا آج کل کی زبان کے حوالے سے دستخط کروائے جائیں گے لیکن اس سے مراد تین سو تیرہ نہیں ہیں، تین سو تیرہ کے علاوہ بھی قریب قریب دس ہزار کی تعداد کتابوں میں لکھی ہے جو امام علیہ السلام کے پہلے جہاد میں شامل

ہوں گے۔

یہ میں اب لیے کہہ رہا ہوں کہ اس کے بعد جیسے جیسے لشکر امامؑ خود امام علیہ السلام کی قیادت میں مختلف علاقوں میں جائے گا وہاں کے مومنین یا وہاں سے قریب رہنے والے مومنین اس لشکر امامؑ میں شامل ہوتے جائیں گے۔

یقیناً ہر چیز کی روایت میں وضاحت نہیں ہوتی یقیناً ان سب سے اس پر بھی بیعت لی جائے گی کہ پہلے تین سو تیرہ سے اس پر بیعت لی جا رہی ہے کہ جو سارے کے سارے منتخب بندے ہیں کہ جن کے بارے میں یہ احتمال ہی نہیں ہے جن سے یہ توقع ہی نہیں کی جا سکتی کہ وہ ان باتوں کی مخالفت کریں گے لیکن پھر بھی جو اُصول ہے اس اُصول کے تحت انھیں اپنی زبان سے یہ اقرار کرنا ہوگا وہ چھبیس باتیں ہیں لیکن سرسری طور پر اگر دیکھا جائے تو ان چھبیس باتوں میں کوئی ربط نظر نہیں آتا لیکن اگر غور سے اس روایت کا جائزہ لیا جائے تو وہ چھبیس باتیں تین حصوں میں تقسیم ہیں اور یہ تین کے تین حصے وہ تین خرابیاں ہیں جو ہر دور میں ان لوگوں کو پیش آتی ہیں کہ جنھیں اتفاق سے کسی علاقے میں کوئی نمایاں حیثیت حاصل ہو جاتی ہے یعنی یا وہ قوم کے لیڈر بن جاتے ہیں یا وقت کے حکم ران بن جاتے ہیں یا کسی طاقت ور لشکر کے سپاہ سالار بن جاتے ہیں تو وہ تین ایسی خرابیاں ہیں کہ جن کا سب سے زیادہ استعمال شیطان کرتا ہے ان لوگوں کو گم راہ کرنے کے لیے۔

دیکھیے!

شیطان کے پاس ہر آدمی کو گم راہ کرنے کا الگ راستا ہے' ان بچوں کو اگر

شیطان گم راہ کرے گا تو کسی اور طریقے سے کرے گا' عورتوں کو گم راہ کرے گا تو کسی اور طریقے سے کرے گا' غریب لوگوں کو گم راہ کرے گا تو اس کے پاس الگ طریقے ہیں اس کے پاس کوئی سیٹ فارمولا نہیں ہے۔

اب جو طاقت کی کسی منزل پر آ سکتے ہیں ان کو جو شیطان گم راہ کرتا ہے اس کے لیے تین خاص چیزیں ہیں اور وہ پچیس باتیں ان ہی تین باتوں کی طرف گھوم رہی ہیں۔

یہاں پر ایک بات میں اور کہہ دوں اور وہ یہ کہ اس دور اور اس زمانے میں' ابھی تو امام علیہ السلام نہیں آئے' ابھی تو یہ بیعت نامہ یا عہد نامہ نہیں لیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کسی کا سوال یہ ہو کہ پھر ہم اس پر اتنی زیادہ توجہ کیوں دیں' یہ تو بعد کی چیز ہے؟ خیر!

وہ بعد کی چیز ہمارے لیے تو نہیں ہے کیوں کہ ہم نے تو یہ دیکھا کہ بیعت نامہ یا عہد نامہ مولائے متقیان علیہ السلام نے پیش کیا ہے کہ جہاں پر امامت کی جو گیارہ منزلیں تھیں' وہ بھی نہیں آئی تھیں لیکن اس وقت سے تیاری شروع کرا دی گئی اور مولائے متقیان علیہ السلام نے تو عہد نامہ اپنے کوفہ کے قیام کے دوران میں پیش کیا' اس کی تیاری تو شہزادی کونینؑ نے پیغمبر اکرم کی حیات ہی میں کرا دی تھی' تو وہ چاہے ہم کو بہت دور کی چیز لگ رہی ہو:

إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا (سورۂ مبارکہ معارج: آیات ۶، ۷)

"وہ (قیامت) ان کی نگاہ میں بہت دور ہے اور ہماری نظر میں

نزدیک ہے۔"

قرآن کہتا ہے: یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ یہ بہت دُور کی بات ہے لیکن انھیں کیا معلوم کہ ہم دیکھ رہے ہیں یہ کتنا قریب آ چکا ہے۔

یہ اپنی جگہ ایک بات تو ہو سکتی ہے کہ جی ابھی تو ظہور امام علیہ السلام میں پتا نہیں کتنا عرصہ ہے لیکن ایک تیاری جو شہزادی کونینؑ نے کروائی جو اصل میں ہمارا عنوان ہے لیکن ایک ضمنی بات میں عرض کر دوں' یہ چھوٹی سی بات بھی اپنی جگہ ایک عشرے کا عنوان ہے وہ یہ کہ آج بھی' ابھی امام علیہ السلام نہیں آئے' ابھی دجال نہیں آیا اور ابھی وہ گم راہی وغیرہ کا ماحول نہیں بنا ہے لیکن آج بھی جو شیطانی طاقتیں اس دنیا میں ہیں اور جو مغربی کلچر ہمارے اوپر مسلط کیا جا رہا ہے وہ انھیں تین باتوں کے گرد گھوم رہا ہے۔ آج بھی یہ تین خرابیاں اسی طرح موجود ہیں بہ الفاظ دیگر شہزادی کونینؑ نے جو اپنے چاہنے والوں کو ظہور امام علیہ السلام کے لیے تیار کرایا وہ فقط ظہور امام علیہ السلام کے لیے نہیں ہے بل کہ جس دور میں مومن زندگی گزار رہا ہو خاص طور پر بیسویں اور اکیسویں صدی میں۔ آج دنیا میں جتنی خرابیاں ہیں ان کا خلاصہ تین جملے ہیں' پوری مغربی تہذیب کی بنیاد یہ تین جملے ہیں' آج کی ساری خرابیوں کی بنیاد یہ تین چیزیں ہیں باقی اس کے بعد جتنی خرابیاں نکلتی ہیں انھی کے ذریعے سے نکلتی ہیں۔ خاص طور پر آج میڈیا جس طریقے سے ہمیں اور آپ کو گم راہ کرتا ہے وہ تین ہی چیزیں ہیں:

① sex (جنس پرستی)

② wealth (دولت)

۳ power (طاقت)

یہ تین چیزیں ہیں۔

دولت کی محبت دلوں میں کس طرح پیدا کی گئی؟

جو کل کی تقریر کے آخر میں ایک جملہ آیا تھا' وہ اس طرح پیدا کی گئی کہ دولت کی محبت تو ہر دور میں تھی' آج ہماری ضروریات کو اتنا بڑھا دیا گیا ہے کہ جو پہلے عیاشی سمجھی جاتی تھی آج وہ ہماری ضرورت بن چکا ہے۔

میں حلال اور حرام کی بحث نہیں کر رہا ہوں!

جو ذہن بنا رہا ہے کہ اتنا ضروریات کو بڑھا دو کہ لامحالہ آدمی کو دولت کی جانب جانا پڑے پھر حلال طریقے سے نہ ملے تو حرام طریقے سے لے۔

دوسری بات!

آج جس طرف نگاہ ڈالیے ایسا لگتا ہے۔

یہ جو جملہ میں کہہ رہا ہوں اس کے پیچھے اتنی ساری باتیں ہیں لیکن ایک وقت نہیں ہے۔

دوسرا یہاں کے حالات کے پیش نظر مناسب بھی نہیں ہے۔

یہ ذہن میں رکھیے گا!

یہاں کے حالات میں مناسب بھی نہیں ہے کہ آج اس انداز سے ہمارے معاشروں نے ہمارے سماج سے باقاعدہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اپنی عورت کو آزاد کرو یہاں تک کہ دنیا کی تمام ترقی ہم کو اس وقت بتا دی جائے گی۔

میں بہت سوچ سمجھ کر الفاظ استعمال کر رہا ہوں کہ یہاں کے حالات میں بات بہت زیادہ کھلے بھی نہ اور پیغام بھی آپ تک پہنچ جائے۔

بھئی!

آپ اپنے ملک کا نظام دیکھ لیں' ہم اپنے ملک کا نظام دیکھتے ہیں جب کہ تم نے تو بنیاد ہی رکھی ہے اس بات پر کہ ہر آدمی اپنے کام سے کام رکھے۔ ایک دوسرے کے کام میں کسی کو مداخلت کا حق نہیں ہے' اسی بنیاد پر باپ بیٹے سے نہیں پوچھ سکتا' ماں بیٹی سے نہیں پوچھ سکتی ہے کہ بیٹی آج رات کہاں پر گزار کر آئی ہو؟

ارے!

شوہر بیوی سے نہیں پوچھ سکتا اور بیوی شوہر سے نہیں پوچھ سکتی ہے لیکن یہ تو ہو گیا انفرادی طور پر معاشرے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے محروم کرنے کا ایک بہانہ۔

دیکھیے!

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف ڈنڈے کے زور سے کروانے والی عبادت نہیں ہے جو اکثر لوگ سمجھتے ہیں' اس کی اپنی برکتیں اتنی زیادہ ہیں' اس کے اپنے فائدے اتنے زیادہ ہیں کہ کیا کہنا۔

دیکھیے!

بعض چیزیں ایسی ہیں...... یہ تو آپ کی سمجھ میں آ جائے گا کہ دعائے کمیل پڑھو تو برکتیں مل جائیں گی' حدیث کسا پڑھو تو برکتیں ملیں گی' تلاوت قرآن کرو تو

کتیں ملیں گی' نمازِ شب پڑھو تو برکتیں ملیں گی' جمعرات کا روزہ رکھو تو برکتیں ملیں گی' کر خدا کرو تو برکتیں ملیں گی لیکن کچھ ایسی چیزیں ہیں کہ ذہن اُدھر جاتے بھی نہیں ہیں اس لیے کہ وہ چیز ہمیں اتنی ڈراؤنی اور خوف ناک لگتی ہے' وہاں برکت کیا ہے' ان میں یک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی شامل ہے' اس کے ساتھ تو ایک ڈر اور خوف دل میں آتا ہے کہ جی ہم نے ڈاڑھی نہیں رکھی کوئی ہمیں امر بالمعروف کرے گا' عورت نے حجاب نہیں کیا تو کوئی اسے نہی عن المنکر کرے گا' اگر ہم حرام سے اپنے پ کو نہیں بچا پا رہے' ہمارے گھروں میں ڈش انٹینا ہے یا کیبل لگی ہوئی ہے اور ہم حرام پروگرام اور حرام آوازیں سن رہے ہیں تو امر بالمعروف ہو گا' تو یہ ڈراؤنی عبادت ہے۔

بہرحال!

آج جس امامِ معصوم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہے چلیں انھیں کی حدیث سن لیجیے تاکہ آپ کو اندازہ ہو کہ یہ برکتیں لانے والی عبادت ہے۔

یہ میرا چوتھا امامؑ جس کی ولادت باسعادت کی آج رات ہے' وہ یہ فرما رہا ہے:

اَلذُّنُوبُ الَّتِی الدُّعَا وَ تَرُدُّ الدُّعا وَ تُنزِلُ البَلَاءَ الرِّزق

"[تین] گناہ ایسے ہیں کہ جن کا نتیجہ یہ ہے کہ تمھاری روزی تنگ کر دی جاتی ہے' تمھاری دعا رد کر دی جاتی ہے اور تمھارے گھروں میں بلائیں نازل ہوتی ہیں۔"

ان میں سے جو پہلا گناہ امام علیہ السلام نے بتایا وہ یہ ہے:

تَرْكُ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

''تم لوگ امر بالمعروف نہیں کرتے ہو' تم لوگ نہی عن المنکر نہیں کرتے ہو۔''

گناہ گار تمہارے سامنے آتا ہے یا تم اس کی دولت سے ڈر جاتے ہو یا تم اپنی رشتہ داری سے گھبرا جاتے ہو' یا تم تعلقات کی وجہ سے گھبرا جاتے ہو یا اس کی غنڈہ گردی کی وجہ سے گھبرا جاتے ہو۔

آخری زمانے کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے:

اُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ

''اکرام اور عزت کی جائے گی ایک آدمی کی کہ لوگ اس کے شر سے ڈر رہے ہوں گے۔''

آج تک اکرام ہوتا تھا تقویٰ کی وجہ سے' عبادت کی وجہ سے' ایمان کی وجہ سے' بڑھاپے کی وجہ سے' علم کی وجہ سے۔

اچھا!

دنیاوی اعتبار سے بھی دیکھیں تو عزت اور اکرام ہوتا تھا اس اعتبار سے کہ پیسے والا ہے' اس اعتبار سے کہ معاشرے کا بڑا آدمی ہے۔ لیکن آخری زمانے میں اکرام اس لیے کیا جائے گا:

مَخَافَةَ شَرِّهٖ

لوگ اس کے شر سے ڈر رہے ہوں گے۔ اگر اسے عزت نہ دی تو یہ تو بے منہ

پھٹ آدمی' دو چار گالیاں سنا دے گا۔

اب ماحول جب ایسا بن جائے غنڈہ گردی کی وجہ سے' امر بالمعروف نہیں

کر رہے۔

اچھا!

ہمارے ہاں بھی عجیب بات ہے کہ جہاں کسی کے گھر میں کوئی پریشانی آئی'

اچھا' بھلا' لگا' لگایا روزگار چھوٹ گیا' ماشاء اللہ سارے گھر والے صحت مند تھے کہ

بیماری آ گئی تو فوری طور پر ذہن میں کیا خیال آئے گا؟

کوئی کالا جادو کر رہا ہے۔

اچھا!

اب جادو کس رنگ کا ہوتا ہے؟!

کالا کیا' پیلا کیا' نیلا کیا' لال کیا اور سفید کیا' یہ تو مجھے معلوم ہی نہیں ہے جادو

بہرحال جادو ہیں' جو سب کے سب حرام ہیں۔

کوئی ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔

اگر آپ ذرا سا اتنا کہہ دیا کہ ہاں بھئی! میں نے تمھارے لیے فال نکلوائی

تھی' کسی سے پوچھا تھا تو انھوں نے کہا کہ تمھارے رشتہ داروں میں کوئی ایسا ہے تو

ذہن میں فوراً ایک لسٹ آ جائے گی کہ ہاں فلاں ہی ایسا ہو گا۔

اگر فرض کریں کہ واقعتاً بھی آپ کے گھر سے کوئی ایسی چیز نکل آئی۔

بھئی!

بال ٹوٹتے گرتے رہتے ہیں، قرآن سے بال نکل آتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ کسی نے کالا جادو کرایا ہے، کوئی بچی آتی ہے اور گھر میں اپنی گڑیا بھول گئی تو کہتے ہیں کہ کسی نے یہ ہم پر جادو کرادیا ہے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: کالا، پیلا، نیلا، لال اور سفید جادو چھوڑو، اگر تم اس لیے پریشان ہو کہ تمھارے گھر میں بلا کیوں نازل ہو رہی ہے، تمھارا روزگار کیوں بند ہو گیا ہے، تمھاری دعا کیوں رد کر دی گئی ہے؟ اِدھر اُدھر ڈھونڈنے کی اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کسی اور نے کالا جادو نہیں کرایا بلکہ تم نے اپنے آپ پر کالا جادو کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ترک امر بالمعروف اور ترک نہی عن المنکر کر دیا ہے۔

بہر حال!

اب یہ دو عمل ایسے ہیں جو بظاہر بڑے سختی والے لگتے ہیں لیکن یہ برکتیں لانے والا عمل ہے اور امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کے ترک کرنے سے تین خرابیاں آتی ہیں۔

جملے کا مفہوم کیا ہے؟

یہ تو منطوق ہے نا! لیکن اس کا مفہوم کیا ہے؟

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو یہ عبادت انجام دے گا تو اب اس کی روزی بھی کھلے گی، اب اس کی دعائیں بھی قبول ہوں گی اور اب اس کا گھر بلاؤں سے محفوظ بھی رہے گا۔

چلیں اس سے بھی آگے بڑھیے!

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھی زیادہ سخت چیز کیا ہے؟

معتبر ترین حدیث رسولؐ ہے اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نزدیک یہ حدیث ثابت ہے لیکن بہت سے مومنین ایسے ہیں جن کے ذہن اُدھر جائیں گے۔

بھئی! دیکھیں!

جب بارش نازل ہوتی ہے تو یہ بارش اپنے ساتھ رحمت لے کر آتی ہے' جو لوگ سائنس ذرا زیادہ پڑھ لیتے ہیں تو ان کی سمجھ میں یہ چیز نہیں آتی' لیکن بارش ان چیزوں میں سے ایک ہے جو رحمت خداوندی لاتی ہیں مثل کہ جس وقت بارش ہوتی ہے تو حدیث میں ہے کہ وہ قبولیت دعا کا اہم ترین وقت ہے۔

اچھا!

اب مجھے یہ جملہ کہنا اس لیے نہیں چاہیے کہ میں اس موضوع پر بات نہیں کر رہا' لیکن جس امامِ معصوم علیہ السلام کی ولادت کا جشن ہم منا رہے ہیں اس کی زندگی کا عزاداری کے علاوہ دوسرا اہم ترین حوالہ دعا اور صحیفۂ کاملہ ہے۔

قبولیت دعا کا اہم ترین موقع۔

کہا: جہاں خانۂ خدا کی زیارت کرو' پہلی نگاہ جب پڑے تو دعا قبول ہے اور جب بارش نازل ہونا شروع ہو اور پہلے قطرے زمین پر آ کر گریں تو یہ قبولیت دعا کا وقت ہے کیوں کہ اللہ اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے تو رحمتیں اس طرح سے برسنے لگتی ہیں۔

یہ بارش جس کا پہلا قطرہ زمین سے ٹکرایا تو اپنے ساتھ رحمتیں اور برکتیں لے

کر آیا۔

اللہ کا رسولؐ ارشاد فرماتا ہے کہ جس وقت اسلام کی کسی حد پر عمل ہوتا ہے یا اسلامی سزا کسی گناہ گار کو دی جاتی ہے تو اس وقت اللہ کی اتنی برکتیں نازل ہوتی ہیں کہ چالیس دن اگر یہ بارش نازل ہو وہ اتنی برکتیں لے کر نہیں آئے گی جو ایک مجرم کی سزا سے حاصل ہوتی ہے۔

دیکھیے!

یہ ہے برکت۔

اب یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ تلاوت قرآن کرو تو برکت ہوگی اور نماز شب پڑھو تو برکت ہوگی لیکن امر بالمعروف کرو تب بھی برکت ہوگی' نہی عن المنکر کرو تب بھی برکت ہوگی۔

اب خلاصہ یہ ہوا کہ آج کی دنیا پہلا مطالبہ ہم سے یہ کرتی ہے کہ دیکھیے ایک طرف کہتی ہے کہ کوئی کسی کے معاملے میں دخل نہ دے شوہر کو کیا حق ہے کہ وہ اپنی بیوی سے پوچھے کہ تمھارے اس کمرے سے کون نکل رہا ہے۔

جو آج کی مغربی دنیا ہے اس کا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ بیوی اپنے کمرے میں اتنی خود مختار ہے کہ اس کا شوہر بھی اس سے پوچھے بغیر نہیں آ سکتا۔ اس سے یہ نہیں پوچھ سکتا کہ رات تم نے کہاں گزاری ہے لیکن یہ نظریہ اتنا پھیلا دیا گیا کہ جس کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو بہت بڑا جرم قرار پایا لیکن دوسری جانب' جب ہماری بات تھی تو ہم سے یہ کہا گیا' جب اپنی بات تھی تو ہم نے یہ کہا کہ آپ اپنے

ملک میں جو نظام چاہیں رائج کریں' چلیں ہم آپ کے معاملے میں دخل نہیں دیتے' آج ہم سب سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

لفظ "ہم" سے میں آپ کو سمجھا نہیں پا رہا ہوں کہ کون ہیں اس سے مراد صرف ہم نہیں بلکہ جتنے اسلامی ممالک ہیں' ان سب سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اپنی عورت کو آزاد کرو۔

اچھا!

کیسے آزاد کریں؟

ہم نے کون سا قید کر کے رکھا ہوا ہے؟!

آزادی کسے کہتے ہیں؟!

کہا: یہ آزادی نہیں ہے بلکہ آزادی تو اس بات کو کہتے ہیں کہ عورتیں ننگی گھومیں' آزادی اس بات کو کہتے ہیں کہ آدھی قمیض پہنیں' آزادی اس بات کو کہتے ہیں کہ وہ جب چاہیں اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے بہت سارے boy friends رکھ لیں۔ کہتے ہیں کہ یہ والی آزادی اس کو عطا کرو۔

آزادی کا ایک جملہ یہ ہے' باقاعدہ یہ مطالبے ہیں' اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کمیٹی یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ عورت کو قید کیا جاتا ہے۔

کس مفہوم میں؟

جس میں مزید مطالبہ یہ آ گیا کہ بھئی مرد مرد سے شادی کر رہا ہے آپ کون ہیں بولنے والے؟ عورت عورت سے شادی کر رہی ہے آپ کون ہیں بولنے والے؟

اچھا!

ہم نے کہا کہ ہم نہیں بولتے' آپ کے ملک میں ہے تو ٹھیک ہے جو مرضی کریں لیکن آپ ہمارے ملک میں اس کو زبردستی کیوں لے کر آتے ہیں؟

کہا: اس لیے کہ آپ نے عورتوں کو قید کر کے رکھا ہے' ہم ان کو آزادی دلوانے آرہے ہیں۔

کتنی ہی باتیں ہیں جو میں کہنا نہیں چاہتا البتہ اگر مجمع سن رہا ہو اور حالات سامنے ہوں تو سمجھ میں آجائے۔

یہ نہیں ہے کہ شہزادی کونین ؑ نے حجاب کے حوالے سے ایک ماحول ہم کو بنا کر دیا' اس کی ضرورت ہم کو صرف ظہور امام علیہ السلام کے بعد پڑے گی۔

نہیں!

ظہور امام علیہ السلام سے پہلے کا کم سے کم یہ زمانہ جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں' ہو سکتا ہے کہ ہمارے دادا کا زمانہ نہ ہو ایسا لیکن کم سے کم یہ زمانہ' آج ہم کو نہیں پتا کہ آج ۲۰۰۶ ہجری کے کتنے عرصے کے بعد امام علیہ السلام آئیں گے۔

آج کل ایک نیا طریقہ یہ بھی نکلا ہے' کیوں کہ میں نے پورا سلسلہ مجلس اسی عنوان سے پڑھا تھا جس کا ایک جملہ کہہ جاؤں جو آج کل میں اکثر کہہ رہا ہوں' وہ یہ کہ آج کل ایک نیا طریقہ نکلا ہے وہ یہ کہ ظہور امام علیہ السلام کی کوئی ایک نشانی پوری ہو گئی تو اس انداز سے تاثر دیا جاتا ہے جیسے بس اب امام علیہ السلام آنے ہی والے ہیں بلکہ اس انداز سے بھی اس بات کو بڑھا دیا جاتا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ آپ امام بارگاہ کے

دروازے سے باہر جائیں گے تو امام علیہ السلام وہاں پر کھڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ مقصد ہی نہیں ہے ظہور امام علیہ السلام کی نشانیوں کا چناں چہ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ یہ زمانہ جو ظہور کے قریب ہے۔

نہیں!

ظہور کے قریب ہو یا نہ ہو یہ ایک الگ بحث ہے لیکن یہ زمانہ اس وقت جو زمانہ چل رہا ہے اس میں شہزادی کونین کی وہ تیاری جس کا تعلق عورتوں کی آزادی اور مردوں کی آزادی سے ہے۔

یہ جو عورت کو اتنا آزاد کیا گیا تو مرد کے حوالے سے بات کہی گئی کہ باپ کو کیا حق ہے اپنے بیٹے سے یہ پوچھنے کا کہ جس لڑکی کے ساتھ تم گھوم رہے تھے یہ کون ہے۔

یہ پہلی چیز ہے جس پر آج کے معاشرے کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس کے ذریعے سے ہمارے بچوں اور نوجوانوں کو بہکایا جا رہا ہے۔

اچھا!

یہ صرف میں محاورتاً کہتا ہوں بزرگوں کے احترام کی وجہ سے ورنہ بہت سارے بزرگ بھی اس لپیٹ میں آئے ہوئے ہیں اور اس کی مثال آپ کو ملے گی اُن گھروں میں جہاں باپ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ بیٹھ کر انڈین ٹیلی ویژن کے وہ ڈرامے دیکھتا ہے جو آج سے بیس سال پہلے شاید کوئی نوجوان تنہائی میں دیکھنے سے بھی شرماتا ہو۔

بہر حال!

بات بہت پھیل رہی ہے لیکن یہ بات اس لیے میں نے بیان کی کہ تصور یہ نہ رہے کہ شہزادی کونین نے جو تیاری کروائی ہے اس کی ضرورت فقط ظہور کے بعد پڑے گی۔

بھئی!

ظہور کے بعد تو پڑے ہی گی لیکن آج کا زمانہ اس میں اس چیز کی بہت ضرورت ہے۔

دوسری چیز آج کے زمانے میں یہی wealth ہے' یہی دولت ہے' اس انداز سے ٹیلی ویژن نے اور میڈیا نے ان چیزوں کو ہماری ضرورت بنا دیا ہے کہ اب مجبور ہو کر ہمارے پاؤں جو چادر سے نکل گئے ہیں اس لیے ہمیں چادر کو کھینچ کر بڑا کرنا پڑ رہا ہے اور حلال طریقے سے یہ چادر بڑی تو نہیں ہو رہی ہے تو اس میں حرام کا پیوند لگانا پڑ رہا ہے تا کہ جہاں تک ہمارے پاؤں جا رہے چادر کو ہم وہاں تک پہنچا ئیں۔

شہزادی کونین نے یہ تیاری جو کروائی تھی جس کا خلاصہ کل آ گیا اور تیسری اور آخری چیز جو آج شروع ہوئی ہے۔

بہر حال!

تیسری چیز!

وہ تیسری چیز یقیناً سب سے زیادہ لشکروں کا مسئلہ ہوتا ہے' سب سے زیادہ جو خطرناک چیز ہے جو سب سے زیادہ لشکروں ہی کے لیے ہوتی ہے وہ ہے طاقت'

انگریزی کا محاورہ ہے کہ طاقت آدمی کو کرپٹ کرتی ہے اور سب سے زیادہ سب سے زیادہ کرپشن کو لے کر آتی ہے تو جو سب سے زیادہ طاقت ہے وہ ہے لشکر امامؑ کے پاس جنھیں شکست نہیں ہونی، جن کے مقدر میں فتح اور نصرت لکھی ہی گئی؛ اتنی طاقت ان کے پاس ہے اور وہ جن علاقوں میں جا رہے ہیں۔

بہت پہلے شیخ سعدیؒ کا ایک شعر تھا "گلستان" میں کہ بادشاہوں کا عجیب طریقہ ہوتا ہے کبھی ان کو گالی دے دو تو وہ خوش ہو کر انعام دیتے ہیں اور اگر جھک کر سلام کرو تو اس پر ناراض ہو کر انسان کو کوڑوں سے پٹوا دیتے ہیں۔

یہ کیا چیز ہے کہ گالیوں سے خوش ہو کر کبھی منہ موتیوں سے بھر دینا اور جھک کر سلام کرو تو اس بات پر ناراض ہو جانا؟!

یہ طاقت کا مظاہرہ ہی تو ہے، طاقت ور کا ذہن ہی کچھ اور ہوتا ہے، اس کے سوچنے کا انداز ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

لشکر امامؑ کو تو ایک طاقت ملنے والی ہے اور یہ بتا دیا جائے کہ ہم نے تاریخ میں فرعون، نمرود اور شداد جیسے طاقت ور لوگوں کو دیکھا ہے اور اس کے بعد بھی آج تک کی تاریخ بھری پڑی ہے کہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی طاقت ور رہا ہے کہ اس طرح سے وہ بات کرتا ہے کہ اس کا دماغ عرشِ الٰہی پر نظر آتا ہے اور ہم اور آپ سمجھتے ہیں کہ کتنا بدترین اور ظالم تھا یہ چنگیز خان یا ہلاکو خان یا فلاں۔

نہیں!

اگر ہم کو اپنی طاقت مل جاتی تو ہم شاید ان سے بھی بدتر ثابت ہوتے، ہمیں

معلوم ہی نہیں ہے نا! کہ ایک چیز جو ہمیں ملی ہی نہیں ہے، ہمیں کیا پتا چلے، تبھی ہم حیران تو ہوتے ہیں کہ یہ طاقت پا کر ان کا دماغ خراب کیوں ہوتا ہے، ہمیں طاقت ملے تو شاید ہمارا دماغ ان سے زیادہ خراب ہو گا اور یہ جملہ بھی امامِ معصوم علیہ السلام ہی کا ہے، ان الفاظ کے ساتھ نہیں بل کہ دوسرے الفاظ کے ساتھ۔

جب لوگوں نے عرض کیا: مولاؑ! ہم بنو عباس کا ساتھ دے دیں، وہ بنو اُمیہ کو اقتدار سے ہٹانے کے لیے ایک تحریک چلا رہے ہیں، وہ مظلوموں کے حامی بننا چاہتے ہیں اور ظالموں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب انھیں طاقت ملے گی تو یہ ان سے بھی زیادہ بدتر ثابت ہوں گے۔

یہ جو ایک اُصول امام علیہ السلام نے بتایا تھا، اس کو ایک مصرعے میں اس طرح سمجھا سکتا جا سکتا ہے:

ع خدا جب حُسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے

ہمیں معلوم ہی نہیں ہے کہ طاقت ملنے کے بعد دماغ کس طرح خراب ہوتا ہے۔ لشکرِ امامؑ کو طاقت ملے گی تو ان کو بھی اندازہ نہیں ہو گا کیوں کہ جس وقت امام علیہ السلام ان سے بیعت لے رہے ہوں گے اس وقت تک ان کو طاقت نہیں ملی ہو گی اس وقت تک تو وہ مظلوم ہوں گے اس لیے کہ ظہورِ امام علیہ السلام ہو گا ہی اس وقت جب دنیا بھر میں شیعیانِ حیدرِ کرارؑ مظلوم بنا دیے جائیں گے، تو ان کو اندازہ بھی نہیں ہو گا کہ یہ کتنی اہم بات کا ہم سے وعدہ لیا جا رہا ہے، وہ یہی سوچ رہے ہوں گے کہ ہمیں

طاقت ملے گی، ہم جن علاقوں میں جائیں گے وہاں جا کر ظالموں کا خاتمہ کریں گے، مظلوموں کا ساتھ دیں گے، لیکن درحقیقت خود ہی ویسے ہو جائیں گے۔

ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد

"جو بھی نمک کی کان میں جاتا ہے وہ خود بھی نمک ہو جاتا ہے۔"

یہ جو ہم اپنے ملکوں میں دیکھتے رہتے ہیں کہ اقتدار میں آنے سے پہلے کیا حالت ہوتی ہے اور کرسی پر بیٹھنے کے بعد کیا حالت ہوتی ہے، یہ وہ چیز ہے جو امام علیہ السلام ہمیں اس بیعت نامے کے ذریعے سمجھا رہے ہیں، اس میں تین چیزوں کا تعلق حجاب سے ہے، دس چیزوں کا تعلق دولت کی محبت سے ہے لیکن بارہ چیزوں کا تعلق طاقت سے ہے۔ سب سے بڑا خطرہ طاقت ہے، دماغ خراب ہونے کے امکانات۔

شہزادی کونین کی زندگی میں آپ کو اس کی مثال ملے گی لیکن اس سے پہلے کہ میں شہزادی کونین کی زندگی کی جانب جاؤں۔

بہرحال!

ابھی میں نے ایک جملہ چار پانچ مرتبہ دہرایا اور وہ جملہ یہ تھا کہ جب طاقت نہیں ہمارے پاس تو ہمیں نہیں پتا کہ دماغ کیسے خراب ہوتا ہے، دماغ ملے گا تو پتا چلے گا۔

یہ بھی جملہ غلط ہے!

بھئی!

ہر آدمی کو آج کچھ نہ کچھ طاقت تو ملی ہے نا! جتنی طاقت ملی ہے اس اعتبار

سے اس کو دیکھ لیجیے' دولت والے کو دولت کی طاقت ملی ہے کیسا اس کا دماغ خراب ہو گیا کل تک جو آپ کے قدموں پر جھکنے کو تیار تھا آج وہ آپ کے سلام کا جواب دینے کو تیار نہیں ہے۔ اس لیے کہ طاقت آ چکی ہے چاہے آپ اس کے سگے بھائی ہی کیوں نہ ہوں اور یہ بہت بڑا مسئلہ ہے چناں چہ لشکر امام بھیجا جا رہا ہے۔

دیکھیے!

عورت کے مسئلے اور دولت کے مسئلے سے بڑھ کر ہے طاقت کا مسئلہ۔ ایک عجیب نشہ ہوتا ہے طاقت میں۔

اس کا اندازہ ہی وہ آدمی نہیں کر سکتا جس کو طاقت نہ ملی ہو لیکن اس طاقت کے سارے مسئلے کا خلاصہ کیا ہے؟

اس کا خلاصہ یہی تو ہے نا! کہ جب آدمی کو طاقت ملی تو اس سے برداشت نہیں ہو رہا' وہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے ہی رہے گا۔

آج دنیا کے بعض ممالک میں چھوٹے چھوٹے آفیسرز کو کچھ ایسے اختیارات دے دیے گئے ہیں جو پہلے انھوں نے کبھی سوچے بھی نہیں تھے' تو اب وہ اپنی طاقت کا بے جا استعمال کرتے ہیں۔

بہر حال!

سیرت سیدہؑ اس مرحلے پر بھی رہ نما ہے کہ جہاں شوہر بیوی اور بیوی شوہر کو دبانے کی کوشش کرے اور اس مرحلے پر بھی مشعل راہ ہے کہ جب امامِ زمانہ علیہ السلام آنے کے بعد اپنے چاہنے والوں کو اتنی طاقت عطا کریں گے کہ حقیقت میں چاہنے

والے کرامات دکھانے لگیں گے یعنی جو کہیں گے وہ ہو جائے گا' اس وقت ضرورت ہے کہ سیرت سیدہؑ کو سامنے رکھا جائے۔ طاقت ہو اور آدمی اسے استعمال نہ کرے' یہ آسان بات نہیں ہوتی۔

اب سنیے نا وہی بات!

پہلو پہ کوڑا پڑا' کیا شہزادیؑ بے بس اور لاچار تھیں؟ گھر کا دروازہ جلا تو کیا مجبوری کی وجہ سے جلا؟

مجبوری کا دوسرا نام صبر ہے' یہ کل دولت کی وجہ سے آیا تھا لیکن کہیں طاقت کے حوالے سے بھی آیا ہے' ظالم ظلم کر رہا ہے' ہم خاموش بیٹھے ہیں۔ ہم اس لیے خاموش ہیں' جواب نہیں دے سکے' اگر جواب دینے کی طاقت ہوتی تو یقیناً اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے مگر یہ سیرت سیدہؑ نہیں ہے' یہ امام علیہ السلام کا بیعت نامہ نہیں ہے۔

وہاں کیا ہے؟

اتنے مظالم ہوئے اور اس پر ہوئے جو محض ایک اشارہ کر دے تو ان میں سے کوئی زندہ نہ رہے۔

اچھا!

اب کسی کے ذہن میں یہ خیال نہ آنے پائے کہ جی آپ لوگ تو شہزادیؑ کے فضائل کو ماننے والے ہیں۔ آپ جو چاہیں کہہ دیں' ہم نہیں مانتے کہ اتنی طاقت ہو۔

دیکھیے!

بعض اوقات اہل بیت علیہم السلام کو مختصر سا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے ان چیزوں کا'

تاکہ یہ پتا چلے کہ مجبوری کا نام صبر نہیں ہے جیسے وہ دولت......

دیکھیے!

بہت مشہور روایت تھی اس لیے کل میں نے اسے نہیں پڑھا اور آج بھی نہیں

پڑھ رہا ہوں۔

تو دولت۔

دیکھیے!

اہل بیت علیہم السلام کے گھروں میں مجبوری کے فاقے نہیں تھے۔

حضرت فضہؓ کے ذہن میں خیال آیا تو مولا علی علیہ السلام نے سونے کا دریا جاری کر

کے دکھایا تاکہ معلوم ہو کہ مجبوری کی وجہ سے ہم فاقے کر رہے ہیں۔

ذہن میں ایک ایک مثال آتی ہے کیوں کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے' ایک سے

ایک منھ پھٹ دشمن اہل بیتؑ دنیا میں پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے ظہور امام علیہ السلام

تک تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ جی یہ تو آپ لوگ عقیدہ بنا کر رکھتے ہیں لیکن ہم نہیں مانتے

بل کہ ہم تو کہتے ہیں کہ جیسے ایک عام عورت پر مظالم ہوئے ویسے ہی اُن پر ہوئے۔

شہزادی کونینؑ نے جو ایک لمحے کے لیے گھر کے حجرے میں بال کھول کر

صرف اتنا کہا تھا کہ چھوڑو ابوالحسنؑ کو ورنہ میں فریاد کروں گی بارگاہ الٰہی میں اور مسجد

نبویؐ کی دیواریں اپنی جگہ سے بلند ہو گئی تھیں اور مولا علیہ السلام نے کہا تھا: سلمانؓ! جا کر

شہزادیؑ کو یہ پیغام دے دو۔

ایسا نہیں تھا کہ شہزادیؑ کا صبر جو تھا وہ (نعوذباللہ) جواب دے گیا بلکہ شہزادیؑ تو اس کائنات کی سب سے بڑی صابرہ ہیں۔

دیکھیے!

میں تو ڈر رہا ہوں کہ کہیں توہین نہ ہو جائے!

بہرحال!

مولاؑ جو ان مظالم سے گزر رہے ہیں اور اتنا صبر کر رہے ہیں کہ ان کو یہ بات پسند نہ آئی کہ مسجد نبویؐ کی دیواریں بلند ہو جائیں۔

صرف مسجد نبویؐ کی دیواریں بلند نہیں ہوئیں بلکہ مدینہ میں آندھیاں چلنے لگیں' آسمان سیاہ ہونے لگا' سورج کو گہن لگنے لگا' قیامت کے سارے آثار پیدا ہو گئے تو یا مولاؑ صبر کی وجہ سے یہ نہیں چاہتے کہ یہ چیزیں ہوں۔ شہزادیؑ کا صبر مولاؑ کے صبر سے کم نہیں ہے' تو اب شہزادیؑ نے بال اس لیے نہیں کھولے کہ واقعاً شہزادیؑ کا صبر جواب دے گیا اور وہ یہ چاہتی ہیں کہ مدینہ میں قیامت آ جائے (معاذاللہ) یہ صرف اس لیے کیا کہ بعد میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ جی آپ کہتے ہیں کہ زہراؑ کے پاس طاقت تھی پھر صبر کیا لیکن ہم تو کہتے ہیں کہ کیا صبر کیا' کوئی طاقت ہی نہ تھی (معاذاللہ)۔

طاقت دکھا دی کہ اس وقت زہراؑ کی فریاد میں اتنی طاقت ہے کہ ابھی ابھی قیامت برپا ہو سکتی ہے جو پروردگار نے روز ازل سے پتا نہیں کب کے لیے لکھی تھی تو طاقت دکھا دی لیکن طاقت دکھا کر صبر کیا۔ وہ جو ایک مسئلہ ہے کہ آدمی کے پاس جب

طاقت آتی ہے تو آدمی اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہے۔

سیرتِ سیدہؑ نے بتایا کہ نہ تم پر اتنے مظالم کبھی ہوئے ہوں گے اور نہ ہی تمہارے پاس اتنی طاقت ہوگی جو زہراؑ کے پاس تھی لیکن وہاں دیکھو کہ اتنے مظالم کے باوجود بھی اور اتنی طاقت رکھتے ہوئے بھی کس طرح صبر کا مظاہرہ کیا۔

بہرحال!

اتنا صبر اتنے مظالم ہونے کے بعد اور اتنی طاقت رکھنے کے بعد اتنا اپنے آپ پر کنٹرول کرنا یہ تربیت ہو رہی ہے ہماری اور آپ کی کہ جب کبھی اللہ تمہیں صاحبِ طاقت بنا دے چاہے اپنے گھر کی چاردیواری میں، چاہے کسی دفتر کی سربراہی کی شکل میں اور چاہے امامِ زمانہؑ کے لشکر میں شامل ہونے کی وجہ سے تو سیرتِ سیدہؑ کے اس پہلو کو ذہن میں رکھنا۔

ذکرِ مصائب: حضرت زہراؑ کی ٹوٹی ہوئی پسلیاں اور محسنؑ کا شہید ہونا

اب آیئے!

سیرتِ زہراؑ میں اس طاقت کی سب سے نمایاں مثال آپ کو کہاں نظر آئے گی کہ طاقت ساری ہے اور مظالم بھی ایسے ہو رہے ہیں اور پھر بھی کنٹرول ہو رہا ہے تو وہ ہے میرا چوتھا امامؑ۔ دادیؑ اور پوتےؑ کے حالات میں اتنی مماثلت ہے؟!

میں نے گذشتہ مجالس کے مصائب کی گفتگو میں دو یا تین جملے عرض کیے تھے لیکن یہ محض دو جملے نہیں ہیں بلکہ یہ کہیے کہ اس کا سب سے اہم جملہ بھی آنے والے کل شبِ جمعہ کی تقریر کے آخری جملے میں بنے گا لیکن جو دو جملے کہے تھے کہ ہم

نے جوانی میں بوڑھا ہوتے ہوئے یا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا یا حضرت سجاد علیہ السلام کو دیکھا۔ مصائب میں ایک دن یہ جملہ آیا تھا اور اس کے علاوہ ایک اور جملہ بھی آیا تھا کہ جب سے دنیا بنی ہے ازل سے لے کر قیامت تک اس امام علیہ السلام نے کہ جس کا لقب ہی صادقؑ ہے یہ فرمایا: رونے والے تو پانچ گزرے ہیں اور ان میں بھی چوتھا اور پانچواں باقی تین سے زیادہ ہے ایک اپنی دادیؑ کا نام لیا اور ایک میرے چوتھے امام علیہ السلام کا نام لیا' تو ان دونوں کو ملا دیا کہ نہ ان سے بڑا رونے والا کوئی گزرا ہے۔

اب دونوں کے حالات بہت مشابہ ہیں اور انہی میں سے ایک چیز جو میرے اصل موضوع کا جزو ہے وہ یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہمیں نظر آئیں کہ پہلو کا کوڑا' ٹوٹی ہوئی پسلیاں' محسنؑ کی شہادت' گھر کا جلا ہوا دروازہ' مولا علیہ السلام کے گلے میں رسّی اور سب سے بڑھ کر کچھ لوگوں کا حضرت سیدہؑ سے اتنا کہنا کہ ہمیں تمہاری بات پر یقین نہیں ہے (معاذ اللہ)۔

سامعین!

کوڑے سے بڑا یہ زخم ہے ٹوٹی ہوئی پسلیاں' پسلیوں سے بڑی یہ مصیبت ہے' حضرت محسنؑ کی شہادت اور حضرت محسنؑ کی شہادت سے بڑا امتحان ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جیسی معصومہ کو وہ کہا جائے جو جملہ ان کی شان کے خلاف ہو۔

وہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جو آیت تطہیر میں حدیث کسا کے اندر مرکز عصمت وطہارت بنی ہیں' ان سب کے باوجود حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے

طاقت رکھتے ہوئے اپنے آپ پر کنٹرول کیا۔ دوسری مثال آپ کو سید سجاد علیہ السلام کی ملے گی' پورے سلسلۂ معصومین علیہم السلام میں ہر امامؑ صابر ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے زمانے میں صبر کا مظاہرہ کیا' مولا علیہ السلام کا صبر کچھ کم نہیں ہے لیکن اتنے بھرپور طریقے سے بی بیؑ نے اور چوتھے امام علیہ السلام نے صبر کا مظاہرہ کیا۔

دوسری مثال کہاں ملتی ہے؟!

میرے چوتھے امام علیہ السلام کے پاس ملتی ہے۔

اتنے مصائب حضرت سجاد علیہ السلام پر ڈھائے گئے شاید وہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے مصائب سے بھی بڑے ہو گئے ہوں' جتنے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے مصائب تھے یہ پھیلا دیے جائیں تو حضرت سجاد علیہ السلام کے مصائب بنتے ہیں۔

حضرت سجاد علیہ السلام نے تو وہ مناظر دیکھے ہیں جو میرے مظلوم آقا حسین علیہ السلام نے بھی نہ دیکھے اپنی ظاہری زندگی میں' ورنہ نوکِ نیزہ پر کٹا ہوا سر ان تمام مناظر کو دیکھ رہا تھا' تو حضرت سجاد علیہ السلام اتنے بڑے امتحان سے گزرے۔

کیا بے بس تھے؟!

کیا بے کس تھے؟!

کیا لاچار تھے؟!

کیا طاقت نہیں تھی؟!

کیا کمزوری تھی؟!

کیا مجبوری تھی؟!

نہیں!

وہ امامِ وقتؑ ہیں، وہ امامِ معصوم علیہ السلام ہیں، وہ ساری طاقتیں رکھتے ہیں جو ان کے دادا مشکل کشاؑ کے پاس ہیں، وہ ساری طاقتیں رکھتے ہیں جو ان کی دادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے پاس ہیں۔ ایک لفظ اگر ابھی اپنی زبان پر لے آئیں تو یہ نظامِ کائنات تباہ ہو جائے۔

کہاں یزید، کہاں پسرِ سعد، کہاں ابن زیاد اور کہاں شمر لیکن اللہ رے مظاہرۂ صبرِ سجادؑ۔

آپ لفظ صبر تو سنتے ہیں لیکن صبر کا مفہوم سمجھیے۔

بہت چھوٹی مثال اب میں نہیں لانا چاہتا ہوں ورنہ توہین ہو جائے گی کہ گھر میں بھی صبر کرنا سیکھیے لیکن وہ صبر جس کا مطلب ہے کہ طاقت ہے مگر پھر بھی کنٹرول کیا جائے۔ یہ یا تو آپ کو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ہاں نظر آئے گا یا حضرت سجاد علیہ السلام کے ہاں نظر آئے گا۔

وہ حضرت سجاد علیہ السلام جو سب سے زیادہ امامِ زمانہ علیہ السلام کو یاد کر رہے تھے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے تیاری شروع کروائی اور سید سجاد علیہ السلام نے اس تیاری کو منزلِ کمال تک پہنچا دیا لیکن سب سے زیادہ حضرت سجاد علیہ السلام ہی نے امامِ زمانہ علیہ السلام کو یاد کیا کہ میرے باباؑ کے خون کا بدلہ لینے والا میرا وارث ہے اور وہاں تربیت دے رہے ہیں کہ طاقت کے بعد کس طرح اپنے آپ پر کنٹرول کیا جاتا ہے۔

یہاں پر ایک سوال ہے!

دیکھیے!

میں نے تین باتیں عرض کی ہیں نا!

ابھی تک کی دونوں باتیں جو آئیں ان دونوں میں میں نے ایک جملہ کہا تھا وہ یہ کہ کہہ دینا تو آسان ہے لیکن اس کا طریقہ کیا ہے کہ دولت کی محبت دل سے نکلے؟

اس کا طریقہ آ گیا۔

کہہ دینا تو آسان ہے کہ sex کی جانب نہ جاؤ لیکن اس کا طریقہ کیا ہے؟

وہ طریقہ آ گیا۔

اب یہاں پر یہ بات کہہ دینا تو آسان ہے کہ طاقت ہے، مصیبتیں بھی آ رہی ہیں تم جواب دے سکتے ہو اور جواب نہ دو، کہہ دینا تو آسان ہے کہ یہ کرو لیکن کیسے؟ آخر کیا چیز ہے جو آدمی کو اس کی تربیت دیتی ہے؟

حضرت سجاد علیہ السلام کی زندگی کا ایک مختصر سا واقعہ!

ایسا واقعہ کہ جو سرسری طور پر دیکھنے میں تو توہین آمیز لگتا ہے لیکن چونکہ یہ درس و تدریس کی منزل ہے درس و تدریس کی منزل میں اسی انداز کے جملے آتے ہیں اور ویسے حقیقت معرفت میں بھی یہی جملے ہیں۔

وہ کیا جملہ ہے؟!

کیسے آدمی کے دل میں وہ جذبہ آ جائے کہ وہ طاقت رکھے سامنے ظلم ہو رہے ہوں اور وہ اپنے آپ پر کنٹرول کرے؟!

کیسے یہ چیز انسان کی فطرت میں داخل کی جائے؟

اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور ان تینوں کا خلاصہ یہی بات ہے وہ یہ کہ گھر میں آگ لگ گئی، کائنات کی تاریخ میں سب سے زیادہ جس آدمی کو اللہ کی طرف سے excuse مل جانا چاہیے تھا عبادتوں کا۔ کہ بھئی! اگر تم نے کچھ نمازیں چھوڑ دیں اور اگر تم نے کچھ عبادت کم کر دی تو عام آدمی تو نہیں ہو تمھارے لیے کوئی بات نہیں۔ اس لیے کہ ان منازل مصائب سے حضرت سجاد علیہ السلام گزرے تھے کہ وہاں پر اگر (نعوذباللہ) کہہ دیں کہ میرے پاس نماز پڑھنے کے لیے وقت کہاں یا میرے پاس نماز پڑھنے کے لیے ہوش وحواس کہاں (نعوذباللہ)۔

حضرت سجاد علیہ السلام اگر یہ جملہ کہہ بھی دیں تو دنیا قبول کرلے گی۔

شامِ غریباں کے وقت اٹھارہ لاشے گھر کے ہیں، بہتر (۷۲) لاشے اپنے بابا کے اصحاب باوفا کے ہیں، سارے گھر کی عورتیں بغیر مقنع و چادر کے ہیں، خیمے جلے ہوئے ہیں، اس حالت میں بھی اِدھر وقتِ مغرب آتا ہے تو پہلا کام حضرتِ سجاد علیہ السلام نے یہ کیا کربلا کی اس ریت پر جو اب تک جل رہی ہے، ابھی رات نہیں گزری، جلتی ریت ہے۔

پہلا کام یہ کیا کہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" کہتے ہوئے اپنی پیشانی کو سجدے میں رکھ دیا لیکن حضرت سجاد علیہ السلام کا ماننے والا کس جرأت کے ساتھ نماز قضا کر دیتا ہے اور وہ کربلا کی نماز حضرت سجاد علیہ السلام کو سید الساجدینؑ اور زین العابدینؑ کے القاب دلوا رہی ہے۔ اس کا سلسلہ وہاں تک پہنچا کہ گھر میں آگ لگ گئی، سارا گھر گھبرا کر فریاد کرتا ہوا، روتا ہوا کمروں سے نکل آیا، غلام جلدی جلدی پانی لائے،

آگ بجھائی گئی۔

واقعہ بہت مشہور ہے لیکن بات وہی ہے کہ جس نکتے پر ساری گفتگو ہوئی اس کا ایک پہلو بیان کرتا ہے۔

جس وقت آگ بجھائی گئی اور اب لوگ گھر میں داخل ہوئے تو ایک عجیب منظر دیکھا کہ چوتھے امام علیہ السلام نماز میں مصروف کھڑے ہیں' سب دیکھ کر حیران ہو گئے۔

اچھا!

اسی پر تو حیران تھے لیکن آنے والے جملے نے تو اور حیران کر دیا کہ نماز ختم کر کے میرے چوتھے امام علیہ السلام نے چاروں طرف دیکھا تو جلی ہوئی دیوار' جلے ہوئے دروازے' جلی ہوئی کھڑکیاں ہیں۔

فرمایا: یہ کیا ہوا ہے؟! کیا گھر میں آگ لگ گئی تھی؟

اب تو اور حیرت ہو گی۔

گھبرا کر کہا: فرزند رسولؐ! اتنی زبردست آگ' ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ آپؑ آگ دیکھ رہے لیکن آپؑ نماز توڑ سکتے تھے مگر آپؑ کا جملہ تو یہ بتا رہا ہے کہ آپؑ کو تو احساس بھی نہ ہوا کہ آگ لگی' اتنی زبردست آگ اور اس آگ کا احساس تک آپؑ کے دل سے نکل گیا' آخر کیوں؟!

فرمایا: قیامت کی آگ کے خوف کی وجہ سے۔

کیا چیز ہے جو آدمی کو طاقت رکھنے کے باوجود اپنے آپ پر کنٹرول کرنا سکھاتی ہے؟

وہ ہے آخرت کا خوف' قیامت کا خوف اس دن اللہ کی بارگاہ میں ایک ایک

عمل کا جواب دینا ہے۔

سیرتِ سجاد علیہ السلام کہ جہاں اپنی دادیؑ کے ہی اسی پیغام کو مزید آگے بڑھایا گیا کہ طاقت رکھتے ہوئے صبر کرنا مجھ سے سیکھو اور اگر تم یہ پوچھو کہ مولاؑ! آپؑ تو معصوم ہیں، ہم غیر معصوم ہیں، ہم میں یہ جذبہ کیسے پیدا ہو؟

جب تک آخرت اور قیامت تمہارے ذہنوں میں واضح رہے گی اس وقت تک تمہیں یہ یاد رہے گا کہ طاقت کے باوجود صبر کس طرح کیا جاتا ہے؟! سارے لوگوں کو عیاشیوں میں دیکھنے کے باوجود دولت کے جذبے پر کنٹرول کس طرح کیا جاتا ہے اور چاروں طرف بے ہودہ لباس میں گھومنے والی عورتوں کو دیکھنے کے باوجود اپنے نفس کو پاکیزہ کیسے رکھا جا سکتا ہے؟!

جب تک تمہیں آخرت یاد ہے، جب تک تمہیں قیامت یاد ہے اور جب تک تمہیں آگ یاد ہے۔ خاص لفظ ''آگ'' اس روایت کا جملہ ہے۔

اب یہ دوسری بات ہے کہ صحیفۂ کاملہ کو دیکھ لیجیے کہ جہاں ایسے ایسے جملے زبان پر آ رہے ہیں کہ ہم نہ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ صحیفۂ کاملہ کمزور روایت ہے اور نہ ہی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرتِ سجاد علیہ السلام غیر معصوم تھے اس لیے وہ یہ جملے کہہ رہے تھے۔ اُدھر عصمت وطہارت ہے اِدھر صحیفۂ کاملہ ہے۔

لوگوں نے دیکھا میرے مولا علیہ السلام کو روتے ہوئے لیکن یہ رونا ذرا مختلف تھا۔

گھبرا کر عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! یہ کس طرح کا رونا ہے؟

فرمایا: یہ رونا میں رو رہا ہوں اپنی قبر کی تنگی اور تاریکی کو یاد کر کے۔

نہ صحیفۂ کاملہ کو غلط کہہ سکتے ہیں جس میں یہ روایت ہے، نہ میرے امام علیہ السلام کی

عصمت پر ایک لمحے کے لیے شک کر سکتے ہیں تو یہی بات تو آخر میں نتیجتاً نکلتی ہے کہ یہ اپنے لیے نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ہمارے لیے کہہ رہے ہیں' اسی قیامت اور قبر کو واضح کر رہے ہیں کہ وہ اگر یاد آ جائے تو پھر نہ sex کی پروا ہو گی' نہ wealth کی پروا ہو گی اور نہ power کی پروا ہو گی۔

اگر وہ یاد رہے تو پھر لشکر امامؑ کا سب سے بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا' کسی بھی علاقے میں جائیں' نہ وہاں کی عورت پر نگاہ ڈالیں گے' نہ وہاں کی دولت پر نگاہ ڈالیں گے اور نہ اپنی طاقت کا غلط استعمال کریں گے۔

یہ میرے مظلوم امام علیہ السلام نے صحیفۂ کاملہ کے ذریعے امامِ زمانہ علیہ السلام کے لشکر کو عجیب پیغام دیا۔

وہ میرا مظلوم آقا' آج چودہ جمادی الاولیٰ کو اس دنیا میں آیا۔

اب آخری جملہ!

وہ یہ کہ پہلا جملہ میں نے کہا کہ شہزادیٔ کونینؑ نے سب سے زیادہ تیاری کروائی زمانے کے امام علیہ السلام کی۔

دوسرا جملہ!

چہاردہ معصومین علیہم السلام میں سب سے زیادہ امامِ زمانہ علیہ السلام کے حالات سے زیادہ مشابہ حالات چوتھے امام علیہ السلام کے ہیں۔

شہزادیٔ کونینؑ نے کیا تیاری کروائی؟!

اس کی دلیل میں نے گذشتہ مجالس میں پیش کی۔

سب سے زیادہ میرا چوتھا امام علیہ السلام' امامِ زمانہ علیہ السلام کے حالات سے مشابہ ہے۔

اس کی دلیل کیا ہے؟

مثلاً بھی اگر تاریخ میں یہ پڑھو کہ امام زمانہ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت سیدہ ملیکہ خاتون سلام اللہ علیہا کس طرح سے اہل کتاب میں سے اسلام میں آئیں، کس طرح سے ان کی شادی خواب میں معصومین علیہم السلام نے کروائی۔ گیارھویں امام علیہ السلام نے کس طرح سے وہ وہاں روم سے سامرا پہنچائی گئیں۔ ایک بہت عجیب واقعہ ہے لیکن جب آپ اپنے ذہن کو دوڑائیے تو تاریخ عصمت و طہارت میں صرف ایک امام علیہ السلام اور نظر آئے گا جس کی والدہ محترمہ کے حالات بھی بالکل ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح سے ایک علاقے کی شہزادی تھیں۔ یہ روم کی شہزادی تھیں تو وہ ایران کی شہزادی تھیں، کس طرح سے ان کے خواب میں بھی پیغمبر اسلام اور شہزادی کونینؑ تشریف لائے اور کس طرح انھیں بھی خواب میں اُن کا شوہر یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام دکھایا گیا اور کس طرح جب انھوں نے فریاد کی کہ میں کس طرح اپنے شوہر تک آؤں میں ایران میں رہنے والی، وہ مدینہ میں رہنے والے؟!

شہزادیؑ نے ایک رات پہلے آ کر کہا تھا کہ کل تجھے کنیز بنایا جائے گا گھبرانا نہیں، اس کنیزی کو قبول کرنا یہ کنیزی نہیں ہو گی، یہ مدینہ میں تیرے پہنچنے کا انتظام ہو گا۔

جس طرح حضرت ملیکہ خاتون سلام اللہ علیہا کا واقعہ چل رہا ہے وہ تو بعد میں چلا، اس سے پہلے حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا کا واقعہ، ایران کی شہزادی کا واقعہ رات کو خواب میں آ کر شہزادی کا آ کر ان کو کلمہ اسلام پڑھانا، رات کو خواب میں آ کر شہزادی کا انھیں ان کے شوہر سے متعارف کرانا، پھر ان کا اگلے دن قیدی بن کر

مدینہ آنا اور مدینہ میں آنے کے بعد وہاں پر جس امام علیہ السلام نے نرجس خاتون سلام اللہ علیہا کا نکاح کیا تھا اس کا نام بھی علیؑ تھا اگرچہ وہ امام علی نقیؑ تھے اور یہاں پر بھی حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا کا استقبال جس امام علیہ السلام نے کیا وہ بھی علیؑ ہے علیؑ ابن ابی طالبؑ اور کس طرح سے پھر کاشانہ علیؑ ابن ابی طالبؑ میں آئی ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ محترمہ بن کر میرے مولا علی علیہ السلام کی بہو قرار پائیں اور چودہ جمادی الاولیٰ کو اُن ہی کے یہاں میرا یہ چوتھا امام علیہ السلام اس دنیا میں ظاہری طور پر تشریف لایا کہ جس کی ولادت کا جشن اس انداز سے منایا گیا کہ اس کی دادیؑ تو دنیا میں نہ تھی اور شاید چوتھے امام علیہ السلام کی وجہ سے دادیؑ کا نہ ہونا ہی مناسب لگ رہا ہے اس لیے یہ دادیؑ اور پوتےؑ کا رشتہ وہ ہے کہ جس میں کسی جشن کی گنجائش نہیں ہے یہ تو ماتم کے لیے بنائے گئے ہیں' یہ دونوں صفِ عزا پر بیٹھنے کے لیے بنائے گئے ہیں لیکن دادا مشکل کشاؑ تھا اور اس نے آ کر اپنے اس پوتےؑ کو لیا' اپنا نام اس کو عطا کیا کہ میں علیؑ ہوں تو یہ بھی علیؑ ہے اور ایک بار ایک جملہ یہ کہا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم لوگ نہیں دیکھ رہے اس لیے میری آنکھوں کے آنسوؤں پر تعجب نہ کرنا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

مجلسِ ہشتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورۂ مبارکہ فاطر: آیت ۲۸)

"اس کے بندوں میں خدا کا خوف کرنے والے تو بس علما ہیں۔"

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۹۷)

"اور (راستا کے لیے) زادِ راہ مہیا کر لو اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔"

اصل میں یہ سلسلہ شہزادیِ کونینؑ کی شہادت کے حوالے سے قائم ہوا اور پھر کل کی رات اور آج کا دن میرے مظلوم آقاؑ کی ولادت کا دن ہے' اب ایک مختصر سی بات میں اور عرض کر دوں' وہ یہ کہ شاید آج کی تقریر میں ذرا سی آپ کو ان دونوں مناسبتوں سے ہٹ کر گفتگو نظر آئے گی' تھوڑا سا ذکر حضرت سرکار ابوالفضل العباس علم دار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہوگا' اس کی دو وجوہات ہیں۔

ایک تو ہے کہ یہاں کی انتظامیہ نے بہت ہی اچھا یہ قدم اُٹھایا کہ چوں کہ یہ سال حضرت عباسؑ کی ولادت کا چودہ سو سالہ سال ہے۔

۲۶ ہجری میں شہر مدینہ منورہ میں حضرت عباسؑ کی ولادت باسعادت ہوئی

ہے اور اب ۱۴۲۶ ہجری ہے، ٹھیک چودہ سو سال گزرے ہیں، اس سے پہلے ہمارے یہاں بڑے بھرپور طریقے سے مولائے متقیان علیہ السلام کا چودہ سو سالہ جشن منایا گیا لیکن وہ تو اُس وقت کی بات ہے کہ جس وقت آپ میں سے اکثر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے (قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ یہ سن اس وقت کا ہے جب قبلہ نے یہ مجالس پڑھی تھیں۔ از مرتب)۔

شہزادیٔ کونینؑ کے چودہ سو سال ہوئے تھے، سرکار سید الشہداؑ اور پھر حضرت زینبِ کبریٰ سلام اللہ علیہا، ان ساری شخصیتوں کے چودہ سو سال بھرپور طریقے سے نہ دنیا نے منائے تو شاید اتنی توجہ اس وقت حضرت عباس علیہ السلام کی جانب نہ ہو لیکن یہاں کی انتظامیہ نے اس چیز کو محسوس کیا جس کی وجہ سے سارا سال جب بھی سلسلہ مجلس ہو گا، تو کسی نہ کسی حوالے سے حضرت عباس علیہ السلام کا ذکر ہوگا لیکن یہ دوسری بات ہے کہ چوتھے امام علیہ السلام ہی کی طرح حضرت عباس علیہ السلام کی ولادت کی تاریخ میں بھی خاصا بڑا اختلاف ہے۔ یہ بڑا اختلاف میں اس حوالے سے کہتا ہوں کہ بعض اوقات ولادت و شہادت کی ایک سے زیادہ تاریخیں ہوتی ہیں لیکن دونوں تاریخیں لوگوں کے علم میں ہوتی ہیں جیسے خود شہزادی (فاطمہ سلام اللہ علیہا) کی شہادت کی دو روایتیں ہیں اور لوگوں کے علم میں ہیں، یہ تو ہر ایک کو پتا ہے کہ شہادت ان میں کسی ایک تاریخ کو ہوئی ہے اور میں اس پر الگ سے بھی (بات کروں گا)۔ اپنے اس سلسلۂ مجالس میں تو اب تک موقع نہ ملا تھا، آج موقع ملا ہے تو ایک آدھ منٹ میں بات کہہ کر آگے بڑھ جاؤں کہ یہ شہزادیٔ کونینؑ پر ڈھائے جانے والے مصائب کا ایک حصہ ہے کہ نہ یہ پتا چل پا رہا ہے کہ رسولؐ کی بیٹی کس تاریخ کو دنیا سے گئی اور نہ یہ پتا چل پا رہا ہے کہ شہزادیٔ کونینؑ کی قبر مطہر کہاں ہے، جس وجہ سے بھی مولائے متقیان علیہ السلام نے

چالیس نشان ہائے قبر بنائے بہرحال اب تک یہ طے نہیں کیا جا سکا ہے کہ کون سی جگہ ایسی ہے کہ جس کے بارے میں صد فی صد (100%) یقین کے ساتھ نہ سہی ننانوے فی صد (99%) ہی کہا جاسکے کہ قبر یہاں ہے۔

نہیں!

احتمالات ہیں کہ یا جنت البقیع میں ہے اور یا روضۂ رسولؐ میں ہے۔

خیر!

یہ بھی مظالم کا ایک حصہ ہے کہ اس انداز سے تاریکی شب میں جنازہ اُٹھا تو تاریخ میں اختلاف ہوا اور ایک سے زیادہ نشان ہائے قبر بنائے گئے یوں قبر کے معین کرنے میں اختلاف ہوا لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ یہ وہ اختلاف ہے جو تاریخ کی حد تک مومنین کو معلوم ہے کہ ہاں بھئی! ایک روایت یہ ہے اور ایک روایت وہ ہے اور میں بڑا اختلاف اسے کہتا ہوں کہ جہاں ایک تاریخ تو معلوم ہے لیکن دوسری تاریخ معلوم نہیں ہے کہ اس میں بھی کوئی احتمال ہو جیسے خود چوتھے امام علیہ السلام کی ولادت جہاں پندرہ جمادی الاولیٰ کو منائی جاتی ہے وہاں چار شعبان کا کوئی علم بھی نہیں ہے اطلاع بھی نہیں ہے اور جو لوگ چار شعبان کو ولادت مناتے ہیں ان کے علم میں ہی نہیں ہے کہ پندرہ جمادی الاولیٰ بھی تاریخ ولادت ہے اور خاصے بڑے حصے میں منائی جا رہی ہے۔ حضرت عباس علیہ السلام کی ولادت سات رجب یا پانچ شعبان اب اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے وہ اس طرح کہ جن علاقوں میں سات رجب کو تاریخ ولادت منائی جاتی ہے ان کے ذہن میں بھی نہیں ہے کہ شعبان میں بھی کوئی تاریخ آ رہی ہے یا جو شعبان کو مناتے ہیں ان کے ذہنوں میں رجب کی تاریخ ہے

ہی نہیں۔ حضرت عباس علیہ السلام کی ولادت کی تاریخ میں اختلاف ہے' سن میں اختلاف نہیں ہے کہ وہ ۲۶ ہجری ہے اور یہ ۱۴۲۶ ہجری چل رہی ہے تو ٹھیک چودہ سو سال۔

میں نے کہا کہ آج کی تقریر میں تھوڑا سا ذکر حضرت عباس علیہ السلام کا ہونے کی

دو وجوہات ہیں:

ایک تو یہ وجہ ہے۔

اب دوسری وجہ بھی سن لیجیے!

دوسری وجہ وہ ہے جو کل بھی آپ نے برادر محترم شاہد بلتستانی صاحب جب قصیدہ پڑھ رہے تھے اور ویسے بھی آپ بار بار سنتے رہتے ہیں اور بتانے کی ضرورت بھی نہیں ہے کہ یہ وہ شخصیت ہیں جن کے حوالے سے شہزادی کونینؑ نے بار بار یہ فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ حضرت عباس علیہ السلام کو اپنا بیٹا قرار دیا۔

سلسلۂ کلام چل رہا ہے شہزادی کونینؑ کے حوالے سے' لیکن یہ ابھی آدھی بات ہوئی دوسری جانب ہمیں کتاب "ریاض القدس" کی وہ روایت بھی ملتی ہے جس روایت کو بیان کرنا ولادت کی محفل کے خلاف ہے اور آج محفل ولادت ہے لیکن اس کا ایک جملہ تو بتایا جا سکتا ہے نا! میں اپنی اکثر مجالس میں پڑھا کرتا ہوں خصوصاً گیارہ محرم یا بارہ محرم کی مجالس میں یا شب اربعین کہ جب اعجاز امامت سے میرا چوتھا امامؑ راہ کوفہ سے کربلا آیا تاکہ اپنے لٹے ہوئے گھر کے شہیدوں کی تدفین میں شریک ہو اور اپنے بابا کو تو اپنے ہاتھ سے دفن کرنے جیسے چوتھے امام علیہ السلام یہاں تشریف لائے' وہ ایک معجزہ تھا' وہ اعجاز امامت تھا۔

یہ اتنی مشہور بات ہے کہ مجھے یہ جملہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اسی دہی

میں کتنے ہی مومنین نے مجھ سے ہمیشہ یہی پوچھا کہ مولانا! اُس وقت تو چوتھے امام علیہ السلام قافلے میں شامل تھے وہ کوفہ اور شام سے کربلا کیسے آ گئے؟!

وہ اعجاز امامت سے آئے تھے اس لیے کہ اعجاز امامت کی وجہ سے امام علیہ السلام ایک جگہ سے زیادہ جگہوں پر موجود نظر آتا ہے۔

اُدھر ظالم سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے امام علیہ السلام کو قید کیا لیکن یہاں امام علیہ السلام پھر بھی تشریف لائے' جس وقت کربلا کے میدان میں تمام شہدا کو دفن کر دیا تو آخری جملہ یہی تو ہے نا! کہ پھر فرات کے کنارے گئے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے چچاؑ کو دفن تو کیا لیکن پھر اس انداز کا جملہ ہمیں خود امامِ مظلوم علیہ السلام کے بارے میں نظر نہیں آیا کہ یہ بھتیجا چچاؑ کی قبر میں اُترا اور کافی دیر تک قبر میں لیٹا رہا' اپنے باباؑ کو بھی دفن کیا لیکن وہ اس انداز سے دفن نہیں کیا جس انداز سے اپنے چچاؑ کو دفن کر رہے ہیں اور کتاب "ریاض القدس" کی روایت کا جملہ یہ ہے کہ جب راوی گھبرا گیا تو بہت دیر ہو گئی چوتھے امام علیہ السلام باہر نہیں آئے' پورا قبیلہ بنی اسد یہ منظر دیکھ رہا ہے' خیریت تو ہے' ایسا تو نہیں ہے کہ خدا نہ کرے کہ یہاں چوتھے امام علیہ السلام کی بھی شہادت واقع ہو گئی چناں چہ جب راوی نے قبر میں جھانک کر دیکھا تو یہ منظر دیکھا۔

کیا دیکھا؟

وہ امامؑ کہ جس کی ولادت کا آج یہ دن منایا جا رہا ہے وہ حضرت عباس علیہ السلام کے سینے پر سر رکھے ہوئے لیٹا ہے اور وہ سینہ وہ جسم کس انداز سے ہے؟ وہ تو پھر مصائب کی منزل میں آتا ہے کہ ایک طرف تو اتنے طویل القامت تھے کہ گھوڑے پر بیٹھتے ہیں تو پاؤں زمین پر پہنچتے ہیں رکاب کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور دوسری

جانب ایک بچے کے مانند قبر ہے' جو اصل میں تہ خانے والی قبر ہے تو جسم اس طرح پامال ہوا تھا کہ جو سینے کا ٹکڑا تھا اس پر سر رکھے لیٹے ہیں اور اتنا فرما رہے ہیں کہ اے میرے غیرت مند چچا! آپؑ یہاں پر آرام کر رہے ہیں اور آپؑ کی بہنیں اس وقت کوفہ اور شام کے بازاروں اور درباروں میں جا رہی ہیں۔

میں نے مصائب کی روایت کو بہت احتیاط کے ساتھ بیان کیا کہ میلاد کی محفل ہے اس کا بھی حق ادا ہو اور جو اصل مصائب ہیں وہ بھی آپ کے سامنے آئیں۔

سلسلۂ مجالس اور محافل شہزادیِ کونینؑ اور چوتھے امام علیہ السلام کے حوالے سے ہے۔

شہزادیِ کونینؑ نے بھی حضرت عباس علیہ السلام کو یاد کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میرے چوتھے امام علیہ السلام نے امامِ معصوم علیہ السلام ہونے کے باوجود اس طرح سے اپنے بابا کے سینے پر سر نہیں رکھا قبر میں جا کر جس طرح حضرت عباس علیہ السلام کے سینے پر سر رکھ کر ہمیں یہ بتایا کہ اس شخصیت کی عظمت کو پہچانو۔

جب یہ سلسلہ مجالس کا دادیؑ اور پوتےؑ یعنی شہزادیِ کونینؑ اور چوتھے امام علیہ السلام کے حوالے سے ہے تو درمیان میں اس لیے تھوڑا سا ذکر حضرت عباس علیہ السلام کا آ گیا لیکن جو دوسری وجہ ہے' پہلی وجہ بیان کر چکا ہوں' اس کو نہیں دُہرانا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس میں ایک تیسری وجہ بھی میں ملا سکتا ہوں اور وہ تیسری وجہ یہ ہے کہ زمانے کا امام علیہ السلام ظاہر ہونے کے بعد جس وقت ایک بیعت لے گا اور اس بیعت میں سرسری طور پر دیکھیں تو پچیس باتوں کا وعدہ لیا جائے گا اور صرف وعدہ نہیں لیں گے' فقط بیعت نہیں لیں گے بلکہ ساتھ میں یہ بھی ارشاد فرمائیں گے کہ جب تک ان باتوں پر تم میری بیعت نہیں کرتے ہو' اس وقت تک میں اپنا جہاد شروع نہیں کروں گا'

اتنا اہم جہاد روزِ ازل سے پروردگار نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا تھا کہ یہ جہاد ہونے والا ہے لیکن اس سارے جہاد کو روکا گیا ماننے والوں' چاہنے والوں اور لشکرِ امامؑ میں شامل ہونے والوں کے اس وعدے پر کہ ہم پچیس باتوں کا آپؑ سے وعدہ کرتے ہیں' اس کے بعد پھر یہ جہاد امامؑ شروع کریں گے یہ پچیس باتیں ان تین چیزوں میں جا کر جمع ہو گئیں جو آج کی صدی کا سب سے بڑا مسئلہ ہیں کہ دنیا کو گمراہ کرو اور دنیا کو اصل مسائل سے ہٹاؤ۔

کس مسئلے میں اُلجھا کر؟

ایک تو سیکس (sex) کے مسئلے میں اس طرح اُلجھا دو کہ ایسا لگے کہ دنیا کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے' نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو گمراہ ہونے کے طریقے سکھاؤ' اس انداز سے ان کے سامنے ماحول پیش کرو۔

دوسری چیز ہے دولت' دولت کی ہوس' دولت کی لالچ اور وہ بھی اس انداز کی کہ جو چیزیں انسان کی ضرورت نہیں ہیں انھیں بھی ضرورت میں داخل کیا جائے۔

تیسری چیز ہے طاقت' جو انسان کا سب سے زیادہ دماغ خراب کرنے والی چیز ہے۔

اب میں نے یہ عرض کیا کہ سب سے پہلے اور سب سے بھرپور طریقے سے شہزادی کونینؑ نے ان تین چیزوں سے بچنا ہمیں سکھایا اور اسی کی تشریح ہوتی رہی۔

اب سنیے اس میں ایک جملہ اور!

وہ یہ ہے کہ آنے والے امام علیہ السلام کا جو جہاد ہوگا وہ جہاد اس سے پہلے اگر کہیں تاریخ میں ہم کو ملا ہے تو کربلا کا جہاد ملا ہے۔

آپ کو ایامِ عزا کی میری مجالس یاد ہوں گی جن میں ایک جملہ میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کو بہت مختصر یہ سمجھنا ہو کہ لشکر امامؑ کس طرح سے بنتا ہے اس میں شامل ہونے کا طریقہ کیا ہے اس میں شامل ہونے کی شرائط کیا ہیں۔

تو بس!

جیسے کربلا کا لشکر تھا ویسے ہی امامِ زمانہ علیہ السلام کا لشکر تکرار کے ساتھ آئے گا جو وہاں کی شرائط تھیں وہ یہاں کی شرائط ہیں جسے وہاں سے نکالا گیا اسے یہاں سے نکالا جائے گا جسے وہاں پر بلایا گیا اسے یہاں پر بلایا جائے گا۔ کربلا کے لشکر کو سمجھو تو زمانے کے امام علیہ السلام کا لشکر سمجھ میں آجائے گا۔

اس میں اب یہ ایک جملہ ہے!

اس لیے کہ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے خاص طور پر دعوت دے کر چند اور لوگوں کو بھی بلایا تھا لیکن سب سے مشہور نام جو اس میں آتا ہے وہ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ کا آتا ہے۔

اسی حوالے سے ابھی ایک بات ہونے والی ہے!

بہرحال!

یہ تو میں نے عرض کیا کہ کربلا کے لشکر میں امامِ مظلوم علیہ السلام وہی حیثیت رکھتے ہیں جو اپنے لشکر میں امامِ زمانہ علیہ السلام کی حیثیت ہے امامِ مظلوم علیہ السلام کے بعد کربلا میں سب سے نمایاں نام حضرت عباس علمدار علیہ السلام کا آتا ہے۔

اب دیکھیے!

وہ بیعت نامہ جو زمانے کا امام علیہ السلام پیش کرے گا' وہ بیعت نامہ جس سے پہلی دفعہ باخبر کیا ہمیں مولائے کائنات علیہ السلام نے' وہ بیعت نامہ جس کی تیاری شروع کرائی شہزادی کونینؑ نے۔

کربلا میں اگر آپ جا کر دیکھیں تو حضرت عباس علیہ السلام کے کردار میں ان ساری باتوں کی جھلک نظر آ رہی ہو گی۔

آپ نے سنا تھا کہ شہزادی کونینؑ کی زندگی میں جو شرم و حیا اور حجاب کا تصور اپنے ماننے والوں اور اپنی ماننے والیوں کو دیا وہ کسی نے نہیں دیا۔

خود شہزادیؑ کی زندگی تو چھوڑیے وہ تو ہمارے مولا علیہ السلام کے بارے میں پیغمبرؐ اکرم کی حدیث ہے اور صرف مولا علیہ السلام کے بارے میں نہیں ہے بل کہ وہ دیگر تمام معصومین علیہم السلام کے لیے بھی ہے۔

پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا:

"اے علیؑ! تیری معرفت سوائے میرے اور اللہ کے کسی نے نہ کی۔"

شہزادی کونینؑ کی معرفت کو بھی ہماری عقلیں نہیں سمجھ سکیں لیکن اس میں سے جتنا حصہ اپنے ماننے والوں کو دیا حجاب کے حوالے سے' میدانِ کربلا میں حضرت عباس علیہ السلام سب سے زیادہ کس حوالے سے ہمارے سامنے آتے ہیں؟ ان میں ایک حوالہ وہی ہے جس کی وجہ سے چوتھے امام علیہ السلام چچاؑ کے سینے پر سر رکھے ہوئے فریاد کر رہے ہیں۔

چوتھا امامؑ اپنے چچاؑ کو یاد کر کے فریاد کیوں کر رہا ہے؟

حضرت عباس علیہ السلام غیرتِ خاندانِ اہل بیتؑ کے محافظ ہونے کی وجہ سے کہ آپ نہ رہے تو حجاب اور یہ چادریں چھن گئیں۔

دیکھیے!

میدانِ کربلا میں جتنے بھی بنی ہاشمؑ کے جوان تھے حجاب کے بارے میں سب اتنے ہی غیرت مند تھے لیکن حجاب کی حفاظت کے حوالے سے سب سے پہلا نام حضرت عباس علمدار علیہ السلام ہی کا آتا ہے۔

وہ نظامِ حجاب جو امامِ زمانہ علیہ السلام کے بیعت نامے کا پہلا حصہ بننے والا ہے اور وہ نظامِ حجاب جس کی تربیت شہزادی کونینؑ نے دی ہے' کربلا کے میدان میں بھرپور طریقے سے نظر آتی ہے۔

حضرت عباس علیہ السلام کے بارے میں آپ کو معلوم ہے نا! کہ حضرت عباس علیہ السلام تقریر کے عادی نہیں تھے اگرچہ علیؑ کے وارث ہیں تقریر بھی کر سکتے ہیں لیکن حضرت عباس علیہ السلام کے پاس کردار اور عمل ہے اس کے ذریعے سے پیغام کو پہنچاتا ہے۔

پہلی چیز حجاب ہے یعنی آخری زمانے میں لشکرِ امامؑ کا پہلا خطرہ ہے بے حجابی' پہلا خطرہ ہے دنیا کا ان کو sex میں گم راہ کرنے کی کوشش کرنا' پہلا خطرہ ہے عورت کے حوالے سے گم راہ کرنا اور عورت کو مرد کے حوالے سے گم راہ کرنا۔

میدانِ کربلا میں حضرت عباس علیہ السلام محافظ حجاب بن کر آ رہے ہیں' حضرت عباس علیہ السلام شرم و حیا اور غیرت کا جو ایک تصور ہونا چاہیے ایک مرد کے پاس اس کی بہترین مثال بن کر آ رہے ہیں۔

دوسری چیز ہے دولت۔

دولت کس چیز کا نام ہے؟!

آدمی مجبوری کا نام لے اور صبر کر کے خاموش نہ رہے' کما بھی سکتا ہے' دولت بھی حاصل کر سکتا ہے لیکن ایک لمحے کے لیے بھی قدم شریعت سے باہر نہ نکالے۔

حضرت عباس علیہ السلام کے کردار میں یہی چیز منزلِ کمال پر نظر آئے گی۔

کب؟

جب دریا پر قبضہ کرلیا' پیاسے ہیں' چلو میں پانی بھی ہے' پانی دکھا بھی رہے ہیں کہ ہے ہمارے پاس پانی' ہم مجبوری کی وجہ سے پیاسے نہیں ہیں' ہے پانی لیکن پھر پانی کو دریا میں بہا دیا' حضرت امام حسین علیہ السلام کی وفا میں بھی' بھتیجی سکینہؑ کی محبت میں بھی اور امامِ زمانہ علیہ السلام کے بیعت نامے کے دوسرے حصے کو واضح کرنے کے لیے بھی۔

اگر پورا موضوع ہی حضرت عباس علیہ السلام کی سیرت ہوتا تو یہی بیعت نامہ حضرت عباس علیہ السلام کی زندگی میں نظر آتا اور سب سے بڑی جو ہے وہ ہے طاقت۔

وہ کیا ہے؟

امامِ زمانہ علیہ السلام کے بیعت نامے میں تیسری چیز ہے کہ تمھیں کہاں بھیجا جا رہا ہے' وہاں جا کر اپنی طاقت کی وجہ سے پاگل نہ ہو جانا چناں چہ پہلے ان باتوں کا وعدہ کرو۔

میں نے عرض کیا: پچیس میں سے بارہ باتیں محض اسی حوالے سے ہیں۔

دیکھیے!

آدمی کے پاس جب طاقت آتی ہے تو کس طرح دماغ خراب ہوتا ہے اس کا؟!

بھئی!

جب طاقت آتی ہے تبھی تو انسان دوسروں کو گالیاں دیتا ہے، تبھی تو انسان دوسروں کی توہین کرتا ہے، تبھی تو انسان دوسروں پر اپنی بات کو مسلط کرتا ہے۔

بہر حال!

ان بارہ چیزوں میں امام علیہ السلام یہ وعدہ لے رہے ہیں کہ خبردار! تم جہاں جا رہے ہو، کتنا ہی بدترین دشمن کیوں نہ آ جائے تم گالی نہیں دو گے، کسی کی گردن نہیں اُڑاؤ گے، ناحق۔

ان بارہ باتوں میں ایک بات اور آ رہی ہے۔

وہ کیا؟

وہ یہ کہ بغیر علم کے کسی مسئلے میں بولو گے نہیں، بغیر علم کے کبھی گواہی نہیں دو گے۔

بہر حال!

خلاصہ یہ ہے کہ طاقت تمھارے پاس اتنی زیادہ ہو گی کہ سوائے شیطان اور دجال کے اور کوئی بھی تمھیں پریشان نہیں کر سکتا ہے اور نہ شکست دے سکتا ہے۔

یہ زمانے کا امام علیہ السلام اپنے ماننے والوں سے کہہ رہا ہے کہ ایک دجال ایسا ہے وہ لشکر امامؑ کو نقصان پہنچائے گا اس کے لیے خود امام علیہ السلام کو میدان میں آنا ہے او ایک شیطان ایسا ہے کہ جو لشکر امامؑ کو شکست دے گا اور اس شکست سے بچانے کے

لیے رسولؐ خدا کو آنا ہے۔ ان دو کو چھوڑ دو ان کے علاوہ دنیا میں جہاں بھی جاؤ گے کوئی بھی علاقہ ایسا نہیں ہے تو ایسا نہ ہو کہ تم اپنی طاقت کا غلط مظاہرہ کرو' بارہ پابندیاں امام علیہ السلام لگا رہے ہیں ان بارہ پابندیوں کا خلاصہ یہ ہے کہ طاقت رکھنے کے باوجود اپنے آپ پر کنٹرول کرنا ہے۔

میں نے دو مثالیں تو سیرت معصومین علیہم السلام سے دی تھیں' ایک شہزادی کونینؑ پر ڈھائے جانے والے مظالم اور شہزادیؑ کا صبر' دوسری میرے چوتھے امام علیہ السلام پر ڈھائے جانے والے مصائب اور چوتھے امام علیہ السلام کی خاموشی اور صبر۔ ان دو مثالوں کے بیچ میں حضرت عباس علیہ السلام کی مثال سامنے آئی ہے کہ طاقت کیسی ہے؟ طاقت ایسی ہے کہ خود بھی شب عاشور یا نو محرم کی سہ پہر کا آدھا گھنٹہ۔ اے چچا حبیب ابن مظاہرؓ! آپؓ مجھے جوش دلا رہے ہیں' یہ یاد دلا کر کہ میرے باباؑ نے میری مادر گرامیؑ سے شادی کیوں کی تھی؟ ارے جایئے آقا حسین علیہ السلام سے اجازت لے کر آ جایئے' کل شام سے پہلے دارالامارہ پر اپنے آقا امام حسین علیہ السلام کا علم نہ لہرا دوں تو عباسؑ نام نہیں۔

صفین کے میدان میں حضرت عباس علیہ السلام بارہ سال کے تھے' وہاں پر بارہ سال کے اس بچے نے اس طرح سے لشکر شام کو تہ و بالا کر دیا تھا کہ لوگوں کی زبان پر جملہ آیا کہ یہ عباسؑ نہیں ہیں' یہ علیؑ ہیں جو چہرے پر نقاب ڈال کر آ رہے ہیں' بعد میں پتا چلا کہ عباسؑ ہیں' تو بارہ برس میں وہ جوشِ شجاعت اور وہ بہادری اور طاقت تھی تو یہ تو چونتیس سال کا اس وقت کڑیل جوان جو اپنی ہر طاقت کے اعتبار سے قوتِ شباب کے کمال پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ پورا تمیں ہزار کا لشکر عمر ابن سعد کا کسی حسینی

سپاہی سے اتنا پریشان اور خوف زدہ نہیں تھا' جتنا حضرت عباس علیہ السلام سے پریشان تھا۔

پوری رات میٹنگ چلتی رہی کہ کس طرح حضرت عباس علیہ السلام کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے توڑ کر نکالا جائے' تو اتنی طاقت کے باوجود حکم امامؑ آ گیا کہ عباسؑ! سب کو تلوار چلانی ہے' تمہیں تلوار نہیں چلانی۔ عباسؑ نے قبضہ شمشیر میں ہاتھ نہیں ڈالا' طاقت رکھتے ہوئے کنٹرول ہوتے ہوئے' حضرت عباس علیہ السلام کا ہاتھ تلوار پر نہیں جا رہا' درخواست کرتے ہیں لیکن جب منع کر دیا جاتا ہے' تلوار نہیں چلاتے ہیں' تلوار بھی ہے' طاقت بھی ہے لیکن کس چیز نے عباسؑ کو روکا ہوا ہے؟

صرف ایک چیز نے اور وہ ہے حکم امامؑ سے ایک قدم آگے نہیں بڑھانا' طاقت رکھتے ہوئے اس طرح سے کنٹرول کرتا ہے۔

یہاں پر ایک مختصر سی بات یہ عرض کر دوں کہ حضرت عباس علیہ السلام کا یہ رُتبہ کہ آج عباسؑ کو وہ لقب ملا ہے جو ایک امامِ معصومؑ کا لقب تھا وہ ہے باب الحوائج۔

دیکھیے!

بنیادی طور پر باب الحوائج کا لقب ہمارے ساتویں امام حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے لیکن یہ ساتویں امام علیہ السلام کا مخصوص لقب ہے جو اس طرح سے پروردگار نے ان کے لیے رکھا کہ مولا (علیؑ) کو بھی ظاہری اعتبار سے یہ لقب نہ دیا ورنہ مولا علیہ السلام بھی باب الحوائج ہیں البتہ وہ لقب اگر کسی غیر معصوم کو ملا ہے تو فقط حضرت عباس علیہ السلام کو۔

دیکھیے!

یہ جملہ کہتے ہوئے میرا کلیجہ ٹکڑے ہوتا ہے لیکن اگر شریعت ہمارے راستے

میں رکاوٹ نہ بنے تو چودہ معصومین علیہم السلام کو بڑھا کر اس سے زیادہ کرنے کو دل چاہتا ہے' کیا ہم کہیں گے حضرت عباس علیہ السلام کو؟ کیا ہم کہیں گے حضرت ثانی زہرا سلام اللہ علیہا کو؟ کیا ہم کہیں گے حضرت علی اکبر علیہ السلام کو؟ لیکن کیا کریں' ہمیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ چودہ سے زیادہ معصومین علیہم السلام نہیں ہیں' مگر یہ ہستیاں محفوظ عن الخطا ہیں۔

بہر حال!

محفوظ عن الخطا کے باوجود دل یہی چاہتا ہے کہ ان کے لیے بھی لفظ عصمت استعمال کروں۔

حضرت عباس علیہ السلام چودہ معصومین علیہم السلام میں تو شامل نہیں ہیں لیکن لقب وہی ملا ہے۔

کیوں ملا ہے؟

ایک بڑی وجہ اس کی وہی ہے جو آج آپ کی سمجھ میں آ گئی تو میرا موضوع سمجھیں مکمل ہو گیا اور وہ بڑی وجہ یہ ہے کہ پروردگار کا ایک اُصول ہے وہ یہ کہ جو خدا کے لیے جتنی بڑی قربانی دیتا ہے پروردگار اسی انداز سے پلٹ کے اس کو اجر دیتا ہے۔

حضرت عباس علیہ السلام نے پروردگار کے کہنے پر امامِ مظلوم علیہ السلام کے فرمان پر اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش چھوڑ دی۔

حضرت عباس علیہ السلام کی زندگی تو ایک ہی خواہش تھی' ساری زندگی دُہراتے رہے۔

وہ خواہش کیا تھی؟

وہ خواہش یہ تھی کہ جس کے لیے میری مادرِ گرامیؑ نے میرے باباؑ سے عقد کیا تھا وہ دن آئے تو میں اپنی تلوار کے جوہر دکھاؤں اور جب وہ وقت آ گیا کہ یہ خواہش پوری ہو تو اسی دن عباسؑ سے کہا گیا کہ سب تلوار چلائیں گے' تم تلوار نہیں چلاؤ گے' تو حضرت عباس علیہ السلام نے اپنی زندگی بھر کی مراد اور زندگی بھر کی حاجت حکمِ خدا پر قربان کر دی۔

اب یہ نظامِ پروردگار ہے کہ تم نے میری وجہ سے اپنی مراد قربان کر دی' اب جو تمہارے نام پر مرادیں لے کر آئیں گے ان کو جھولیاں بھر بھر عطا کیا جائے گا (صلوات)۔

ذکرِ مصائب: حضرتِ سجادؑ اور حضرت زہراؑ کا مجلس میں آنا

بس آخری جملہ!

اب سنیے!

ہر امامِ معصومؑ صحیح معنوں میں دنیا والوں کے سامنے کب آتا ہے؟

ولادت کے موقع پر نہیں آتا' بچپنے میں نہیں آتا' شہادت کے موقع پر نہیں آتا ہر امامِ معصومؑ کا دنیا والوں کے سامنے جو صحیح تعارف ہوتا ہے' وہ اس وقت ہوتا ہے جس وقت اس کی امامت شروع ہوتی ہے۔

پیغمبرِؐ اسلام چالیس سال تک رہے لیکن جو صحیح تعارف ہوا وہ بعثت کے دن ہوا جس دن اعلانِ رسالت کیا ہے۔

امامت بہت اہم چیز ہے۔ چوتھے امام علیہ السلام کی امامت جس دن شروع ہوئی

پہلا پیغام چوتھے امام علیہ السلام نے کیا دیا؟!

کیا تعارف ہوا؟

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا پہنچنا اور کہنا بیٹا سجادؑ! اب تم میرے زمانے کے امامؑ ہو یہ بتاؤ کہ ہماری شرعی ذمہ داری کیا ہے؟

فرمایا:

عَلَیکُنَّ بِالصَّحرَآءِ

''اب آپ جنگل کی طرف چلی جائیں۔''

پہلا پیغام جو چوتھے امام علیہ السلام کی زبان پر آیا وہ مسئلہ شرعی ہے' وہ مسئلہ فقہی ہے' تو اس مسئلے کی وجہ سے چوتھے امام علیہ السلام کا پہلا تعارف دنیا والوں کے سامنے ہوا۔ یہ وہ امامؑ ہے جس کی امامت مسئلے کے بیان سے شروع ہو رہی ہے اسی کی قائم کی ہوئی مجلس میں اگر مسائل کا بیان نہ ہو تو اس سے زیادہ کم علمی اور کم معرفت کیا ہو سکتی ہے اور اسی کی بچھائی ہوئی صفِ عزا پر اگر یہ اعتراض ہو جائے کہ یہ کیا ہمارے علما نے نیا طریقہ نکالا ہے مسئلے اور مسائل کا' تو گویا نہ سجادؑ کی معرفت حاصل کی گئی ہے' نہ ہی مقصدِ سجادؑ کی۔

بس ختم!

اب وہ تین چیزیں کیا ہیں؟

تیاری شہزادیؑ نے کرائی لیکن تینوں کا خلاصہ ہے خوفِ خدا۔

خوفِ خدا کا طریقہ کیا ہے؟

علم کو بڑھاتے جاؤ۔

علم کی اہمیت؟

جلتے ہوئے خیموں میں سیدانیوںؑ کے سروں پر چادریں نہیں ہیں، چاروں طرف سے آگ میں گھری ہیں۔

امامت کو پہلا جملہ کہنا ہے اور وہ مسئلہ شرعی سے آغاز ہو رہا ہے۔

بس!

اگر اس صف عزا پر حضرت سجاد علیہ السلام ہی کی امامت کا پہلا اعلان نہ ہو تو پھر کہاں پر ہوگا؟!

یہ حضرت سجاد علیہ السلام کی بچھائی ہوئی صف عزا ہے، اس کا تعلق صرف میرے چوتھے امام علیہ السلام سے ہے۔

حضرت سجاد علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا میں ایک مشابہت بہت ہے وہ یہ کہ جب بھی کوئی مومن آتا ہے وہ عرض کرتا ہے: فرزند رسولؐ! میرے گھر میں خوشی ہے آپ ذرا آیئے تشریف لایئے۔

فرمایا: واقعہ کربلا کے بعد ہم نے شادیوں میں جانا ترک کر دیا ہے۔

عرض کیا: مولاؑ! اگر کوئی مومن آپؑ کو اپنے گھر میں بلانا چاہے تو پھر کیا طریقہ اختیار کرے؟

فرمایا: اس کو چاہیے کہ میرے بابا مظلوم علیہ السلام کی مجلس قائم کر دے، صف عزا بچھا دے پھر میں آتا ہوں۔

جب بلانے والے نے صف عزا بچھا کر بلایا اور پھر کہا کہ لوگ آ گئے ہیں مولاؑ کو لے کر آؤ۔ ابھی بھیجنے لگا تو کیا دیکھا کہ مولاؑ خود دروازے پر کھڑے ہیں۔

عرض کیا: مولاؑ! آپؑ نے زحمت کی میں تو خود لینے کے لیے آرہا تھا آپؑ کو۔

فرمایا: جہاں میرے باباؑ کی صفِ عزا بچھتی ہے وہاں میں خود آجاتا ہوں۔

فقط حضرت سجاد علیہ السلام پہنچتے ہیں؟

ایک بار حضرتِ سجاد علیہ السلام تو آکر بیٹھ گئے اور اختتام پر لوگوں نے دیکھا کہ جہاں بیٹھے تھے وہاں موجود نہیں ہیں، صفِ عزا میں جہاں آخر میں مومن آئے ہیں وہاں پر سجادؑ غشی کی حالت میں پڑے ہیں۔

عرض کیا: مولاؑ! آپؑ منبر سے یہاں کیسے پہنچ گئے؟!

فرمایا: جیسے ہی میرے باباؑ کے مصائب شروع ہوئے تو میں نے دیکھا کہ میری دادیؑ تشریف لا رہی ہیں اور وہاں بیٹھ کر ان سب کے حق میں دعا کر رہی ہیں تو میں اپنی دادیؑ کا ساتھ دینے وہاں چلا گیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ



ادارہ منہاج الصالحین لاہور